اللہ
محمد
11-105
سیرتِ طیبہ
اور
ازواجِ مطہراتؓ
ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

سیرتِ طیبہ
اور
ازواجِ مطہرات

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	سیرت طیبہ اور ازواج مطہرات
مصنف	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
سال اشاعت	جولائی 2006ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z 71
قیمت	-[illegible] روپے

84964

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

Marfat.com

فہرست مندرجات

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

(1)

سیرت پاک مصطفیٰ ﷺ پر علمی و تحقیقی کام کرنے والے بے حساب ہیں، اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بھی بے انت اور بے اندازہ ہے، چنانچہ اہل علم و قلم کی دنیا میں یہ حقیقت معلوم اور مسلم ہے کہ کتاب زندہ قرآن حکیم کا ترجمہ دنیا کی تقریباً ہر زبان میں ہو چکا ہے، تفاسیر قرآن بھی دنیا کی بیشتر علمی زبانوں میں موجود ہیں، اس لئے یہ دعویٰ کرنے والے بھی غلط نہیں کہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ قرآن اور صاحب قرآن حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ پر لکھا گیا ہے جس پر تمام دنیا کی لائبریریاں گواہ ہیں، یہ بھی علم و تحقیق کی دنیا میں مسلم و مبرہن ہے کہ عالم انسانیت پر سب سے زیادہ اثرات و احسانات بھی نبی امی ﷺ کے ہیں کیونکہ زندگی کے روحانی اور مادی دونوں محاذوں پر صرف آپ ہی یکساں کامیاب بھی ہیں۔ اس لئے اثرات و احسانات کے لحاظ سے دنیائے انسانیت کے سب سے بڑے محسن قائد اور ہادی بھی آپ ہی ہیں!

مگر علمبردار ''اقرأ'' نبی العلم اور رسول عدل و سلامتی ﷺ کی سیرت طیبہ پر لکھنے والے سب ایک جیسے بھی نہیں بلکہ ان کی بھی بے شمار اقسام ہیں، ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جن کا مقصد از روئے عقیدت و محبت الفاظ و معانی کا نذرانہ پیش کرنا ہوتا ہے، یہ نذرانۂ لفظ و معنی نثر میں ہو خواہ شعر میں، بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے سے پہلے والوں کی کہی اور لکھی ہوئی باتوں کا اعادہ و تکرار کافی سمجھتے ہیں اور صرف ''شہیدوں میں نام لکھوانے'' کی سعادت حاصل کرنے کے قائل ہوتے ہیں، لیکن ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو اپنا بغض و عناد اور عداوت و حسد کا زہر انڈیلنے کی کوشش میں محض عیب جوئی کی ناکام مہم پر نکلتے ہیں، مگر کچھ ایسے حق شناس بھی ہیں جو غیر مسلم ہوتے ہوئے بھی منصفانہ تحقیق سے حقائق معلوم

Marfat.com

کرتے ہیں، ان کا اعتراف کرتے ہیں اور بالآخر حق کے سامنے سر تسلیم ختم کرتے ہوئے عقیدت ومحبت کے حلقے میں شامل بھی ہو جاتے رہے ہیں ایسی سعید روحوں کی باتیں سننے سے تعلق رکھتی ہیں مگر ایسے مسلم اہل علم وقلم کی بھی کمی نہیں جو عقیدت ومحبت کے سہارے اٹھتے ہیں، سیرت پاک پر قلم اٹھاتے ہیں لکیر کی فقیری کی بجائے نئی راہیں نکالتے ہیں، سیرت طیبہ کے نئے نئے پہلو سامنے لانے کی کوشش کرتے ہیں، کوئی نہ کوئی کمی پوری کرتے ہیں، مروج اغلاط کی اصلاح کرتے ہیں یا بعض معاندانہ وحاسدانہ حملوں کا جواب دیتے ہیں، یہ مختصر سی کتاب اسی آخری قسم کی ایک عاجزانہ ومتواضعانہ علمی کاوش ہے اور اس کا اصل موضوع ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی پاکیزہ زندگیوں کا ایک ایسا مطالعہ ہے جس سے سیرت طیبہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر روشنی پڑتی ہے۔

وہ محترم وسعادت مند خواتین اسلام جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم قرآن حکیم میں اہل ایمان کی مائیں ''امہات المومنین رضی اللہ عنہن'' قرار دیا اور فرمایا:

''نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل ایمان کے لئے جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں'' (احزاب:6)

یہ تو وہ درجہ ومنزلت ہے جو ان عظیم خواتین اسلام کو اللہ تعالیٰ کی جناب سے عطا ہوئی، اہل ایمان نے اسے دل وجان سے تسلیم کیا اور اپنے عقیدہ وایمان کا حصہ بنالیا، لیکن امت مسلمہ نے اپنی ان مقدس ماؤں کے لئے اضافی القاب اور الفاظ بھی ایجاد کیے اور انہیں ''ازواج مطہرات'' سے خطاب کیا، تاہم ان الفاظ وخطابات کے لئے قرآنی بنیادیں موجود تھیں چنانچہ سورۃ النور میں ارشاد ربانی ہے:

''اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے بنائے گئے ہیں'' (النور:26)

اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اطیب البشر (تمام انسانوں سے بڑھ کر پاکیزہ) تھے اس لئے آپ کی بیویاں بھی یقیناً پاکیزہ طینت اور نیک تھیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی

Marfat.com

عصمت و پاکدامنی کا نظام تحفظ قائم فرمایا، انہیں دیگر خواتین اسلام سے مختلف اور زیادہ ذمہ دار پاکباز قرار دیا اور پھر آیت تطہیر میں کاشانہ نبوی کی تمام بنات و امہات کی پس و تطہیر کا سامان کیا۔ (احزاب: 32-33)

یہ ہمارے نبی پاک ﷺ کی امتیازی شان اور اہم خصوصیت ہے کہ جو خواتین آپ کے نکاح میں آئیں، ان کی پاکدامنی اور شخصی سیرت کو ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک اور محفوظ فرمایا گیا تاکہ ذات نبوی کو اپنے اہل خانہ کے ذاتی کردار سے کوئی کوفت نہ ہو اور اذیت نہ پہنچے، ان میں سے کوئی بھی زوجہ نوح و لوط کی مانند نہ تھی بلکہ سب کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ زوجہ فرعون، والدہ موسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم بنت عمران علیہا السلام کے زمرے میں شامل رکھنے کا شرف عطا فرمایا، اس طرح وہ واقعی ازواج مطہرات اور امہات المومنین ثابت ہوئیں اور تاریخ میں زندہ جاوید امر ہو گئیں!

ان محترم اور پروقار خواتین اسلام نے امت کے لئے ماؤں کا کردار ادا کیا ہے، ان کے طفیل سیرت طیبہ اور تعلیمات نبوی کے بہت سے اہم اور ضروری گوشے سامنے آئے اور بعض نہایت ہی مفید و کارآمد پہلو اجاگر ہوئے ہیں اگر یہ عظیم ہستیاں نہ ہوتیں یا یہ شفیق مائیں بن کر اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے کام نہ آتیں تو یہ گوشے مخفی رہ جاتے اور یہ پہلو نمایاں نہ ہو سکتے! اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہمارے سیرت نگاروں کو سیرت طیبہ کے ہمہ پہلو مطالعہ کے لئے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی زندگیوں کا بھی وسیع، جامع اور گہرا مطالعہ کرنا چاہیے!

(2)

رسول اکرم ﷺ کی کثرت ازواج کے کیا اسباب تھے، ان سے امت کو کیا فوائد میسر آتے ہیں؟ یہ اور اسی نوع کے دیگر سوالات کے جواب اس مختصر سی کتاب کا موضوع ہیں لیکن بات کی تہ تک پہنچنے کے لئے کچھ تمہیدی باتوں سے آگاہی لازم ہے اور ان میں سے بعض تمہیدی باتوں کا یہاں ذکر ہوگا۔

جب ہم کسی قوم کے کسی اہم سماجی پہلو کی بات کرنے لگیں تو سب سے پہلے اس کی

Marfat.com

تاریخ، اس کے جغرافیہ اور اس کی ثقافتی روایات یا رسم و رواج کو اچھی طرح دیکھنا، سمجھنا اور جانچنا چاہیے، اس کے بغیر نہ تو ہم مطلوبہ سماجی پہلو یا زیر بحث مسئلہ پر بات چیت کر سکتے ہیں اور نہ منصفانہ رائے قائم کر کے درست نتائج تک پہنچ سکتے ہیں! لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی کثرت ازواج کے متعلق منصفانہ بحث اور درست نتائج کے لئے ہمیں اس وقت کے عرب معاشرہ کی سماجی روایات کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔

آج اگر ہمارے مسلم پاکستانی معاشرہ کا کوئی باپ یا بھائی اپنی بیٹی یا بہن کو سرراہے کسی اجنبی مرد کے ساتھ بوس و کنار میں مشغول دیکھے اور چپ چاپ کنی کترا کر گزر جائے تو ہم اس کے لئے ''دلے'' یا ''بے غیرت'' کے علاوہ کوئی اور خطاب تجویز نہ کر سکیں گے!! لیکن آج کے مغرب کی ''روشن خیال دنیا'' میں یہ ایک معمول کی بات ہے! اس طرح اگر ہم طلوع اسلام کے وقت یا اس سے قبل کے عرب معاشرہ میں مروج کثرت ازواج کے سماجی پہلو کو آج کے اپنے سماجی ماحول پر قیاس کرنے لگیں تو نہ صرف یہ کہ یہ بات قرین انصاف نہیں ہو گی بلکہ یہ قیاس مع الفارق کی شکل ہو گی اور ہم اصل حقیقت کے ادراک سے بھی قاصر اور عاجز رہیں گے!

قدیم عرب معاشرہ میں اور کسی حد تک آج کے عرب معاشرہ میں بھی، صحیح یا غلط، ایک سے زائد عورتیں نکاح میں لانا، طلاقیں دینا یا مرد و زن کی دوسری، تیسری، چوتھی یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ شادی کرنا ایک معمول کی بات تھی۔ اور ہے۔ لوگ اس روش کو معیوب یا قابل اعتراض بات نہیں سمجھتے تھے۔ اور نہ آج سمجھتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں اور نکاح و طلاق کو قرآنی اور اسلامی ضوابط کے مطابق آخری شکل دینے سے پہلے تک بعض اوقات ایک مرد ''حسب توفیق اور حسب خواہش'' دس دس اور بیس بیس عورتیں بیک وقت نکاح میں رکھ سکتا تھا اور اس مسکین صنف نازک سے عدل و انصاف یا ادائے حقوق تو بے معنی بات تھی اسے اذیت دے کر تنگ بھی کیا جاتا تھا، آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے اسلام کا مرد کو صرف ایک بیوی تک محدود کرنا اور صرف ناگزیر اور استثنائی حالات میں عدل اور مساوات اور حقوق ادا کرنے کی استطاعت کے تعین کے بعد دوسری شادی کی اجازت دینا ایک بہت بڑا انقلابی

Marfat.com

قدم تھا! لوگ تو اس وقت عورت کے حقوق کی بات نہ تو جانتے تھے اور نہ مانتے تھے! طلاق کے بعد مرد و زن کا کئی کئی بار شادی کرنا بھی ایک معمول کی بات تھی! (چند سال پیچھے کی بات ہے ایک سعودی دوست بلا جھجک ارشاد فرما رہا تھا کہ میری ماں تیسری شادی کرنے لگی ہے مگر میرے سوا اب اس کا کوئی ولی وارث یا سرپرست نہیں رہا اس لئے اب یہ کام بھی مجھے کرنا پڑ رہا ہے! ایک اور صاحب نے بڑے فخر سے بتایا کہ میری اس بیوی نے مجھ سے طلاق لینے کے بعد دو شادیاں کیں اب وہ دوبارہ اور گویا چوتھی بار میری بیوی بنی ہے، بڑھاپے کی طرف بڑھتے ہوئے دوست کے اسی سالہ والد گرامی نے میرے سامنے بے اندازہ حق مہر ادا کر کے ایک اٹھارہ سالہ مصری دوشیزہ سے دسویں شادی فرمائی!!)۔

طلوع اسلام کے وقت اور اس سے قبل کے عرب معاشرہ میں نکاح کرنے کی بھی دو درجن کے قریب مختلف شکلیں مروج تھیں، ان میں سے گھٹیا ترین اور عرب کے شرفا کے نزدیک بھی معیوب سمجھی جانے والی شکل یہ تھی کہ راہ چلتی عورت پر مرد اپنی چادر ڈال کر تھوڑی دیر کے لئے ہی سہی اپنی بیوی سمجھ بیٹھتا تھا! اسی طرح اپنی مرضی کی مالک کوئی عورت کسی راہ چلتے مرد کو یہ دعوت دینے کا حق رکھتی تھی کہ وہ کچھ دیر کے لئے ہی سہی اس کے شوہر کا کردار ادا کر دے (اکثر کتب سیرت میں یہ مذکور ہے کہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا سے شادی کرنے سے قبل حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کو ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ نے ایسی ہی شادی کی دعوت دی تھی جسے معصوم و رعنا نوجوان عبداللہ نے مسترد کر دیا تھا) ایسے ماحول میں کئی بار بیوہ ہونے، شہداء کی بیوہ ہونے، اسلام کی خاطر مصائب جھیل کر بے سہارا ہو جانے والی معزز و محترم خواتین کو اپنے نکاح میں لا کر رسول اللہ ﷺ نے اگر اپنی عصمت میں لے کر تحفظ دے دیا اور پھر ان کے مساویانہ حقوق ادا کرنے کو بھی اپنے اوپر لازم ٹھہرا لیا تو کیا قصور کیا؟ ایسے معاشرہ میں اسلام نے نکاح کی تمام مکروہ صورتوں کو منسوخ کیا، صرف ایک صورت باقی رکھی جہاں باقاعدہ مقرر شدہ دو گواہوں کے سامنے لوگوں کی موجودگی میں عورت اور مرد دونوں اپنی مرضی سے ایجاب و قبول کے بعد معاشرہ میں ذمہ دارانہ زندگی گزارنے کا اعلان کرتے ہیں، نکاح کو صرف ایک بیوی تک محدود کر دیا، صرف ناگزیر

Marfat.com

حالات اور استثنائی صورتوں کے ساتھ بشرط عدل و مساوات اور استطاعت انفاق کے ساتھ ایک سے زائد کی اجازت ہوئی، طلاق کو ابغض الحلال کہہ کر روکنے کی کوشش کی!

(3)

رسول اعظم وخاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی اس سرزمین پر انسانی تاریخ میں عورت کی عزت وعظمت اور آزادانہ حقوق وفرائض کے اولین علمبردار ہیں، کہتے ہیں کہ کسی بات کا اولین علمبردار صرف پہلا قدم اٹھاتا اور تمہید باندھتا ہے۔ وہ اس بات کو یا اس معاملہ کو بام عروج تک پہنچا کر کوئی معجزانہ کمال نہیں دکھا پاتا، لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دیگر معجزات کی طرح یہ معجزانہ کمال بھی دنیا کو دکھا دیا ہے، عورت کی آزادی اور حقوق کو بام عروج تک پہنچایا ہے، آپ سے پہلے اگر عورت کی آزادی اور حقوق کی کوئی آواز اٹھی ہو تو مجھے بھی بتایئے گا، لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کے احترام، تقدس، عظمت، آزادی، اور حقوق کو جس بام عروج تک پہنچایا ہے اس پر حقوق نسواں کے جدید علمبردار تو صرف رشک ہی کر سکتے ہیں۔ ''نئی روشن خیال دنیا'' عورت کو کھلی فضاؤں میں تو لے آئی ہے مگر کس قیمت پر؟ اس کی مقدس نسوانیت چھین کر! اور تو اور عورت سے اس کا مستقل تشخص تک چھین لیا گیا ہے! چنانچہ ''فریدہ'' کا باپ تو ''کرمانی'' تھا اور اس لئے وہ ''فریدہ کرمانی''، یعنی کرمانی کی فریدہ یا کرمانی کی بیٹی فریدہ ہے، یہ تو نظام قدرت کا طبعی نتیجہ ہے مگر یہ کیا کہ مغرب کی تقلید میں شادی کے بعد یہی بیچاری ''فریدہ اکبر'' (یعنی اکبر کی فریدہ!!) اکبر نے طلاق دے دی تو ''فریدہ کرمانی'' کا اپنا آزاد اور مستقل تشخص خاک میں مل گیا! یہ آزادی ہے یا ذہنی غلاموں کی اندھی تقلید ہے! کبھی ''عائشہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' سنا! کبھی ''فاطمہ علی'' (رضی اللہ عنہما) کہیں لکھا دیکھا!! ہرگز نہیں! ان خواتین اسلام کا (دیگر کی طرح) اسی طرح قیامت تک مستقل تشخص باقی اور پائندہ رہے گا!

حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا سے آپ کی شادی طلوع اسلام اور عطائے نبوت سے قبل ہوئی تھی، آپ نے پچیس سال کی عمر میں اپنے سے پندرہ سال بڑی چالیس سالہ خاتون قریش سے شادی کو بخوشی قبول فرمایا تھا، یہ رشتہ بھی دوسروں نے طے کیا تھا، یہ

Marfat.com

شادی ربع صدی تک رہی، کبھی آپ کو دوسری شادی کا خیال تک بھی نہ آیا، سیدہ کی وفات کے بعد اپنی ایک محترم صحابیہ کے مشورہ سے حضرت سودہ بنت زمعہ سے محض بچیوں کی نگہداشت کے لئے نکاح کیا جو سابقین اولین میں سے تھیں، اسلام کی خاطر مصائب سہے، ہجرت حبشہ میں شریک ہوئیں، عمر رسیدہ اور بے سہارا بیوہ تھیں، ایک خادمہ بن کر بھی کاشانہ نبوی میں رہ سکتی تھیں مگر سرکار ﷺ نے حضرت سودہ کو اپنی زوجیت میں لے کر ام المومنین ہونے کا شرف بخشا۔

یہ بات مانی ہوئی ہے اور شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ حضرت خدیجہ کے بعد جس بیوی نے رسالت مآب ﷺ کے دل میں گھر کر لیا وہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما ہیں، میں یہ تو نہیں کہتا کہ ''اسلام میں یہ پہلی محبت تھی'' اور نہ ان مسخروں کی تائید کرتا ہوں جنہوں ایک پیغمبر کی اپنی بیوی سے مخلصانہ محبت کو ''داستان عشق'' سمجھ کر ناولوں کا موضوع بنا لیا لیکن یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اگر حالات مجبور نہ کرتے تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ صرف ایک بیوی پر اکتفا فرماتے اور وہ سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما ہیں، اسی لئے آپ نے حضرت عائشہ کی رخصتی کے بعد حضرت سودہ کو آزاد کرنا چاہا مگر انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کی زوجیت سے محروم ہونا گوارہ نہیں کر سکتی، آپ صرف عائشہ ہی کو خوش رکھیے، میں ان کے حق میں اپنی باری سے بھی دست بردار ہوتی ہوں! اس کے بعد کی تمام شادیاں...... جن کی ابھی تحدید یا ممانعت کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ خاص حالات کا نتیجہ ہیں اور اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ آپ نے تمام ازواج مطہرات کے حقوق تو برابر ادا فرمائے، سب سے انصاف تو کیا اور یہی اور اتنا ہی انسان کے بس میں ہے، رہی بات دل کی تو وہ تو اللہ رحمان رحیم کے دست قدرت میں ہے، دل پر تو صرف اسی کا تصرف چلتا ہے، حتیٰ کہ کوئی فرد بشر خود بھی اپنے دل پر قادر نہیں ہوتا، اسی لئے تو سرکار ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''یا اللہ! جو عدل اور مساوات میرے بس میں ہے وہ تو میں نے قائم کر دی ہے، رہا دل تو یہ تو تیرے قبضہ قدرت میں ہے؟'' وصال سے قبل صرف حضرت عائشہ کے کمرے میں رہائش کی خواہش بھی اسی بات کی غمازی کرتی ہے، دیگر ازواج مطہرات کو بھی

Marfat.com

احساس تھا کہ حضرت عائشہ کا مقام کیا ہے اور مقابلے میں ان کی حیثیت کیا ہے، حالانکہ حضرت سودہ کے سوا سب حضرت عائشہ کے بعد نکاح میں آئی تھیں۔

(4)

رشتہ ازدواج اسلام میں ایک مقدس بندھن ہے، اتنا مضبوط کہ موت بھی اسے نہ توڑ سکے مگر اتنا نازک کہ صرف دو لفظوں ''ایجاب وقبول'' سے شروع ہو جاتا ہے اور صرف ایک لفظ ''طلاق'' سے ختم ہو جاتا ہے مگر یہ بندھن صرف ایک مرد اور عورت کو جوڑ کر، میاں بیوی کے روپ میں ایک دوسرے کا پردہ، لباس اور ذمہ دار ہی نہیں بناتا بلکہ دو قبیلوں اور دو خاندانوں کو بھی جوڑ دیتا ہے، سسرالی اور ذوی الارحام والے رشتے اسی رشتہ ازدواج کے مرہون منت ہوتے ہیں، یوں شادی کا یہ بندھن شرف واعزاز کا باعث اور وسیلہ بھی ہوتا ہے۔

حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے سوا دیگر امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے رسول اکرم ﷺ کی تمام شادیاں خصوصی حالات کا نتیجہ تھیں۔ ان خصوصی حالات میں سے ایک حالت یہ بھی تھی کہ دین اسلام کی تقویت اور اشاعت میں مدد ملے۔ حضرت جویریہ بنت الحارث، حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ اور حضرت میمونہ بنت الحارث ہلالیہ رضی اللہ عنہن، اسی طرح حضرت ریحانہ بنت زید اور حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہما سے نکاح کا حقیقی مقصد بھی ان کے قبائل سے انسیت اور وابستگی تھی، حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کو سماج میں سہارا دینا مقصود تھا، حضرت ام حبیبہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے شادی ان کی اور ان کے بزرگوں کی دلجوئی کے لئے تھی، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے حکم نبوی کی تعمیل کرتے ہوئے اسلامی مساوات کو عملی شکل دی تھی، امیر وغریب اور آقا وغلام کے مصنوعی فرق کو مٹانے کے لئے رضا کارانہ کارنامہ انجام دیا تھا اس لئے ان کو شرف زوجیت عطا کر کے ان کی قدر کی گئی، نیز اس سے ایک تار عنکبوت جیسے دور جاہلیت کے رشتہ کی روایت ختم کی گئی!

ام المومنین حضرت ماریہ مصریہ (میں انہیں قبطیہ ہرگز نہیں لکھوں گا کیونکہ پرانے زمانے کے عربوں کے ہاں لفظ قبطی یا قبط سے مراد ''مصری عیسائی'' ہوتا تھا، قبطیہ کا مطلب

Marfat.com

''مصری عیسائی'' ہوا جب کہ وہ اسلام قبول کرنے کے بعد ''مصری مسلمان'' کہلانے کی حق دار ہیں مگر لکیر کی فقیری کا کیا علاج، کسی ایک نے شروع میں انہیں قبطیہ لکھ دیا تو سب وہی لکیر پیٹنے لگے!!) کو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن رسول ﷺ کی والدہ ماجدہ ہونے کا شرف حاصل ہوا اور سرکار ﷺ کی زبان مبارک پر تھا: ''اعتقها ولدها'' یعنی انہیں ان کے فرزند نے آزاد کر دیا ہے، یہاں سے نہ صرف حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی آزادی شروع ہوگئی (آپ نے اپنی زبان مبارک سے ان کی آزادی کا اعلان فرماتے ہوئے اس کا سبب اور وسیلہ ان کے اپنے بیٹے کو قرار دے کر گویا اپنی ماں کی آزادی کا اختیار مصطفیٰ ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا) بہر حال جیسے ''اَعْتَقَهَا'' زبان مصطفیٰ ﷺ سے ادا ہوا اسی وقت حضرت ماریہ آزاد ہوگئیں، بلکہ اسلامی قانون میں ''ام ولد'' کی آزادی کا اصول بھی مسلم ہوگیا، یوں وہ نہ جانے کتنی ہی لونڈیوں کی آزادی کا سبب بن گئیں! اس لئے اسلامی قانون سازی میں جس طرح حضرت زینب بنت جحش کا ام المومنین بننا اسلامی فقہ کو ایک اصول دیا گیا اسی طرح حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ہونا حضرت ماریہ مصریہ رضی اللہ عنہا کو ام المومنین بنانے کا سبب ہونے کے ساتھ ساتھ ہر ام ولد کی آزادی کا پیغام بھی بن گیا!

بانیان مذاہب و ہادیان امت کی زندگیوں میں کبھی ایسا مرحلہ بھی آجاتا ہے جب ان کے جاں نثار، ان سے عقیدت و محبت رکھنے والی پیروکار خواتین یا ان کے اقارب اپنے ہادی یا رہنما کی قربت و دلجوئی کے لئے ان سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کو بہت بڑے شرف اور اعزاز کا باعث سمجھتے ہیں، خصوصاً جب یہ ہادی و رہنما حضرت مصطفیٰ ﷺ جیسی ہستی ہوں جو بیک وقت نبی اور حاکم تھے۔ تو دلوں میں ایک پر جوش تحریک پیدا ہوتی ہے، چنانچہ شرف صحبت کے ساتھ ساتھ شرف زوجیت پانے کے لئے بھی مومنات صادقات اور ان کے اولیاء میں بھی ایسا ہی جذبہ موجزن ہوگیا تھا، ابن سعد نے ایسی درجنوں مسلم خواتین کے نام دیئے ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی زوجیت کا شرف پانے کی آرزو ظاہر کی اور خود کو رسول اللہ ﷺ کے لئے ہبہ کر دیا مگر ایسی خواتین اسلام میں سے صرف ایک ہی

Marfat.com

ہستی کی یہ آرزو پوری ہوئی اور وہ تھیں حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا!

خواتین اسلام میں سے جن کو مصطفیٰ ﷺ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا انہیں اللہ جل شانہ نے تو امہات المومنین کا خطاب عطا فرمایا اور وہ امت مسلمہ کی مقدس مائیں بن گئیں، مگر امت نے ان کے لئے ''ازواج مطہرات'' کا خطاب بھی پسند کیا، لیکن یہ خطابات خالی خولی خطابات نہ تھے بلکہ ان کے پس منظر میں ایک بہت بڑی حکمت کارفرما تھی، ان مقدس ماؤں نے امت کی تعلیم وتربیت اور رہنمائی کا فریضہ انجام دینا تھا جو انہوں نے کما حقہ ادا کیا، انہیں رسول اکرم ﷺ کا یہ تائیدی حکم تھا کہ میری گھریلو اور ذاتی (پرائیویٹ) زندگی کی تمام باتیں امت تک پہنچائیں جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تاکیدی حکم تھا کہ میری ہر بات دوسرے لوگوں تک پہنچاؤ! چنانچہ امہات المومنین ازواج مطہرات نے دینی مسائل اور احکام شریعت ایک مقدس امانت تصور کرتے ہوئے امت تک پہنچا دیئے۔ سیرت طیبہ کے تمام پہلو ان مسلم خواتین کے ذریعہ نمایاں کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ بالغہ یہی تھی کہ سنت وسیرت کا ہر ہر پہلو، کیا عوامی کیا ذاتی، امت کے تمام مرد و زن تک صحیح صحیح پہنچانے کے لئے نیک دل و پاک طینت خواتین کی ایک معقول تعداد ازواج مطہرات کی شکل میں موجود ہو جو تمام و مکمل شریعت سے سب کو آگاہ کر دیں اور کوئی بات یا کوئی پہلو امت سے پوشیدہ نہ رکھا جائے، ہر ام المومنین ماں کے ساتھ ساتھ امت کی معلّمہ بھی بن گئیں، ازواج مطہرات کے حجروں سے درسگاہیں بن گئیں جہاں مسلم خواتین آتی، حدیث وسیرت کے درس ہوتے اور وہ مستفید ہو کر واپس جاتیں، ان نیک دل و پاک طینت ماؤں نے رسول ﷺ کی ہر بات امت کے حافظہ کے سپرد کر دی، اس سلسلے کی سب سے بڑی اور عظیم الفائدہ درسگاہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر تھا جہاں سے علم دین کے چشمے پھوٹے اور امت کے ہر کھیت کو سیراب وشاداب کر گئے!

ازواج مطہرات کی ان درسگاہوں میں مسلم خواتین کو رسول اللہ ﷺ کی نجی زندگی کے تمام گوشوں اور پہلوؤں سے آگاہ کیا جاتا تھا اور بتایا جاتا تھا کہ آپ نے تمام ازواج مطہرات کے درمیان عدل و مساوات کے ترازو میں کبھی فرق نہیں آنے دیا، اخراجات و

Marfat.com

ضروریات زندگی میں بھی سب کے ساتھ یکساں سلوک ہوتا تھا، آپ نے کبھی کسی کو مارنا تو دور کی بات ہے زبان سے بھی برا بھلا نہ کہا تھا، نہ کبھی کسی کو ڈانٹا نہ اذیت دی، آپ اپنی ازواج کی خوشنودی اور دلجوئی کو مقدم رکھتے تھے، سورۂ تحریم میں یہ فرما کر کہ ''اے حبیب پاک آپ تو اپنی ازواج کی خوشنودی کی فکر میں رہتے ہیں'' رسول اللہ ﷺ کے ایک شفیق، مہربان اور اچھا شوہر ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی گئی ہے، آپ ان کی نوک جھونک اور تلخ نوائی کو بھی خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ اعلان ایک وعظ بھی تھا اور ایک چیلنج بھی کہ:

خیر کم خیر کم لأھلہ و انا خیر کم لأھلی

''تم میں بہترین وہ آدمی ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے بہترین ہے اور میں تم سب میں سے اپنے اہل خانہ کے لئے اچھا ہوں!!''۔

(5)

اہل علم کے نزدیک سیرت سے مراد کسی فرد بشر کا وہ طرز زندگی ہے جو وہ اپنے گردوپیش کے لوگوں کے درمیان رہ کر ان سے برتاؤ کرنے اور اپنے ماحول میں لین دین اور بول چال میں اختیار کرتا ہے، وہ اپنے گردوپیش اور ماحول سے متاثر بھی ہوتا ہے اور اس پر اثر ڈالتا بھی ہے، عمل اور رد عمل کے انہی مظاہر کی کہانی اس فرد کی سیرت کہلاتی ہے، اگر کسی فرد کی سیرت و کردار سے یہی داستان حیات مراد ہے تو پھر اس فرد بشر کی اپنی داستان حیات کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ اس کے گردوپیش بسنے والے افراد کی زندگیوں کا مطالعہ بھی میسر آ جائے تو اس فرد بشر کی داستان حیات مزید واضح اور روشن ہو جائے گی، یہیں سے اس موقف کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اعظم و خاتم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ کی تکمیل و تفصیل میں آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خصوصاً آپ کی ازواج مطہرات کی زندگیوں کا مطالعہ ایک بہترین مصدر اور مضبوط وسیلہ ہے بشرطیکہ ان اسلاف کرام کی زندگیوں کے تفصیلی واقعات محفوظ و میسر ہوں!

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں ہمارے ان اہل علم و قلم پر کہ جنہوں نے اسی افادیت د

Marfat.com

ضرورت کے پیش نظر جہاں رسول اکرم ﷺ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ، زبان مبارک سے ادا ہونے والا ایک ایک حرف اور آپ کی عملی زندگی کا ایک ایک قدم محفوظ کر دیا ہے اسی طرح آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تراجم خصوصاً امہات المومنین ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حالات کو بھی ضبط تحریر میں لا کر محفوظ کر دیا گیا ہے بلکہ آپ کے معاصرین (موافقین ومخالفین) کے احوال بھی ریکارڈ کر دیئے گئے ہیں، یوں ہمارا سرمایہ تاریخ، سیر اور تراجم دنیا کا سب سے زیادہ قیمتی اور معتبر سرمایہ بن گیا ہے!

ہمارے ان اسلاف کرام کی دریا دلی بلکہ احساس ذمہ داری کا عالم یہ ہے کہ انہوں نے ان تمام لوگوں اور گروہوں کے احوال وسوانح کو بھی بڑی امانت داری اور حوصلے کے ساتھ بلاکم وکاست ضبط تحریر میں لا کر محفوظ کر دیا ہے جن کا کسی قسم کا تعلق یا واسطہ ہمارے رسول اعظم وخاتم ﷺ سے تھا حتی کہ قریش مکہ کے شعراء کا وہ گستاخانہ کلام اور یہود ونصاری کے مذہبی پیشواؤں کے وہ اقوال اور آراء بھی جمع کر کے محفوظ کر دی ہیں، جو مختلف مواقع پر اسلام، اہل اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق ظاہر کی گئی تھیں، اس سرمایہ معلومات سے جہاں اولین مسلمان اہل علم کی رواداری اور دریا دلی کا ثبوت ملتا ہے وہاں یہ علمی ذخیرہ نہ صرف منفرد، معتبر اور قیمتی سرمایہ بھی بن جاتا ہے بلکہ ایک مفید اور دلچسپ مطالعہ کا سامان بھی بن جاتا ہے جس کے گہرے، منصفانہ اور معروضی مطالعہ یا چھان پھٹک سے تمام حقائق کھل کر واضح ہو جاتے ہیں اور راہ حق کے تعین میں بھی سہولت پیدا ہو جاتی ہے، مصادر ومراجع کے اس قیمتی سرمایہ سے امت مسلمہ کا سر فخر بجا طور پر بلند ہو جاتا ہے اور ایک شاندار ماضی پر کامیاب حال کی تعمیر سے تابناک مستقبل کی توقع بھی پیدا ہو جاتی ہے!

(6)

گویا مذکورہ اسلوب کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، خصوصاً ازواج مطہرات کی زندگیوں کا مطالعہ ہر اچھے اور کامیاب سیرت نگار کا ہدف ہونا چاہیے کیونکہ اس اضافی مطالعہ کے بغیر سیرت طیبہ کی دل آویز، سبق آموز، روح پرور اور محبت بھری کہانی تکمیل پذیر نہیں ہو سکتی۔ سیرت طیبہ کی اچھی کتاب تیار کرنے کے لئے جہاں یہ ضروری ہے

Marfat.com

کہ دارارقم میں نبی رحمت کے نزول اور پھر صفہ مسجد نبوی جیسے اداروں کے تاریخ ساز کردار سے آگاہی حاصل کی جائے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ان تمام سابقین اولین اور آخرین لاحقین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا بغور مطالعہ بھی کیا جائے اور اس مطالعہ میں سر فہرست ان خواتین اسلام کی زندگیاں اور تاریخ ساز کردار ہے جنہیں تاریخ اسلام نے امہات المومنین اورازواج مطہرات کے خوبصورت اور پاکیزہ القاب سے یاد کیا ہے!

اللہ تعالیٰ کے نظام قدرت کا منشا یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس رسول اعظم وآخر ﷺ کی سیرت پاک نے ''اسوۂ حسنہ'' قرار پانا تھا اس کی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر پہلو انسانیت کی رہنمائی کے لئے محفوظ ہو جائے اور اکثر و بیشتر یہ عظیم الشان کام خواتین اسلام کے اسی مقدس ترین اور سب سے زیادہ محترم ومعزز گروہ نے انجام دیا، رسول اللہ ﷺ کے لئے کثرت ازواج کی خصوصی اجازت میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ سفر وحضر میں آپ کی نجی زندگی کا ہر ہر پہلو اُمت کے سامنے رہے اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان نیک بندیوں نے یہ فریضہ انجام دیا اور خوب نبھایا! ان خواتین اسلام میں سے ایک نہ ایک سفر وحضر میں ہر جگہ اور ہر آن آپ کے ہمراہ رہی اور پھر انہوں نے تمام احکام دین، آپ کے اقوال واعمال سے آگاہی کی امانت کو من وعن امت تک پہنچا دیا اسی لئے ان کی زندگیوں کا مفصل مطالعہ لازم اور بے اندازہ مفید ہے! سیرت طیبہ کے طلبگار کو اسے فراموش نہیں کرنا چاہیے!

(7)

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کی بیویوں کو مومنوں کی مائیں قرار دیا اور فرمایا:

''نبی (ﷺ) مومنوں کیلئے ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ومقدم ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات ان ایمان والوں کی مائیں ہیں'' (احزاب:6)

ماؤں اور بیٹوں کا یہ مقدس رشتہ حقیقی رشتوں سے بھی زیادہ پاکیزہ اور زیادہ مضبوط ہے، بالکل ایسے ہی جیسے نبی پاک ﷺ امت کے لئے، ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ قیمتی اور عزیز ہیں کیونکہ یہ معاملہ ہے ایمان اور عقیدت کا، روحانیت ومحبت کا اور اسی پر دارومدار ہے آخرت کی زندگی کا! اسی لئے یہ مقدس وروحانی رشتہ دیگر مادی رشتوں سے افضل واقوی بھی

Marfat.com

ہے اور دائی و جاوداں بھی! چنانچہ ان امہات المومنین اور ازواج مطہرات سے سگی ماؤں کی طرح شرعی نکاح ممنوع و حرام ہے بلکہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کو کسی قسم کی تکلیف یا اذیت پہنچانا ممنوع اور حرام ہے اسی طرح یہ شرعی نکاح بھی ممنوع و حرام قرار دے دیا گیا:

''اے ایمان والو! تمہیں یہ ہرگز زیب نہیں دیتا کہ تم رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچاؤ یا ان کے وصال کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو، تمہارا یہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بھاری ہے'' (احزاب: 53)

ازواج مطہرات کے متعلق قرآن کریم میں یوں ارشاد ہوا ہے کہ: (1)

''تم اے نبی کی بیویو! تقویٰ اللہ کے اس مقام پر ہو کہ اب تم عام مسلم خواتین کی مانند نہیں ہو'' (احزاب: 32)

''اس لئے اگر تم میں سے کوئی کھلے طور پر بدی کی مرتکب ہو تو اس کے لئے سزا بھی دوگنا ہوگی، (احزاب: 30-31)

لیکن اگر

''تم میں سے کوئی اللہ اور اس کے رسول کی خاطر نیک کردار اپناتے ہوئے عمل صالح انجام دے تو اس کے لئے اجر و ثواب بھی دوگنا ہی ہوگا!''۔

امہات المومنین کو گھروں میں ٹھہرے رہنے کا حکم ہوا، جاہلیت اولیٰ کی سی بے پردگی اختیار کرنے سے بھی منع کیا گیا، زکوٰۃ خیرات دیتے رہنے اور اطاعت گزاری کو اپنا شیوہ بنانے کی تاکید کے ساتھ یہ بھی فرمایا گیا کہ:

''اے نبی کے اہل خانہ! اللہ تعالیٰ ناپاکی کو تم سے دور کر کے تمہیں پاک و صاف بنانا چاہتے ہیں'' (احزاب: 33)

ان مذکورہ آیات ربانی میں ارشاد فرمائے گئے احکام و ہدایات کا جوہر یہ ہے کہ:

(۱) زوجیت رسول اللہ ﷺ نصیب ہونے کے بعد یہ خوش نصیب خواتین اب عام مسلمان عورتوں کی طرح نہیں ہیں، ان کا مرتبہ اور مقام بھی غیر معمولی ہے، اور ان کے لئے

1۔ القرآن الکریم، الاحزاب، آیات 30-33

Marfat.com

احکام وہدایات بھی الگ اور مختلف ہیں۔
(۲) ان کے لئے اجر وثواب بھی اوروں سے دوگنا ہے لیکن سزا وعقاب بھی دوگنا ہے۔
(۳) وصال نبوی کے بعد کوئی مسلمان ان سے عقد ثانی بھی نہیں کر سکتا، کیونکہ اب وہ امت کی ماؤں کے مرتبہ پر فائز ہو چکی ہیں۔
(۴) امہات المومنین کو محرم کے بغیر گھر سے باہر آنے کی بھی اجازت نہیں۔
(۵) اللہ تعالیٰ نے ان کی طہارت و پاکیزگی کی ضمانت دی ہے اس لئے اب وہ بلاشبہ ''ازواج مطہرات'' بھی ہیں۔

(8)

اب یہ دیکھنا ابھی باقی ہے کہ امہات المومنین ازواج مطہرات جیسے عظیم و پاکیزہ خطاب سے نوازی جانے والی ان محترم ومقدس خواتین اسلام کے تقدس وطہارت، طیب باطن اور پاکیزگی کا عالم کیا تھا، اور اس سلسلے میں مستند ثبوت اور تاریخی شہادات کی کیفیت کیا ہے؟!

اس سوال کا بہترین جواب ہمیں اس کڑی آزمائش پر ایک نظر ڈالنے سے ملے گا، جسے واقعہ افک کہا گیا ہے اور جس سے حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما کو گزرنا پڑا تھا۔ (ویسے ان تمام ہستیوں کی بے داغ اور پاکیزہ زندگیاں ہمارے سامنے ہیں، یہ پاکیزہ زندگیاں نبی آخر الزمان ﷺ کی پاک بیویوں کی شایان شان ہیں اور قرآن وحدیث کے علاوہ کتب سیر وتراجم سے ان کی جو تصاویر سامنے آتی ہیں وہ انبیائے بنی اسرائیل کی خواتین کے مقابلے میں کہیں زیادہ پاک صاف اور اطمینان قلب کا سامان کرتی ہیں حتیٰ کہ تورات میں حضرت ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام کی ازواج مقدسات کی جو لفظی تصاویر دکھائی گئی ہیں(1) مثلاً حضرت سارہ، حضرت ہاجرہ اور حضرت سفورا وغیرہ کے مقابلے میں بھی امہات المومنین کی لفظی تصاویر شان مصطفوی کے لئے زیادہ خوشگوار اور سبق آموز ہیں، ازواج مصطفیٰ ﷺ کا زہد وتقویٰ، خدا ترسی، طہارت قلب وضمیر، سخاوت، خدمت خلق، حسن اخلاق اور پاکیزہ کردار ہمارے لئے سکون قلب اور تسلی کا سامان ہے) سیدہ عائشہ

1۔ بائبل، پیدائش، باب 15

Marfat.com

رضی اللہ عنہا کا کڑی آزمائش میں سرخ رو ہونا ان سب کے لئے مہر تصدیق کا حکم رکھتا ہے۔

کتاب اللہ نے اس آزمائش کی کہانی کو "افک" (موقع پرست شیطان کا من گھڑت بہتان) قرار دیا ہے (1)، اہل ایمان کی تسلی اور اطمینان قلب کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے۔

قرآن کریم کی سورہ النور کی آیت 11 تا 26 حضرت صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کی عفت و پاکدامنی اور طہارت و برأت کی دائمی شہادت ہے جو ایمان و عقیدت سے آباد دلوں کے لئے تو اٹل، قطعی نا قابل انکار اور اطمینان بخش ثبوت ہے، پاکدامنی کی کتنی بڑی شہادت اور کیسی روح پرور تصدیق ربانی ہے جس کی صبح و شام ابد تک اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی زبانوں میں تلاوت کی جاتی رہے گی۔ تاہم جو دل کتاب زندہ قرآن حکیم پر ایمان کی دولت سے محروم ہیں مگر انصاف کی صلاحیت رکھتے ہیں، ان کے لئے یہ کافی ہے کہ:

(۱) اس بہتان عظیم کی اصل ایک ایسا شیطانی دماغ تھا جو ایک حسد بھرے، عداوت سے لبریز سر میں نصب تھا جو حسرت ناکام کی آگ میں ہر وقت جلتا رہتا تھا، یہ دماغ اور یہ سر عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کا تھا اور وہ بھی عینی شاہد نہ تھا بلکہ صرف اندازہ سے کہتا تھا کہ قافلے سے بچھڑ کر اکیلی رہ جانے والی نوجوان لڑکی ایک نوجوان مرد کے ساتھ سفر کرے اور کچھ بھی نہ ہو مگر اس بدنصیب کی سمجھ میں یہ نہ آسکا کہ وہ نوجوان مرد ایک مسلّم باکردار آدمی تھا جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان صادق رکھتا تھا، صبح و شام آپ کی خدمت میں رہتا تھا، اس کی ڈیوٹی تھی کہ قافلے کے پیچھے پیچھے رہے، بھولے بھٹکے کو راہ دکھائے اور گری پڑی چیز سنبھال کر قافلے سے آملے! لیکن اب کے بھولا بھٹکا اور کوئی نہ تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سب سے قیمتی متاع اور محبوب ترین ہستی حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا تھیں! اللہ کے پاک طینت پاک دامن بندہ نے "اناللہ" پڑھنے کے سوا ان سے کوئی بات نہ کی اور اپنی اونٹنی پر سوار کر کے سرکار ﷺ کے حضور حاضر ہو گیا! سیدہ عائشہ کے قافلے سے بچھڑنے کی کہانی اس قدر سادہ، عام فہم اور قابل یقین تھی (اور ہے!) کہ سب نے یقین کیا!

مگر حاسد رسول اور دشمن اسلام اپنی حسرتوں کی آگ میں جلنے اور بل کھانے والا

1۔ القرآن الکریم، سورت النور آیات، 11 تا 26

Marfat.com

منافق اعظم تو رسول اللہ ﷺ کو تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا، فتنہ پروری اور افتراء پردازی پر کمر بستہ ہوگیا، مگر نہ تو وہ خود چشم دید گواہ تھا اور نہ اس کا کوئی ساتھی، بس صرف حرم نبوی پر بدگمانی اور بہتان طرازی اس کا ہتھیار تھا! کہتا تھا: ''دیکھو یہ نوجوان مرد وعورت جنگل میں کیا کرتے رہے؟ میں نے سنا ہے یہ پیچھے رہ جانا دانستہ تھا اور دال میں کچھ کچھ کالا تھا''۔

اس بہتان کو اچھالنے میں بعض مسلمان بھی شامل ہو گئے تھے، جو بعد میں پچھتائے اور تائب ہوئے!(1)

قافلہ مدینہ منورہ واپس پہنچا تو غافل بھولی بھالی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیمار پڑ گئی، ایک ماہ کی بیماری میں سیدہ ایک غم میں گھلتی رہیں کہ میں بیمار ہوئی ہوں تو شفیق شوہر اور ہادیٔ اکرم ﷺ کے لطف وکرم کو کیا ہو گیا ہے؟ بیماری میں تو لطف وکرم کی زیادہ ضرورت تھی!!

(۲) جب بعض مسلمان بھی رئیس المنافقین کے شریک افتراء پردازی ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کو کوفت اور افسوس تو ہوا مگر عینی شواہد کے بغیر یقین کرنا ممکن نہ تھا جو موجود نہ تھے سب فتنہ پرور، بدگمانی اور سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے'' دال میں کچھ نہ کچھ کالا'' دیکھتے جا رہے تھے!!

سرکار ﷺ کی ایک حیثیت محبوب ومحب شوہر کی تھی جسے کام میں لانے کا موقع نہ تھا، مگر آپ حاکم اور قاضی بھی تھے، اب یہی حیثیت کام میں لانے کا موقع تھا! عینی شواہد معدوم تھے، اس لئے اب واقعاتی شہادتیں حاصل کرنے اور ''ملزمہ'' کا بیان یا اعتراف ہی کام میں لانا باقی تھا اور حاکم وقاضی (ﷺ) نے ایسا ہی کیا!

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت میں سیدہ کے حسن کردار اور برأت کی تصدیق کی پھر میاں بیوی کی مثالی محبت وباہمی اعتماد کا حوالہ بھی دیا۔

خاص خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے اپنی گواہی میں سیدہ کے حسن کردار کی تصدیق کی اور بتایا کہ میں نے ان میں کوئی عیب یا کمی نہیں دیکھی سوائے اس کے کہ وہ ایک کم عمر بچی ہیں جو بھولی اور معصوم ہیں۔

1۔ القرآن الکریم، سورت النور آیات، 11 تا 26

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اپنے بیان میں کسی نقص کی نشاندہی نہ کی البتہ یہ فرمایا کہ آپ پریشان نہ ہوں، صدمہ کو بھول جایئے، آپ کے لئے اچھے رشتوں کی کمی نہیں تاہم سیدہ عائشہ کی برأت کے لئے بریرہ کی تصدیق ہی کافی ہے!(1)

ازواج مطہرات میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو کئی لحاظ سے خصوصی حیثیت حاصل تھی، حسن و جمال اور رعب وجلال میں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہم پلہ تھیں، اس کا خود انہیں بھی اعتراف تھا (تسامینی من ازواج رسول اللہ ﷺ، ازواج رسول ﷺ میں وہ میری ہم پلہ ہیں) چنانچہ سرکار ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش کا بیان لینے کا فیصلہ کیا، اب وہ موقع تھا کہ وہ اپنی ہم پلہ سوتن اور حریف پر ضرب کاری لگا سکتی تھیں، مگر وہ نبی آخر الزمان ﷺ کی بیوی اور ام المومنین تھیں، ان کا بیان نہ صرف یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت و بیگناہی کا اٹل ثبوت ہے بلکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ازواج رسول ﷺ واقعی ازواج مطہرات (پاک بیویاں) اور امہات المومنین تھیں اور رسول اعظم و خاتم ﷺ کی ازواج کی یہی شان ہونا چاہیے تھی! حضرت زینب نے ایک چھوٹا سا سادہ سا جملہ ارشاد فرمایا مگر ''ایم قریش'' (قریش کی بیوہ) ہونے کی مدعی نیک دل پاک طینت خاتون نے کوزہ میں دریا بند کر دیا، فرمایا:(2)

''یا رسول اللہ! احمی سمعی و بصری! ما علمت الاخیراً''

یارسول اللہ! میں اپنی سماعت اور بصارت کی حفاظت کرتی ہوں! میں تو ان کے بارے میں خیر کے سوا کچھ بھی نہیں جانتی!''

(۳) مدینہ منورہ میں افتراء پرداز منافق اعظم نے طوفان برپا کر رکھا ہے، خانہ نبوی کی خوشیاں اور سکون گم ہے، ابن ابی اور اس کے ہمنوا سرگرمی سے بدنامی پھیلانے میں منہمک ہیں۔ مسلمانوں میں سے حضرت حسان بن ثابت، حضرت زینب بنت جحش کی ایک بہن حمنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک نمک خوار رشتہ دار مسطح بھی یہ شر پھیلانے میں شریک ہیں مگر بھولی بھالی معصومہ بے خبر بے نیاز بیماری میں صاحبہ فراش ہیں، جب ذرا طبیعت سنبھلی ہے تو

1۔السیدہ عائشہ صفحہ 56 2۔ایضاً صفحہ 53-60

84969

Marfat.com

رفع حاجت کے لئے اسی مسطح کی ماں کے ہمراہ مدینہ سے باہر نکلی ہیں، مسطح کی ماں کا پاؤں پھسلا ہے اور وہ درد اور گھبراہٹ میں بول اٹھتی ہیں: ''مسطح ذلیل کا ناس ہو''۔

حضرت عائشہ یہ بددعا سن کر برہم ہو جاتی ہیں اور بڑی بی کو ڈانٹتے ہوئے فرماتی ہیں ''آپ رسول اللہ ﷺ کے ایک ایسے صحابی کے لئے بدخواہی کر رہی ہیں جو بدری ہونے کا شرف رکھتے ہیں!''۔

بڑی بی چونک کر تعجب سے حضرت عائشہ کو دیکھتے ہوئے کہتی ہیں: ''تو بیٹی تجھے نہیں معلوم کہ اس بدبخت نے کس غلاظت میں اپنی زبان گندی کر لی ہے؟''۔(1)

''تو کیا کیا ہے اس بیچارے نے؟'' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے غصے میں سوال کیا۔ تب بڑی بی نے تمام قصہ کہہ سنایا، سیدہ کے رگ و پے میں جیسے بجلی سی کوندگئی ہو، جیسے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو، انہیں سرکار ﷺ کی بے رخی اور آپ کے لطف و کرم سے محرومی کا راز معلوم ہو گیا تھا، سسکیوں اور آنسوؤں کا طوفان امڈ آیا، وہیں سے واپس آ کر اپنے حجرے میں لیٹ گئیں، جب حضور ﷺ حسب معمول مزاج پرسی کے لئے آئے تو سیدہ نے اپنے والدین کے گھر چلے جانے کی اجازت مانگی جو عطا ہو گئی!

(9)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والدین کے پاس پہنچیں تو انہیں پریشان پایا، والدہ نے تسلی دیتے ہوئے بتایا کہ فتنہ پروروں نے سارے شہر میں بات پھیلا دی ہے، سیدہ فرمانے لگیں: ''سبحان اللہ! تو لوگوں کی زبانوں پر بھی یہی قصہ ہے''۔(2)

والدین کے گھر تین راتیں روتے دھوتے جاگتے گزار دیں، نہ کھایا نہ پیا رو رو کر برا حال کر لیا مگر شر کا طوفان بڑھتا گیا اور بحران شدت اختیار کرتا گیا!

(10)

رسول اکرم ﷺ نے گواہوں کے بیانات سننے اور واقعاتی شہادتوں کا جائزہ لینے کے بعد یہ تسلی کر لی کہ یہ مانے بغیر اب کوئی چارہ نہیں رہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

1۔السیدہ عائشہ،صفحہ 53-60　　2۔ایضاً

Marfat.com

عنہا کا کردار بے داغ رہا ہے اور یہ کہ فتنہ پرور و افتراء پرداز کوئی عینی شاہد پیش کرنے سے بھی عاجز ہیں اس لئے یہ بے سروپا الزام ایک افک اور بہتان عظیم ہے تو مسجد نبوی کے منبر پر رونق افروز ہوئے، سیدہ عائشہ کی پاکیزہ سیرت اور بے داغ کردار کی گواہی دی اور فرمایا کہ کچھ فتنہ پرور لوگ شہر میں شر پھیلا رہے ہیں، جو میرے لئے بہت تکلیف اور اذیت کا باعث ہے!! اس کے نتیجے میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بے چینی پیدا ہوئی حتی کہ رئیس المنافقین ابن ابی کا اپنا بیٹا اس کا سر قلم کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا مگر نبی رحمت مجسم شفقت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو صبر و تحمل کی تلقین فرمائی اور قانون کو ہاتھ میں لینے سے منع فرمایا!

مگر اس ''عدالتی تحقیقات'' کا ابھی ایک مزید اور آخری مرحلہ باقی تھا، انصاف کے تمام تقاضے پورا کرنا ضروری تھے، تاہم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس مرحلے کی توقع نہ تھی، وہ یہ سمجھ رہی تھیں کہ یہ کیچڑ اچھالنے والے ''مسطح'' جیسے لوگوں کا کام ہے، جس پر لوگ یقین نہیں کریں گے، صدق و اخلاص سے محبت کرنے والا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب اطہر تو کبھی بھی یقین نہیں کرے گا، بھلا اس قلب اطہر و صادق پر حقیقت کیسے چھپ سکتی ہے جس کا براہ راست رب العالمین جل جلالہ سے رابطہ ہے بس کسی بھی وقت خواب یا بیداری میں میری برأت اور بیگناہی کا اشارہ مل جائے گا، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائیں گے اور اپنی محبوب رفیقہ حیات کو ساتھ لے جائیں گے، لیکن انہیں یہ خبر نہ تھی کہ عدل کی لاٹھی کسی کا لحاظ نہیں کیا کرتی! حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحقیقاتی عدالت کے قاضی بھی ہیں اور عدل کی اٹل بنیادوں پر قائم اسلامی ریاست مدینہ کے سربراہ بھی ہیں، اس افک و بہتان عظیم کو جن فتنہ پردازوں نے معمولی بات سمجھ کر اس سنی سنائی کو اچھالنا شروع کر دیا ہے، یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے یہ نبی کی بیوی کی پاک سیرت اور کردار کو داغ لگانے کی ناپاک جسارت ہے، جب تک جھوٹوں کو ان کے گھر تک نہ پہنچایا جائے اور تلخ حقیقت دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو کر دلوں کے تمام وسوسے نہ دھو ڈالے اس وقت تک قانون عدل اپنا رخ نہیں بدلے گا! اس قانون عدل کی باگ ڈور اس وقت عادل اعظم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں ہے جنہیں اپنے رب کا حکم یہ ہے کہ روئے زمین پر اللہ کے

Marfat.com

بندوں میں عدل قائم کر کے انسانیت کو دکھا دیں کہ عدل کی بے لحاظ و بے آواز لاٹھی یوں عمل کرتی ہے! اس لاٹھی کی زد میں فاطمہ بنت محمد ﷺ آتی ہو یا عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما اس عصائے عدل کو اپنا کام کر کے ہی رہنا ہے!۔

عدالتی تحقیقات کا تلخ اور آخری مرحلہ آتا ہے! "ملزمہ" کا اپنا بیان سننے اور صفائی کا موقع دینے کا مرحلہ بھی تو ضروری ہے، قاضی وقت عدل و انصاف کے جلو میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لاتے ہیں، وہ "ملزمہ" جسے صرف امید ہی نہیں یقین تھا کہ ارحم الرحمین جل جلالہ دلوں کے بھید بھی جانتے ہیں، وہ ایک بے گناہ کی "صفائی کا پروانہ" اپنے رحمۃ للعالمین ﷺ کو بھجا دیں گے، شر کا طوفان افتراء تھم جائے گا، افک و بہتان عظیم کا فتنہ غبار بن کر ہوا میں اڑ جائے گا! مگر ایسے نہیں ہوتا! ایسا ہونا حکمت ربانی کے خلاف ہے! رب کی حکمت بالغہ قانون عدل کی راہ روکتی نہیں بناتی ہے تاکہ مجرم کیفر کردار کو پہنچیں اور بے گناہ بری ہو کر سفید نورانی چادر کی طرح چمکتے دمکتے باہر آ جائیں!

قانون حق و انصاف کی مبارک زبان گویاں ہوتی ہے:(1)

"توہاں! عائشہ! سنو! مجھے تمہارے بارے میں یہ باتیں پہنچی ہیں، سو اب اگر تم بے گناہ ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری برأت کا سامان کر دیں گے اور اگر تم سے گناہ سرزد ہو ہی گیا ہے تو اپنے رب کے حضور مغفرت اور توبہ کی التجا کرو کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما کر اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں!"۔

اگر ملزم کے خلاف کوئی شہادت یا ثبوت نہ ہو تو اسے عدالت بری کر دیتی ہے، مگر جس عدالت نے دنیا اور آخرت دونوں میں برأت کا انتظام کرنا ہے اس کے لئے یہ بیان صفائی اور توبہ پر آمادہ کرنا ضروری تھا تاکہ کسی دل میں کوئی وسوسہ کوئی خرخشہ باقی نہ رہنے پائے، مگر دیکھیے کیا ہوتا ہے؟ وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو تین دن کی بھوک اور پیاس سے نڈھال ہیں، آنسوؤں کا طوفان تھم نہیں رہا ہے اور یہ توقع لئے بیٹھی ہیں کہ حضور ﷺ سے بھلا ان کی بے گناہی کس طرح مخفی رہ سکتی ہے، مگر یہاں تو وہ بات ہی نہیں، وہ بھی شاید ان کے

1۔السیدہ عائشہ، صفحہ 53-60

Marfat.com

کردار پر شک کرنے لگے ہیں، اب تو پھر کچھ بھی باقی نہیں بچا! اب تو بحران اپنی شدت کی چوٹی پر پہنچ گیا ہے! سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود اپنے الفاظ میں بیان فرماتی ہیں کہ "جب رسول اللہ ﷺ یہ ارشاد فرما چکے تو میرے آنسو یک دم بالکل خشک ہو گئے!!"۔(1)

نبی پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جوہر شناسی بھی کمال کی عطا فرمائی تھی، آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صدق و اخلاص کو بھی سمجھتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ وہ مہمات الامور کے بھی ماہر ہیں اور بحرانوں کا سامنا کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں، سفر ہجرت کی رفاقت کے لئے بھی ان کا انتخاب اسی لئے ہوا تھا اور پھر تاریخ نے یہ بھی ثابت کیا کہ وہ ردت کے داخلی فتنوں اور بیرونی حملوں کی دھمکیوں کے شدید ترین بحران میں ریاست مدینہ کو کس طرح سنبھالتے ہیں!! یہ نگاہ رسول اعظم و آخر ﷺ کی تھی جو اپنے "صدیق اکبر" کو بھی پہچانتی تھی اور یہ بھی دیکھتی تھی کہ وہ تاریخ کے عظیم ترین مرد بحران ہیں جو رسالت خاتمہ کا کامیاب دفاع کریں گے اور پیدائش کے وقت ہی اسلامی ریاست کو کچل دینے کا ناپاک ارادہ رکھنے والے ہاتھ بھی توڑ دیں گے! یہی نگاہ پیغمبرانہ تھی جو صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کو بھی پہچانتی تھی، اس لئے تو سرکار ﷺ اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "ھی بنت ابی بکر" (یہ تو ابوبکر کی بیٹی ہے!) یعنی وہ اپنے والد گرامی کی طرح بحرانوں اور خطرات کا سامنا کر سکتی ہیں اور جس سے حساب چکانا ہو اس سے نمٹ بھی سکتی ہیں! اسی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو امت کی ماں کا کردار ادا کرنے اور اپنے بچوں تک تعلیمات اسلام پہنچانے سے پہلے ہی شاید زندگی کا سب سے زیادہ نازک اور خطرناک بحران درپیش ہے! انہیں یہ خیال آتا ہے کہ شاید سرکار ﷺ کی نظر میں بھی ان کا کردار مشکوک ہو گیا ہے، ان کے رب کی طرف سے بھی ان کی بے گناہی کا ابھی تک کوئی اشارہ نہیں ملا اور اب ان سے ایک ناکردہ گناہ کا اعتراف کرا کے توبہ کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے، چنانچہ بیماری کی نقاہت اور کوہ غم کے بھاری بوجھ کو ایک طرف پھینکتے ہوئے عظیم ترین مرد بحران کی بیٹی گویاں ہوتی ہیں:

"امی جان! ابو جی! میں آپ ہی کی بیٹی ہوں! میرے نیک کردار کی آپ ہی گواہی

1۔السیدہ عائشہ، صفحہ 53-60

Marfat.com

دے سکتے ہیں! کیا آپ کی بیٹی ایسی ہو سکتی ہے؟''۔(1)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والے جانتے ہیں کہ وہ اپنے داماد کا سامنا نہیں کر رہے، ان کے سامنے تو اللہ کے رسول ﷺ ہیں، اس لئے والدین کا جواب آتا ہے۔

''بیٹی! ہم رسول اللہ ﷺ کو کیسے جواب دے سکتے ہیں؟''۔

والدین کے یہ مایوس کن الفاظ بھی سیدہ عائشہ صدیقہ کا حوصلہ پست نہیں کرتے بس بحران میں مزید شدت پیدا کر دیتے ہیں، ان کا یہ ایمان اور یقین ہے کہ حق کا ضرور بول بولا ہوگا، جھوٹ کے تو پاؤں ہی نہیں ہوتے، تاریخ کے عظیم ترین مرد بحران کی لخت جگر کا جواب ان کے اپنے الفاظ میں سننے کے قابل ہے، فرماتی ہیں:(2)

''میں اس وقت ایک کم عمر لڑکی تھی، قرآن پاک کی تلاوت کی کثرت بھی ابھی نہ تھی، مگر ایک آیت ربانی کی کرن قلب و دماغ کو منور کر گئی اور میں نے کہا: واللہ! مجھے یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ آپ سب لوگوں نے یہ بات سن لی ہے، آپ نے اسے سچ بھی سمجھ لیا ہے اور یہ آپ کے ذہنوں میں پختہ بھی ہو چکی ہے، اس لئے اب اگر میں یہ کہوں کہ میں بالکل بے گناہ ہوں اور میرا اللہ جانتا ہے کہ میں بالکل بے گناہ ہوں۔ تو تم لوگ میری تصدیق نہیں کرو گے۔ لیکن اگر میں تمہارے سامنے ایک ایسے گناہ کا اعتراف کر لوں جس سے میں پاک ہوں۔ اور میرا اللہ جانتا ہے کہ میں اس گناہ سے پاک ہوں۔ تو آپ لوگ مجھے سچا مان لیں گے! واللہ! میں تو آپ کو سمجھانے کے لئے کوئی مثال بھی نہیں دے سکتی سوائے والد یوسف، یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کے جب انہوں نے فرمایا تھا کہ: ''**فصبر جميل! و الله المستعان على ما تصفون**'' (اب تو پھر صبر جمیل ہی ہے، اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس کے لئے تو اللہ تعالیٰ ہی مدد فرمائیں گے!'' یہ کہہ کر وہ بستر پر لیٹ گئیں اور منہ دوسری طرف کر لیا، ایک ماہ سے وہ بیمار تھیں، لوگ بھی ایک ماہ سے شہر میں یہ افواہ پھیلانے میں منہمک تھے، منافقین خانہ نبوت کی طرف انگلیاں اٹھاتے تھے اور یہ امید باطل باندھے بیٹھے تھے کہ شرف نبوت مجروح ہوگا اور وہ تماشا دیکھیں گے رسول اللہ ﷺ بھی اس صدمہ

1۔السیدہ عائشہ، صفحہ 53-60   2۔ایضاً، الصدیقہ بنت الصدیق، صفحہ 74

Marfat.com

سے پریشان تھے سلسلہ وحی بھی اس عرصہ میں منقطع تھا مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا ایمان متزلزل نہ ہوا، میرا یہ یقین پختہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میری بے گناہی ثابت ہونے کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور پیدا فرمائے گا اور رسول اللہ ﷺ کسی نہ کسی طرح حقیقت جان جائیں گے بس میری دعا اور تمنا یہی تھی، مجھ ایسی حقیر بندی یہ توقع لے بیٹھے کہ میری برأت کے لئے وحی الٰہی کے ذریعہ ایسی آیات بینات نازل ہوں جو تا قیامت سورت النور میں تلاوت کی جاتی رہیں! مگر علام الغیوب رب جلیل کے سب کچھ علم میں تھا۔ کہ سید البشر رسول اعظم و خاتم ﷺ کے گھرانے پر کیچڑ اچھالنے والے منافقین اور گمراہوں کا سردار ابن ابی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے بغض و حسد کی آگ ٹھنڈی کر رہا ہے! فرماتی ہیں کہ میرے اس بیان کے بعد کمرہ میں خاموشی چھا گئی، رسول اللہ ﷺ کے سامنے دم مارنے اور گستاخی کرنے کا کسی میں یارا نہ تھا! سکوت و جلال کی اسی فضا میں آپ پر نزول وحی والی کیفیت طاری ہوگئی، پیشانی مبارک سے موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے برسنے لگے اور جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ مسکرا رہے تھے، مجھے مخاطب فرماتے ہوئے خوشخبری سنائی کہ رب کریم نے تمہاری برأت اور بے گناہی کا اعلان فرما دیا ہے! والدین نے کہا کہ عائشہ اٹھو رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کرو، میں نے کہا: پہلے تو میں اپنے رب کریم کے سامنے سجدۂ شکر ادا کروں گی جس نے مجھ حقیر پر کرم فرمایا!''۔

(11)

واقعہ افک اب ایک تاریخ بھی ہے مگر سب سے پہلے یہ عقیدہ اور ایمان کا مسئلہ ہے رب جلیل کی تصدیق برأت کے بعد اس واقعہ میں حضرت زینب بنت جحش کی اپنی ترجیح پانے والی سوتن کے حق میں مومنانہ شہادت اور حضرت عائشہ کے منطقی و معقول اور قائل ہی نہیں بلکہ تسلی واطمینان کا سامان کرنے والے بیان کی موجودگی میں بھی اگر کوئی مسلمان رتی بھر شک میں پڑے تو اسے اپنے ایمان کی فکر کرنا چاہیے لیکن حضرت زینب کا کینہ سے پاک دل اور حضرت عائشہ کا صاف اور سادہ مگر معقول بیان ان خواتین اسلام کو ''ازواج مطہرات'' اور ''امہات المومنین'' کے خطابات کا مستحق ثابت کرتا ہے! اسی لئے اللہ جل

Marfat.com

شانہ نے ''طیبات طیبین کے لئے ہیں اور طیبون طیبات کے لئے ہیں'' کے اٹل اور غیر مبہم اعلان سے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام اور رتبہ قیامت تک کے لئے متعین فرما دیا ہے! یہ سب باتیں اہل ایمان کے لئے تسلی اور تسکین قلب کا سامان ہیں تاہم غیر مسلموں میں سے بعض معاندین نے یہ کافی نہیں سمجھا، خصوصاً یہودی مستشرقین اور ان کے گماشتوں کی تسلی نہیں ہوتی اور وہ بے سروپا مفروضے گھڑنے میں لگے رہتے ہیں اور خانہ نبوی پر کیچڑ اچھالتے رہتے ہیں!

ایسے لوگوں کے لئے ایک دو سوال شاید کافی ہوں! کیا انہوں نے کبھی اعلیٰ حسب و نسب کی مالک کوئی شریف عورت ایسی بھی دیکھی ہے جو صرف چند گھنٹوں میں پھسل کر گر پڑی ہو اور اپنے خاندان، اپنے شوہر اور خود اپنی عزت کو خاک میں ملا دیا ہو؟ کیا انہوں نے کوئی ایسا باکردار جوان دیکھا ہے جو کسی دوسرے مرد کو محبت، دوستی، احترام اور دلی ہمدردی کا مستحق بھی سمجھتا ہو، پھر اس محبت، دوستی، احترام اور دلی ہمدردی کا مستحق آدمی اس نوجوان کو اپنی عزت و ناموس کی حفاظت پر مامور کرے مگر وہ نوجوان چند گھنٹوں میں ہی اس کی عزت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا ڈالے؟ تھوڑی دیر کے لئے آپ یہ بالکل بھول جائیں کہ اعلیٰ حسب و نسب کی مالک یہ محترم خاتون سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، اور وہ رسول اعظم و خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب اور چہیتی بیوی ہیں جو اپنے شوہر نامدار کو اپنا ہادی و رسول بھی مانتی ہیں، ان پر غیر متزلزل ایمان رکھتی اور ان کی نافرمانی کو اپنی دنیا و آخرت کی بربادی تصور کرتی ہیں؟ کچھ دیر کے لئے آپ یہ بھی بھول جائیے کہ موضوع زیر بحث میں مذکور نوجوان سیدنا صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ ہیں جو اپنے نبی و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دن رات خدمت کرتے ہیں، ان کی رضا و خوشنودی کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں تمام اہل مدینہ ان کے حسن کردار پر گواہ ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اس وفادار، امانت دار اور فرض شناس صحابی کا فریضہ بھی یہی قرار دیا ہے کہ وہ اہل قافلہ کی گری پڑی چیزیں سنبھالیں گے، بھولے بھٹکے کو راستہ دکھائیں گے اور پسماندگان کو منزل تک پہنچائیں گے ان دو نوجوان ہستیوں کے اتفاقی اجتماع کو تو ایک حادثہ کی حیثیت حاصل تھی مگر ان کے متعلق اس

Marfat.com

گراوٹ کا تو تصور بھی محال ہے بلکہ ایسا سوچنا بھی پاپ اور گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اگر یہ من گھڑت قصہ کسی اور شریف زادی اور نیک مرد کے متعلق ہو تو بھی عقل سلیم یہ بات تسلیم کرنے سے قاصر ہے کہ وہ چند گھنٹوں کے اتفاقی ملاپ کے دوران کوئی ایسی گری ہوئی حرکت کر سکتے ہیں اور ملتے ہی ان کی شرافت پگھل جائے گی اور وہ پھسل کر اسفل السافلین میں جا گریں گے؟ چہ جائیکہ یہ پاپ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ جیسی دو مقدس ہستیوں سے سرزد ہونے کا تصور کریں! شرافت کے تار تار ہونے، تقدس کے پامال ہونے اور پختہ کردار کے بدکردار ہونے کے لئے ایک مدت درکار ہے، ایک ماحول کی ضرورت ہے اور ہوس پرستی میں عقل و ہوش کے اندھا ہونے میں وقت لگتا ہے!!

چلئے آپ کی خاطر کچھ دیر کے لئے ہی سہی ہم بھی یہ مان لیتے ہیں کہ پختہ کردار اور شرافت کے پتلے چند گھنٹوں میں ہی پگھل پھسل کر غلاظت کے گڑھے میں جا گریں گے مگر پختہ کردار کا جنازہ نکالنے والے اور دامن شرافت کو تار تار کرنے والے دونوجوان مرد و عورت عقل کا جنازہ کیسے نکالیں گے؟ شرافت کی دہلیز پھاندنے کے بعد خباثت کا لباس اوڑھنے والے قافلہ شرافت و تقوی سے آملنے کی ہمت کہاں سے لائیں گے؟ کیا وہ بلا تردد اور بلا جھجک، ندامت، شرمندگی یا خوف محسوس کیے بغیر اونٹنی پر سوار ہو کر رسوائی کے لئے کھلی دعوت بن کر لوگوں کے سامنے آموجود ہوں گے؟ یا جان بچا کر کہیں بھاگ جانے کی سوچیں گے؟ اگر وہ اس ماحول کا علم و اندازہ ہی نہیں رکھتے جہاں رئیس المنافقین ابن ابی جیسے افترا پرداز اور فتنہ گر موجود تھے تو پھر وہ عقل سے بھی عاری تھے اور دنیا کی اونچ نیچ کے تصور سے بھی محروم تھے، والعیاذ باللہ! ایسے حالات میں اور ایسے ماحول میں بلاتردد اور جلد سے جلد قافلے سے آملنے کی جرأت کرنے والے یقیناً نیک دل، پاک طینت اور پختہ کردار تھے جو یہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق سے کیا چھپ سکتا ہے؟ ان کی بے گناہی اور معصومیت تو عیاں راچہ بیاں کے مترادف ہے، افتراء پرداز اور فتنہ پرور منافقین کی بھی صرف اپنے رب کے حضور پاک دامن اور نیک دل لوگ ہی پروانہ کرتے تھے، ان کا تو یہ پختہ ایمان اور غیر متزلزل یقین تھا کہ جس کا حساب صاف اور شفاف ہے اسے تو کسی محاسبہ

Marfat.com

کرنے والے محتسب کی بھی پروانہیں ہوتی! سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ایمان اور یقین ایسا ہی ثابت ہے اور اس کی ناقابل انکار دلیل سیدہ کا وہ مدبرانہ اور دلیرانہ مگر ایمان افروز اور روح پرور موقف ہے جو انہوں نے اس فتنہ پروری سے آگاہی اور اس پر رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کا علم ہونے کے بعد اختیار کیا! وہ ذرا بھی نہیں گھبرائیں اس ایمان اور یقین پر کہ اللہ کے رسول ﷺ کو خواب میں یا بیداری میں ان کی بے گناہی کا اشارہ مل جائے گا مگر جب آپ نے سیدہ کو اعتراف گناہ کے بعد توبہ کی تلقین فرمائی تو سیدہ کو یہ اندازہ ہو گیا کہ تاحال سرکار ﷺ کو اپنے رب کی طرف سے ایسا کوئی اشارہ نہیں ملا مگر عفت و صدق سے مزین صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کی تمام تر امید اور یقین اپنے خدائے علام الغیوب ہی پر موقوف ہو جاتا ہے اور کردار کے اس ہولناک و اذیت ناک بحران کی چوٹی پر پہنچ جانے کے بعد وہی جرأت ایمان دکھاتے ہوئے مدبرانہ و دلیرانہ موقف اختیار کرتی ہیں جو تاریخ اسلامی کے سب سے بڑے مرد بحران اور ان کے والد گرامی نے بیرونی واندرونی خطرات اور ارتداد کے خوفناک طوفان کے سامنے اختیار فرمایا تھا!

ام المومنین سیدہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کا یہ موقف ایک ایسی نوجوان مومنہ صادقہ کا موقف ہے جسے اپنی بے گناہی اور معصومیت پر بھی بھروسہ ہے اور اپنے رب عالم الغیب والشہادۃ پر بھی پختہ ایمان ہے مگر یہ موقف ایک ایسی شریف الاصل اور حوصلہ مند خاتون کا موقف بھی ہے جو آنے والے وقتوں میں اس کی حکمت و تدبیر کا پتہ بھی دیتا ہے! وہ اس وقت تو سادہ لوح، معصوم اور ناتجربہ کار لڑکی تھیں مگر ان میں ''صدیقی جوہر'' موجود تھا اور پیغمبرانہ صحبت و تربیت اپنے رنگ دکھانے لگی تھیں! یہ دولت یقین اور یہ سرمایہ ایمان جس کا ثبوت اور اظہار عائشہ صدیقہ کے فیصلہ کن موقف اور دوٹوک جواب سے ہوتا ہے بلاشبہ سنت انبیاء ہے! اپنی بیگناہی پر یہ بھروسہ اور اپنے رب پر ایسا ایمان یا تو انبیائے کرام کا حصہ ہے اور یا پھر اس کا عملی مظاہرہ صدیقہ بنت صدیق کر سکتی ہیں جنہوں نے کاشانہ صدیقی میں پرورش پائی اور صحبت محمدی نے انہیں سونا نہیں کندن بنا دیا ہے! سچے لوگوں کا یہی جواب ہوتا ہے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر نیک اختر اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبوب رفیقہ حیات

Marfat.com

کی یہی شان تھی اور انہیں ایسا ہی ہونا چاہیے!!

(12)

ہم اہل ایمان کے لئے تو سورت النور ہی کافی ہے، رب جلیل نے اپنی ایک نیک بندی کے صدق و ایمان، سیرت و اخلاق اور پاک دامنی پر جو مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے اس کے بعد کسی مزید صفائی کی ہرگز ضرورت نہیں اور جو ضرورت محسوس کرے وہ اپنے ایمان کا علاج کروائے، مگر غیر مسلم دنیا کی تسلی کے لئے شاید یہی کافی ہو کہ مشرق و مغرب کے جن غیر جانبدار اور حقیت شناس و حق گو محققین نے سیرت نبوی پر اپنی تحقیقات کے ضمن میں "واقعہ افک" کے متعلق ایک بڑی ہی منصفانہ اور معقول بات کہی ہے اس سے ہر عقل مند متلاشی حق کی تسلی ہو جاتی ہے، اس تحقیق کا نچوڑ اور جوہر یہ ہے کہ قطع نظر ایمان و عقیدت یا تقدس و طہارت اس واقعہ کو بہتان عظیم ثابت کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہوگا کہ ہم اس واقعہ سے قبل اور اس کے وقوع پذیر ہونے کے بعد کے زمانوں میں ان دونوں ہستیوں، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہما کے باہمی میل جول اور کردار کا بغور مطالعہ کرلیں! اگر یہ کردار پہلے اور بعد میں بھی بے داغ رہا اور یہ میل جول بھی امت کی ایک ماں اور ان کے ایک پاک دامن بیٹے کا سا میل جول رہا ہے تو چند گھنٹوں کے اس میل جول کو ہی مشکوک سمجھ لینا بے انصافی ہوگی!

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزہ زندگی کو انتہائی قابل وثوق شہادتوں نے نبی کریم ﷺ کے حضور میں ثابت کر دیا تھا، بعد کے وقتوں میں امت کی مقدس اور مدبر ماں کا کردار سب کے لئے ایک کھلی کتاب ہے مگر صفائی اور پاک دامنی کی جو شہادت و تائید سیدنا صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ کو اہل مدینہ کی طرف سے نصیب ہوئی، وہ انہی کا حصہ ہے، غزوۃ المریسیع سے لے کر بعد کے تمام غزوات تک حضرت صفوان کو جو منصب امانت سونپا گیا وہ آخر تک انہی کے پاس رہا، غازیوں کے قافلوں کی گری پڑی اشیاء کو سنبھالنا ان کے سپرد رہا، ان پر سرکار ﷺ کا مسلسل اعتماد ان کی اہلیت، دیانت اور وفاداری کا منہ بولتا ثبوت ہے، وہ بہت بہادر انسان تھے، اہل مدینہ انہیں "حصور" کہتے

Marfat.com

تھے اور یہ وہ لقب ہے جو قرآن کریم میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پاک دامنی کے لئے آیا ہے، عربی میں حصور اس پاک دامن مرد کو کہتے ہیں جو ضبط نفس کے باعث عورت کے پاس نہیں جاتا، حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو جب اس بہتان کا علم ہوا تو بڑے افسوس اور دکھ کے ساتھ یہ نذر مانی کہ اگر وہ اس تہمت سے بری قرار دیئے گئے تو اپنے شاعر دوست حسان بن ثابت کی ضرور پٹائی کریں گے کیونکہ صفوان بھی شعر گو تھے اور حسان ابن ابی کی افترا پردازی کا ساتھ دینے میں شامل تھے، بعد میں حضرت حسان نے سیدہ عائشہ اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہما کی بے گناہی اور پاک دامنی کے متعلق شعر بھی کہے جو ان کے دیوان میں موجود ہیں، سورت النور کے نزول کے بعد صفوان رضی اللہ عنہ نے حسان رضی اللہ عنہ کی مرمت بھی کرنا چاہی اور حسان رضی اللہ عنہ زخمی بھی ہوئے مگر رسول اللہ ﷺ نے ان میں صلح کرادی، اس موقع پر حسان رضی اللہ عنہ نے اپنا مشہور دالیہ قصیدہ کہا اور اپنی غلطی پر نادم بھی ہوئے، کہتے ہیں:

امسى الجلابيب قد عزوا وقد كثروا وابن الفريعة امسى بيضة البلد

''جو ذلیل تھے وہ عزت اور کثرت والے ہو چکے اور حسان بن فریعہ شہر میں تنہا رہ گیا ہے!''۔

(13)

رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آنے والی پاک طینت اور نیک انجام خواتین اسلام کو اللہ تعالیٰ نے جب امہات المومنین (امت مسلمہ کی مائیں) قرار دیا تو اس سے کچھ خصائص، کچھ امتیازات اور کچھ فرائض و واجبات بھی لازم ٹھہرے، قرآن کریم میں واضح طور پر بتا دیا گیا کہ **يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ** ''اے نبی ﷺ کی بیویو! تم دیگر عورتوں کی طرح بالکل نہیں ہو''۔ (احزاب: 30-33) ان خصوصی امتیازات اور فرائض و واجبات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امت کا کوئی مرد ان سے نکاح نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ تو امت کے تمام مردوں کی مائیں ہیں، یہ حکم بھی واضح طور پر قرآن کریم میں موجود ہے (احزاب: 53) چنانچہ شفقت و رحمت اور مروت و وفا کا تقاضا یہ بھی تھا کہ ان مقدس خواتین کو نبی پاک ﷺ طلاق دے کر اپنے سایہ عاطفت اور اعزاز زوجیت سے محروم نہ

Marfat.com

کریں اور محسن انسانیت رحمۃ للعالمین ﷺ نے ایسے ہی کیا، آپ کے لئے وہ طریقہ اختیار کرنا مناسب نہ تھا جو ہمارے زمانے کے بعض عرب حکمران کرتے رہے ہیں کہ درجنوں شادیاں کیں مگر بیک وقت نکاح میں صرف چار ہی رہیں، قبائل اور اشخاص کی دل جوئی کے لئے ان کی خواتین کو اپنے نکاح میں لانے کا شرف و اعزاز بخشنے اور انہیں شاہی مراعات دینے کے بعد طلاق دے دیتے تھے، تاہم ان مطلقات پر نکاح ثانی نہ کرنے کی پابندی نہیں تھی جب کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو اس بات کی اجازت ایک تو اس لئے نہیں تھی کہ وہ امت کی مائیں اور ازواج مطہرات ہونے کا شرف رکھتی تھیں اور دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ ان نیک روحوں میں سے کسی کو رسول اکرم ﷺ کی جدائی گوارا نہ تھی، ان میں سے ہر ایک کا انتخاب و اختیار ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ تھے ازواج مطہرات کی نسوانی بشریت کے باعث جب بھی کوئی بات آپ کے لئے ناگوار ہوتی اور تنگ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ آئی اور انہیں الگ ہونے کا اختیار دیا گیا مگر ان نیک خواتین کا اختیار ہمیشہ خدا اور رسول تھے اور ان میں سے کسی نے بھی آپ سے جدا ہونا گوارا نہ کیا! سب نے یہی فرمایا اخترت اللہ ورسولہ " کہ میں نے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چن لیا" اور یہ کسی مہلت اور سوچے بغیر اور بلا تردد فوری جواب دیا گیا اور اس میں بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سبقت اور فضیلت حاصل ہے!

(14)

ہماری اس مفصل اور مدلل گفتگو کا مقصد یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کوئی فرشتے تھے! یا وہ بشری عوارض سے محروم کوئی ملکوتی مخلوق بن گئی تھیں! ہمارا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ وہ امہات المومنین (مومنوں کی مائیں) قرار پا گئی تھیں اور "ازواج مطہرات" (نبی پاک ﷺ کی پاکیزہ بیویاں) ہونے کا شرف رکھتی ہیں، وہ نہ صرف یہ کہ اپنے محترم و پاکیزہ کردار اور شفقت مادرانہ کے طفیل امہات المومنین اور ازواج مطہرات کے خطابات والقاب کی مستحق ہیں بلکہ ان کی زندگیوں کے مطالعہ سے سیرت طیبہ پر روشنی پڑتی ہے، بہت سے گوشے سامنے آتے ہیں اور بہت سے ایسے پہلو نمایاں ہوتے

Marfat.com

ہیں جوان پاکیزہ زندگیوں کے وسیع اور گہرے مطالعہ کے بغیر تشنہ رہ جاتے، ان خواتینِ اسلام نے نبی کریم ﷺ کی ہدایات کے مطابق آپ کی نجی زندگی کے کسی پہلو کو اپنے بیٹوں اور بیٹیوں سے مخفی نہیں رکھا، یوں انہوں نے امت کی مائیں ہونے کا حق ادا کر دیا ہے!

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی ان نیک دل اور پاک طینت بندیوں نے سرکار ﷺ کی تعلیمات کو بھی ایک مقدس امانت سمجھ کر عام امت کے سپرد کر دیا ہے، آپ نے جو کچھ فرمایا، جس انداز میں فرمایا، جو کچھ کیا اور جس طرح کیا وہ سب اپنے فرزندوں تک پہنچا دیا ہے، ایسی پاک، خیر خواہ اور نیک دل مائیں کسی اور نبی کی امت کو نصیب نہیں ہوئیں، امت اپنی ان مخلص و مقدس ماؤں کی احسان مند اور شکر گزار ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ہم سب کی طرف سے نیک جزا عطا فرمائے اور آخرت میں بھی ان کی پاک روحیں جنت الفردوس میں نبی پاک ﷺ کی شریک سفر ہیں جس طرح وہ اس دنیا میں ہمارے آقا و مولیٰ مصطفیٰ ﷺ کے لئے سراپا خدمت، ہمہ تن راحت اور ہمیشہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کے لئے بے اندازہ خوشیوں کا وسیلہ تھیں، آمین!!

ظہور احمد اظہر

لاہور 31 دسمبر 2005ء

Marfat.com

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
قدر شناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

طلوع آفتاب رسالت محمدی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام سے پہلے کی دنیا میں نبی ورسول کا منصب ایک ایسا خاردار رستہ متصور ہوتا تھا جو خطرات اور مشکلات سے پر ہوتا ہے، لوگ یہی جانتے تھے کہ نبی کو وطن تو ہر حال میں چھوڑنا ہی پڑتا ہے مگر اس کے علاوہ یا تو نمرود کے دہکتے ہوئے الاؤ میں پھینکا جاتا ہے، یا اسے فرعونوں سے پالا پڑتا ہے جو ید بیضا اور عصائے کلیمی کے خداوندی کرشموں کو بھی محض جادو کا کھیل خیال کرتے ہیں، نہ تو انہیں خون کی بارش سبق سکھا سکتی ہے اور نہ وہ مینڈکوں کے سیلاب سے ڈرتے ہیں بلکہ انہیں تو اللہ تعالیٰ کی ''آیات مفصلات'' بھی متاثر نہیں کرسکتیں اور ہر اعجاز موسوی کو معمولی شعبدہ گری تصور کرتے ہوئے بنواسرائیل کے تعاقب میں بحیرۂ قلزم میں کود پڑنے سے بھی نہیں جھجکتے اور موجوں کی نذر ہو جاتے ہیں۔

سب سنتے اور جانتے ہیں کہ سنگدل بنواسرائیل نبیوں کو بے رحمی سے قتل کرتے رہے ہیں، آری سے چیرتے بھی رہے ہیں بلکہ بزعم خویش سولی پر بھی چڑھاتے رہے ہیں، کیونکہ یہ تو بہت بعد میں ہوا جب تاج نبوت ایک ایسی ہستی کے سر سجا جو اول الخلق بھی ہیں اور خاتم الانبیاء بھی ''وہی اول وہی آخر وہی یاسین وہی طٰہٰ'' (1) کے بھی وہی مستحق ہیں اور آفتاب رسالت بن کر اپنی چکا چوند روشنی سے چہار دانگ عالم کو بھی جگمگا دیا، دنیا میں توحید ربانی کا ڈنکا بجا کر اللہ جل شانہ کی عظمت و جبروت سے انسانیت کو یوں آگاہ و خبردار کر دیا کہ اب کوئی بھی حقیر بندہ فرعون یا نمرود بن کر خدائی کا دعویٰ کرنے کے قابل نہ رہا اور انسانوں کے دل عرفان توحید سے ایسے روشن اور پختہ ہو گئے جو نہ تو کسی کو خاطر میں لاتے ہوئے سجدہ ریز ہو سکتے تھے اور نہ وہ شرک کے اندھیروں میں بھٹک سکتے تھے!

1۔ کلیات اقبال اردو، صفحہ 3

Marfat.com

نبوت و رسالت کی یہ شان انسانیت نے آمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد دیکھی اور پہچانی مگر اس آمد سے پہلے کا عرصہ ''فترت'' جو پانچ چھ صدیوں پر محیط ہے بڑی مشکلات اور آزمائشوں کا زمانہ ہے، اہل کتاب نے اپنے انبیاء کی تعلیمات میں نہ صرف تحریف کی بلکہ انہیں فراموش بھی کر دیا، کفر و شرک اور گمراہی کی تاریکیوں نے انسانیت کو گھیر لیا، روم و ایران کی جنگوں نے مشرق وسطیٰ کو جہنم میں تبدیل کر دیا(1)، اس دور کا انسان بہت دکھی اور پریشان انسان تھا اس لئے سیدنا مسیح علیہ السلام کے بعد چھ سو سالہ زمانہ فترت میں ستائے ہوئے انسان کسی نجات دہندہ کے منتظر تھے، وہ ''اس نبی'' کی آمد کا سن کر چونک پڑتے تھے، تاہم سنائی دینے والی یہ آواز ہوا کے ایک گزر جانے والے جھونکے کی طرح قصہ ماضی بن جاتی تھی، تورات میں کوہ طور، کوہ ساعیر اور کوہ فاران سے اللہ تعالیٰ کا جلوہ حق انسانیت کی ہدایت کے لئے نمودار ہونا ثابت ہے، سیدنا مسیح علیہ السلام بھی یہ اعلان فرما گئے کہ میں تو بنو اسرائیل کے لئے اللہ کا فرستادہ ہوں، میرا کام احکام تورات کی تائید و تصدیق اور اپنے بعد آنے والے اس نبی کے ظہور کی خوشخبری سنانا ہے جس کا نام ''احمد'' ہوگا، انجیل مقدس اس پر گواہ ہے اور قرآن کریم بھی اس کی تصدیق و تائید کرتا ہے(2)۔ یمن و حجاز میں جو یہود و نصاریٰ آباد تھے ان کے مذہبی پیشوا اور شام اور عراق کے احبار و رہبان نہ صرف یہ کہ ''نبی منتظر'' کے ظہور کا اعلان کرتے پھرتے تھے بلکہ اس کی علامات اور ناموں سے بھی لوگوں کو آگاہ کرتے تھے، عیسائی راہب آنے والے کو بنو اسماعیل کا فرزند بتاتے اور نام ''محمد ﷺ'' بھی بتاتے تھے اس لئے تو عربوں نے اپنے بیٹوں کے نام یہی رکھنا شروع کر دیئے تھے، حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے در یتیم پوتے کا نام یہی رکھا تھا البتہ سیدہ آمنہ نے ایک خواب اور ہاتف غیبی کی تاکید کے مطابق اپنے لخت جگر کا نام نامی ''احمد'' رکھا تھا، تاہم احبار یہود اپنے ان خدشات کے باوجود کہ ''نبی منتظر'' کے ظہور کا وقت قریب ہے اور وہ بنو اسماعیل میں سے ہو سکتا ہے، اس بات پر مصر تھے اور آرزو رکھتے تھے کہ آنے والا یہودی بنی اسرائیل میں سے ہو، تاہم

1۔ سورت الروم آیت 41، تاریخ طبری، جلد 1، صفحہ 315

2۔ سورت الصف آیت 8، الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ، صفحہ 36-62، طبقات، جلد 8، صفحہ 14-28

Marfat.com

احبار یہود اور رہبان نصاریٰ اس بات پر متفق تھے کہ "نبی منتظر" کا وقت قریب ہے، وہ سر زمین حجاز سے ہوگا اور اس کا نام محمد اور احمد ﷺ ہوگا۔(1)

بہر حال جزیرۂ عرب اور اس کے گردو پیش کے بلاد وامصار میں احبار یہود اور رہبان نصاریٰ نے "نبی منتظر" کی آمد کے متعلق ایک ہنگامہ سا برپا کر رکھا تھا اور اس وقت کے معروضی حالات نے انسانیت کو ان کی آواز پر کان دھرنے کے لئے مجبور کر دیا تھا اور یوں آمد مصطفیٰ ﷺ کا غلغلہ بلند ہو رہا تھا، حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی اس سے واقف تھے اور سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا بھی اس سے باخبر تھیں، چنانچہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے فرزند کے نام محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ رکھے گئے، یہ سب کچھ رب جلیل کے علم وارادے سے اور اس کے نظام ربانی کے مطابق ہو رہا تھا، جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وقت آیا تو بات مزید کھل چکی تھی، بحیری راہب حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کو آگاہ کر چکا تھا اور پھر سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ نے جو کچھ سنا اور دیکھا تھا وہ بھی اس نے اپنی مالکہ کو بتا دیا تھا، وہ بچشم خود بھی دیکھ چکی تھیں اور کہنے والے کی یہ بات بھی اپنے دل پر نقش کر چکی تھیں کہ "اے خواتین قریش! تمہارے قبیلے میں سے ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جس کا نام "احمد" ہوگا!!"۔(2)

تورات وانجیل کے قریشی عالم ورقہ بن نوفل کی بہن ام قتال بنت نوفل (جو کتاب کا علم رکھتی تھیں اور حضرت عبداللہ کی روشن پیشانی پر نور محمدی ﷺ کی چمک کو پہچان گئی تھیں) تو ان سے شادی کرنے میں ناکام ہوگئی تھیں (3) مگر اسی ورقہ بن نوفل کی عم زاد اور قریش کی عظیم مدبر ودور اندیش خاتون سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لئے اللہ تعالیٰ کے نظام ربانی میں مقدر ہو چکا تھا کہ وہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے فرزند ارجمند اور سید ولد آدم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی رفیقہ حیات، آپ کے مکارم اخلاق کی گواہ اور سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کرنے والی اور شرف ایمان پانے والی تاریخ ساز خاتون

1۔سورت الصف آیت 8، الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ، صفحہ 36-62، طبقات، جلد 8، صفحہ 14-28

2۔الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ صفحہ 61   3۔ایضاً

Marfat.com

اسلام قرار پائیں، چنانچہ اس ایقان وایمان کے بعد کہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا در یتیم آنے والے وقت میں کوئی غیر معمولی ہستی ہیں، شام کے سفر تجارت سے واپسی پر حضرت خدیجہ نے خود رسول اکرم ﷺ کی رفیقہ حیات بننے کا فیصلہ فرمایا!!۔(1)

یہ بالکل درست ہے کہ کوئی فرد بشرا اپنے گھر والوں کے لئے "بڑا آدمی" نہیں ہوتا اور اس کے خاندان والے ہی اس کی سیرت، اخلاق اور کردار کے بہترین جج اور گواہ بھی ہوتے ہیں اس لئے کسی عظیم انسان کی عظمت و شخصیت کو جانچنے اور پرکھنے کا معتبر معیار بھی یہی ہے کہ اس کے اہل خانہ اور اقارب اس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں، یہی اصول اور یہی پیمانہ جب رسول اعظم و آخر ﷺ کی سیرت طیبہ کے سلسلے میں برتا جائے تو اس کے تمام پہلو نکھر کر ہمارے سامنے آجاتے ہیں اور ہم اس سیرت کو "اسوہ حسنہ" مانے بغیر کوئی چارہ نہیں پاتے۔ ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا اس سنہری سلسلے کی پہلی کڑی ہیں، آپ کے والد نے یوم الفجار میں اپنے قبیلے کی قیادت کی تھی اور یمن کے ایک بادشاہ "تبع" کو کعبہ گرانے سے بھی باز رکھا تھا، وہ مکہ کے مالدار تاجر تھے اور انہوں نے آخر میں اپنا سرمایہ اور کاروبار اپنی عظیم بیٹی خدیجہ کے سپرد کر دیا تھا!۔(2)

ام المومنین خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب قریش کے جد امجد قصی بن کلاب بن مرہ میں جا کر رسول اکرم ﷺ کے نسب شریف سے مل جاتا ہے، آپ کی کنیت ام ہند تھی، تین بھائی تھے عوام، حزام اور نوفل (جو اسد قریش اور اسد المطیبین کے القاب سے مشہور تھا) اور دو بہنیں تھیں رقیقہ اور ہالہ (جو آپ ﷺ کے داماد ابوالعاص بن ربیع کی والدہ تھیں) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ ہے جن کے والد زائد بن اصم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن لوی بن غالب بن فہر تھے(3)۔ ام المومنین کے تدبر، دور اندیشی اور معاملہ فہمی کا یہ عالم تھا کہ ان کے والد نے اپنا کاروبار بیٹوں کے ہاتھ میں دینے کے بجائے بیٹی کے سپرد کیا اور انہوں نے اپنی ہنر مندی سے بڑے بڑے

1۔سیرت ابن ہشام، جلد 1، صفحہ 106، تاریخ طبری، جلد 1، صفحہ 316، طبقات، جلد 1، صفحہ 96-101

2۔الروض الانف، جلد 1، صفحہ 122، طبقات، جلد 8، صفحہ 14-28

3۔ایضاً، سیرت ابن ہشام، جلد 1، صفحہ 122

Marfat.com

تجار قریش کو مات دے دی، آپ اپنا مال تجارت اپنے ملازمین اور کارندوں کے ذریعے شام ویمن جانے والے قریش کے تجارتی قافلوں کے ساتھ روانہ کرتی تھیں وہ مکہ مکرمہ کی کامیاب ترین اور مشہور تاجروں میں شمار ہوتی تھیں۔(1)

رسول اکرم ﷺ سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دو شادیاں ہوئی تھیں، پہلا نکاح ابو ہالہ سے ہوا جن کا نام ہند بن زرارہ ہے اور ان کا تعلق عرب کے قبیلہ بنو اسید بن عمرو بن تمیم سے تھا، ابو ہالہ ہی سے ہند پیدا ہوئے جن کی نسبت سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ام ہند کہلاتی تھیں یہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ اسلام اور صحبت نبوی سے مشرف ہوئے، بدر و احد کے غزوات میں بھی شریک ہوئے اور وہ روات حدیث میں سے ہیں، یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ کے ایک بھائی حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جنہیں رکن یمانی کے پاس شہید کیا گیا اور انہیں اسلام کا شہید اول ہونے کا شرف حاصل ہوا، ابو ہالہ فوت ہو گئے تو حضرت خدیجہ کا دوسرا نکاح عتیق بن عابد بن عبداللہ سے ہوا ان سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام ہند تھا۔(2)

قریش مکہ ایک تاجر برادری تھی، جن کے تجارتی قافلے شام ویمن کو جایا کرتے تھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے آدمی بھی ان تجارتی قافلوں میں شامل ہوتے تھے، اسی طرح چالیس سال کی عمر تک قریش کی اس عظیم بیوہ خاتون نے نیک نامی اور اچھی شہرت کے ساتھ ساتھ تجارتی لین دین میں بھی اپنی حکمت و دانائی کا سکہ بٹھا دیا تھا، قریش کے ماہرین تجارت ان کے تجارتی نمائندہ بن کر شام ویمن مال لے جانے کے لئے درخواستیں کرتے رہتے تھے اور بڑے بڑے باوقار اور عزت دار لوگ ان سے عقد نکاح کے آرزومند بھی رہتے تھے مگر ابو ہالہ اور عتیق کی وفات کے بعد انہوں نے بیوگی کی پر وقار اور معزز زندگی کو ترجیح دے رکھی تھی۔(3)

رسول اکرم ﷺ اس وقت امانت و صداقت سے متصف نوجوان تھے اور تمام اہل مکہ ان کا نام لینے کے بجائے انہیں الصادق الامین کے لقب سے یاد کرنے کو ترجیح دیتے

1۔طبقات، جلد 8، صفحہ 14 2۔ایضاً، جمہرۃ انساب العرب، صفحہ 210 3۔ایضاً

Marfat.com

تھے، اپنے چچا ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام کا تجارتی سفر کر کے آپ میدان تجارت میں ایک صادق و امین تاجر کی حیثیت سے اپنا سکہ بٹھا چکے تھے، حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے رسول اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت سنبھالنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تو پہلے ہی حضور ﷺ کی امانت وصداقت اور کامیاب تجارت کی معترف و مداح تھیں چنانچہ طرفین نے مضاربت پر کاروبار میں شراکت کا عہد کر لیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دیگر لوگوں کو بھی اسی اصول پر سرمایہ اور مال تجارت دیتی تھیں مگر رسول اکرم ﷺ کو دوسروں کے مقابلہ میں دوگنا زیادہ حصہ دینے کا عہد کیا، آپ جب سرمایہ اور مال تجارت لے کر گئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیگر ملازمین کے علاوہ اپنے ہنرمند غلام میسرہ کو بھی ساتھ کر دیا، سب کو تاکید تھی کہ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت اور خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہونے پائے!۔(1)

یہ تو معلوم نہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اس مضاربتی تجارت کے لئے کوئی ایک اور سفر بھی اختیار فرمائے (اگرچہ امکان رد نہیں کیا جا سکتا) یا یہی پہلا اور آخری سفر تجارت تھا جو نفع و نقصان کی شراکت یعنی مضاربت کے اصول پر تھا تاہم نتائج کے لحاظ سے یہ سفر بے حد مبارک اور منافع بخش ثابت ہوا، تجارتی سفر کا وہ عملہ جسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ساتھ بھیجا تھا اسے مجسمہ شفقت و رحمت ﷺ کے بہت قریب سے اچھی طرح دیکھنے پرکھنے کا موقع ملا، ان کے غلام، میسرہ بہت زیرک اور دانا انسان تھے، انہوں نے تمام واقعات سفر کو بڑے غور اور توجہ سے مشاہدہ کیا اور واپس آ کر اپنی سیدہ کو تمام تفاصیل سے آگاہ کیا، کہتے ہیں کہ انسان کی اصل شخصیت باہمی لین دین سے نکھرتی ہے یا شریک سفر بننے سے آدمی کا پتہ چلتا ہے، بنو ہاشم کے اولوالعزم اور مجسمہ مکارم اخلاق نوجوان کی صداقت و امانت سے وادی بطحا کا ہر چھوٹا بڑا آگاہ تھا، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بھی صادق و امین ﷺ کے یہ اوصاف ستودہ اور اخلاق حمیدہ پوشیدہ نہ تھے، اب

1۔ ایضاً، جمہرۃ انساب العرب، صفحہ 210

Marfat.com

ہمراہ جانے والے خدام اور ملازمین کے متفقہ تاثرات ومشاہدات نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر کے مزید تقویت عطا کر دی!۔

شام کے شہر بصریٰ میں ایک مسیحی راہب نسطورا نے دیکھا کہ سورج کی تمازت میں بادل آپ ﷺ پر سایہ کرتے ہیں، اس نے آپ کو ایک درخت کے نیچے پروقار اور پرکشش انداز میں بیٹھے دیکھا تو آپ کے احوال دریافت کرنے پر مجبور ہو گیا کیونکہ اس خدا رسیدہ انسان کو آپ ﷺ میں پیغمبرانہ شان دکھائی دی تھی اور خیال آیا تھا کہ شاید دکھی جہان دنیا کے لئے نبی منتظر آپ ہی ہیں، میسرہ نے خود بھی سفر کے دوران میں بعض ایسے ہی خوارق عادات کا مشاہدہ کیا تھا اور سب کچھ سیدہ کو بتا دیا تھا، بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جب یہ کاروان تجارت شام سے لوٹ کر وادیٔ بطحا میں داخل ہو رہا تھا تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے مکان کی بالائی منزل میں تھیں، خود انہوں نے بھی دیکھا تھا کہ دو بادل مستقبل میں انسانیت کے نجات دہندہ پر سایہ کیے ہوئے ہیں!(1)۔

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ مکہ کی خواتین اپنے کسی تہوار کی خوشیاں منا رہی تھیں وہ ایک پتھر کے مجسمہ کی تعظیم کے لئے بڑھیں تو وہ ان کے سامنے ایک مرد کی شکل میں سیدھا کھڑا ہو گیا اور بلند آواز میں کہنے لگا: اے تیماء کی معزز خواتین سنو! بہت جلد تمہارے اس شہر میں ایک نبی ظاہر ہونے والا ہے جس کا نام احمد ہے، وہ انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر مبعوث ہو گا، سو اگر تم میں سے کوئی خاتون اس کی رفیقہ حیات بن سکے تو دیر نہ لگائے! قریش کی خواتین پتھر کے مجسمہ کی اس غیر معمولی بات پر بہت برہم ہوئیں اور اسے سب نے بہت برا بھلا کہا مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یہ آواز سن کر نہ برہم ہوئیں اور نہ کچھ زبان سے کہا بلکہ چشم پوشی کا انداز اختیار کیا(2)۔

بعثت نبوی سے قبل کے زمانہ فترت کے ارہاصات اور نبی منتظر کے متعلق یہود ونصاریٰ اہل کتاب کی باتوں سے وادی بطحا اور جزیرہ عرب کے لوگ نا آشنا نہ تھے، حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے اپنے فرزند عبداللہ کا نکاح بنو زہرہ کی عظیم خاتون سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا سے

1۔ایضاً، جمہرۃ انساب العرب، صفحہ 210

2۔ایضاً

Marfat.com

اور خود ان کا اپنا نکاح ان کی عمزاد ہالہ والدہ حضرت حمزہ سے کرنے کے واقعات سب نے سن اور دیکھ رکھے تھے اور یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے یہ قدم یمن کے ایک کاہن اور قیافہ شناس کے مشورہ سے اٹھایا تھا، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہ سب باتیں پوشیدہ ہرگز نہ تھیں۔ بس بات صرف دولت یقین کی تھی جو کبھی حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور ان کی عظیم بہو آمنہ بنت وہب کے حصے میں آئی تھی اور اب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مقدر میں تھی گویا عبدالمطلب، آمنہ اور خدیجہ رضی اللہ عنہم اجمعین وہ لوگ ہیں جو عطائے نبوت سے قبل ہی رسالت محمدی علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات پر ایمان لا چکے تھے!(1)۔

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مبارک اور کامیاب سفر تجارت کی پہلی برکت تو یہی تھی کہ میر کارواں کے تمام ہمراہی نگہ بلند، جان پرسوز اور سخن دلنواز پر فدا ہو گئے، جو کچھ مشاہدے میں آیا اور جو کچھ عملی طور پر ہر ایک پر بیتی وہ سب کچھ اپنی سیدہ طاہرہ کے گوش گزار کر دی اور جو کچھ خدیجہ طیبہ نے بچشم خود دیکھا اس نے ایک عظیم دل اور پاک روح خاتون قریش کو رسول اعظم و آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گرویدہ بنا دیا اور جس نے آنے والے وقتوں میں رفاقت و مصاحبت کی ایک ایسی بے مثال زندگی کے لئے مضبوط خشت اول فراہم کر دی جو آگے چل کر عالم انسانیت کا مقدر سنوارنے والی تھی، اس سفر سعادت کی دوسری برکت یوں ظاہر ہوئی کہ جو مال تجارت یہ مقدس کاروان لے کر شام گیا تھا وہ کئی گنا منافع پر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا، صدق و امانت کے اس سفر تجارت کی تیسری برکت یوں ظہور پذیر ہوئی کہ جو مال تجارت شام سے آیا تھا وہ وادی بطحا کے لوگوں کے لئے نعمت غیر مترقبہ بن کر کئی گنا منفعت پر ہاتھوں ہاتھ بک گیا، قدرت ربانی کے مظہر اتم اس سفر تجارت کی چوتھی برکت اس طرح سامنے آئی کہ قریش کی خاتون کرم و سخاوت کا دل مسرت و طمانینت سے لبریز ہو کر اچھلنے لگا اور انہوں نے مستاجر قوی و امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دل کھول کر معاوضہ پیش فرمایا اور وہ بھی بنو اسد بن عبدالعزی کی ناموس اعظم کی دیانت، احسان شناسی اور قدردانی کے قائل ہو گئے، برکتوں، سعادتوں اور منافع سے لبریز اس سفر صدق و صفا کی پانچویں برکت تاریخ نے یوں

1۔ ایضاً و سیدہ آمنہ، ص 43

Marfat.com

ریکارڈ کی کہ قریش کی جس عظیم وجلیل غنی خاتون نے عظمائے قریش کی طرف سے ملنے والے قیمتی تحائف اور پیغامات شادی کو قطعی طور پر مسترد فرما دیا تھا(1) وہی نیک دل و پاک روح خاتون بنو ہاشم کے ایک ایسے نوجوان کی رفیقہ حیات بننے کا تاریخ ساز فیصلہ کرتی ہیں جس کے بارے میں انہیں یہ یقین تھا کہ عمروں کا فاصلہ اور ان کی بیوگی اس رفاقت سرمدی کی راہ میں ہرگز حائل نہ ہو سکے گی (2)۔

یہاں پر ابن اسحاق کے وہ الفاظ یاد رکھنے کے قابل ہیں جو ابن ہشام نے نقل کیے ہیں اور جو رسول اکرم ﷺ کی ذات والا صفات کے حوالے سے سیدہ خدیجہ بنت خویلد کے قلب وذہن میں تھے:(3)

فلما بلغها عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ما بلغها من صدق حديثه وعظم امانته وكرم اخلاقه، بعثت إليه فعرضت عليه ان يخرج فى مال لها إلى الشام تاجرا وتعطيه أفضل ما تعطيه غيره من التجار

''یعنی جب سیدہ خدیجہ کو رسول اللہ ﷺ کے متعلق تمام باتیں پہنچیں کہ آپ بات کے سچے ہیں امانت کی بلندی پر ہیں اخلاق کریمانہ کے مالک ہیں تو انہوں نے حضور ﷺ کو بلا بھیجا اور پیشکش کی کہ اگر وہ ان کا مال تجارت شام لے جائیں تو وہ انہیں اس سے بہتر معاوضہ دیں گی جو وہ دیگر تاجروں کو دیتی ہیں!''۔

اسی طرح وہ الفاظ بھی ذہن میں رکھنا چاہئیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلی نفیسہ نے ان کے متعلق کہے اور ابن سعد نے نقل کیے ہیں:(4)

كانت خديجة بنت خويلد بن اسد بن عبدالعزى بن قصى، امرأة حازمة، جلدة، شريفة مع ما أراد الله بها من الكرامة والخير، وهى يومئذ اوسط قريش نسباً واعظمهم

1۔طبقات، جلد 1، صفحہ 98-131 2۔سیدہ آمنہ (از ظہور احمد اظہر)، صفحہ 73,37,25

3۔طبقات، جلد 1، صفحہ 131، الروض الانف، جلد 1، صفحہ 122 4۔ایضاً

Marfat.com

شرفا و اکثرھم مالا، وکل قومھا کان حریصا علی نکاحھا لو قدر علی ذلک، قد طلبوھا وبذلوالھا الاموال!

''یعنی سیدہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی ایک ایسی خاتون تھیں جو محتاط سمجھ بوجھ کی مالک تھیں، بہادر اور شریف تھیں اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عظمت اور بھلائی سے نوازا تھا، وہ اس زمانے میں نسب کے لحاظ سے تمام قریش میں سب سے زیادہ معزز، سب سے زیادہ شرافت کی مالک اور سب سے زیادہ مال و دولت کی مالک تھیں، قوم کا ہر آدمی ان سے شادی کا آرزومند تھا، اگر وہ اس قابل ہوسکتا، ان لوگوں نے ان کا ہاتھ مانگا اور مالی تحائف بھی پیش کیے!''۔

محسن انسانیت سید اولاد آدم رسول اعظم و آخر ﷺ اور رسالت محمدی علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کی گواہ و مصدق اول سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کا رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا تو بلاشبہ قدرت ربانی کی تقدیر و تدبیر تھی مگر وہ انسانی واسطہ جسے زوجین کے درمیان ہمزۃ الوصل ہونے کا شرف نصیب ہوا وہ یہی نفیسہ بنت منیہ تھیں جو حضرت خدیجہ کی مخلص دوست اور خیر خواہ تھیں (1)۔ ان کا تعلق مشہور عرب قبیلہ قیس عیلان کی شاخ بنو مازن سے ہے، وہ مشہور صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں، حضرت عتبہ سابقین اولین میں سے ہیں اور اسلام قبول کرنے میں وہ ساتویں نمبر پر آتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد کے مشہور جرنیل اور عراق کے شہر بصرہ کے بانی بھی ہیں (2)، اس مقدس رشتہ ازدواج میں واسطہ بننا حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی نفیسہ بنت منیہ کے لئے مقدر تھا!۔

ابن سعد نے نفیسہ کی ان مساعی حمیدہ کو بڑے ڈرامائی انداز میں اور تفصیل کے ساتھ

1۔ طبقات، جلد 1، صفحہ 133، الروض الانف، جلد 1، صفحہ 122

2۔ جمہرۃ انساب العرب، صفحہ 229

Marfat.com

پیش کیا ہے جو اس طرح ہے:(1)

''مجھے (نفیسہ کو) خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خفیہ طور پر محمد (ﷺ) کے پاس بھیجا جب وہ شام کے تجارتی کاروان سے واپس آچکے تھے، میں نے کہا:

☆ محمد (ﷺ) آپ کے شادی نہ کرنے میں کیا امر مانع ہے؟

☆ انہوں نے کہا: میرے پاس شادی کرنے کے لئے وسیلہ نہیں ہے!

☆ میں نے کہا: اگر یہ کمی میں پوری کر دوں اور آپ کو حسن و جمال، عزت و مال اور ہم پلہ رشتہ کے لئے دعوت ملے تو آپ راضی نہیں ہوں گے؟۔

☆ انہوں نے فرمایا: تو کون ہے وہ؟۔

☆ میں نے کہا: خدیجہ۔

☆ انہوں نے فرمایا: مگر میں اس کے لئے کیا کروں؟

☆ میں نے کہا: یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔

☆ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس کے لئے آمادہ ہوں''۔

نفیسہ نے خوشی خوشی اپنی سہیلی خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ کی رضامندی کی اطلاع دی، چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو خاص وقت پر اپنے بزرگوں کے ہمراہ عقد نکاح کے لئے تشریف لانے کا پیغام بھیجا اور ساتھ ہی اپنے چچا عمرو بن اسد بن عبدالعزی بن قصی کو اپنے سرپرست اور ولی کی حیثیت سے تشریف لانے کی دعوت دی چنانچہ آپ ﷺ اپنے چچاؤں کے ہمراہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے، ان میں حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نام نمایاں ہیں، ایک روایت کے مطابق بارہ اوقیہ مہر مقرر رہا بعض کے مطابق مہر چار سو طلائی دینار تھے مگر اکثر روایات کے مطابق بیس اونٹ مہر میں دیئے گئے، اس وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال اور رسول اکرم ﷺ کی عمر پچیس سال تھی، خطبہ نکاح حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:(2)

1۔طبقات، جلد 1، صفحہ 131، جلد 8، صفحہ 14-18 2۔ایضاً

Marfat.com

اما بعدا فان محمدا ابن أخی لا یوازن به فتی من قریش إلا رجح به شرفا و نبلا وفضلا وعقلا، وان کان فی المال قل فانما المال ظل زائل وعاریة مسترجعة وله فی خدیجة بنت خویلد رغبة ولها فیه مثل ذلک!

''یعنی میرا بھتیجا محمد ﷺ ایک بے مثل نوجوان ہے، اگر ان کا موازنہ قریش کے کسی بھی نوجوان سے کیا جائے تو شرافت، نیکی، فضیلت اور دانائی میں ان کا پلڑا بھاری ہوگا، اگر ان کے پاس دولت تھوڑی ہے تو کیا ہوا، مال تو زائل ہونے والا ایک سایہ ہے اور ایک عارضی چیز ہے جو واپس لی جانے والی ہے، وہ خدیجہ بنت خویلد سے شادی میں رغبت رکھتے ہیں اور وہ بھی ان سے شادی میں رغبت رکھتی ہیں!''۔

اس موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا نے حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ محمد ﷺ بلاشبہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہم سر ہیں اور ان پر کوئی انگشت نمائی کی جرات نہیں کرسکتا، اس موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزی بن قصی نے بھی جوابی تقریر کی اور اس میں قریش کی عظمت اور بنو ہاشم کی فضیلت کا اعتراف کیا، شادی کے بعد دعوت ولیمہ ہوئی جس میں دو اونٹ ذبح کیے گئے، حضرت خدیجہ کی سہیلیوں نے دف بجا کر گیتوں میں خوشی کا اظہار کیا۔

اس موقع کی مناسبت سے قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس شادی میں زوجین کی باہمی الفت و رغبت کا خصوصی ذکر ہے جو رشتہ ازدواج کی اصل روح ہوتی ہے، اس شادی کے لئے مبادرت سلسلہ جنبانی یا نقطہ آغاز گفتگو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ہوا، ایک تو وہ بیوہ تھیں اس لئے اس وقت کے عرب معاشرہ میں بلکہ آج بھی یہ کوئی نامناسب بات نہیں ہے پھر وہ ایک کامیاب تاجر تھیں اور رسول اکرم ﷺ نہ صرف ان کے خاندان سے تھے بلکہ ان کے شریک کار بھی تھے، پھر بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے براہ راست سلسلہ جنبانی کے بجائے اپنی ایک مخلص دوست اور قابل اعتماد سہیلی کو منتخب

Marfat.com

فرمایا تھا! مہر میں صرف دلہن کی حیثیت کو ملحوظ نہیں رکھا گیا بلکہ دولہا کی حیثیت کا بھی لحاظ کیا گیا اس لحاظ سے یہ شادی ایک متوازن اور انتہائی سادگی کی رغبت دلانے والی شادی ہے، اسی لئے حدیث پاک میں ایسی شادی کو سراپا خیر اور حقیقی خوشی کا باعث قرار دیا گیا ہے جس میں کسی فریق پر استطاعت سے زیادہ ذمہ داری کا بوجھ نہ ڈالا جائے (1)۔ یہ بات خصوصیت سے قابل توجہ ہے کہ قریش کی ایک مال دار خاتون کی طرف سے کسی قسم کے اسراف یا بھاری اخراجات کا اشارہ بھی نہیں ملتا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کی سیرت واخلاق اور عزائم سے نہ صرف یہ کہ پوری طرح آگاہ تھیں بلکہ انہیں قابل تقلید بھی قرار دیا گیا۔

یہاں پر یہ نقطہ بھی قابل توجہ ہے کہ رشتہ ازدواج سے نزول وحی تک کے درمیانی عرصہ کے متعلق رسول اکرم ﷺ کی عملی سرگرمیوں کے متعلق تاریخ تقریباً خاموش ہی ہے، شام کے تاریخ ساز سفر تجارت کے بعد بھی آپ ﷺ قریش کے تجارتی قافلوں میں شامل ہو کر شام و یمن جاتے رہے یا نہیں؟ البتہ امام سہیلی صاحب الروض الانف اور بعض دیگر اصحاب سیر سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ شادی سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت لانے لے جانے کے کئی ایک مواقع پیش آئے ہوں گے، امام سہیل کے الفاظ ہیں: (2)

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لشریکہ الذی کان یتجر معہ فی مال خدیجۃ: ھلم! فلنتحدث عند خدیجۃ، و کانت تکرمھما و تتحفھما

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس شریک کار سے فرمایا جس کے ساتھ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت جاری رکھتے تھے، کہ آؤ خدیجہ کے پاس چل کر ان سے بات کرتے ہیں، حضرت خدیجہ ان دونوں کی عزت کرتی تھیں اور انہیں تحائف پیش فرماتی تھیں''۔

اس پر قیاس کرتے ہوئے اس بات کا امکان رد نہیں کیا جا سکتا کہ شادی کے بعد بھی،

1۔ طبقات، جلد 1، صفحہ 131، جلد 8، صفحہ 14-18 2۔ الروض الانف، جلد 1، صفحہ 122-123

Marfat.com

کچھ عرصہ تک ہی سہی، گرما و سرما کے موسموں میں قریش کے تجارتی کاروانوں کے ہمراہ رسول اکرم ﷺ نے تجارتی سفر اختیار کیے ہوں گے، تاہم یہ بات واضح ہے کہ عمر رسالت و نبوت (چالیس سال) کے نزدیک ہوئی تو اللہ رب العزت نے خود ہی آپ کے لئے خلوت گزینی کو مرغوب و محبوب فرما دیا، اپنی قوم کی بت پرستی اور ظالمانہ روش سے بیزاری اور ملت ابراہیمی یا حنیفیت سے رغبت کو آپ کے دل میں خصوصی مقام عطا ہو گیا جس کے باعث آپ ﷺ نے غار حراء میں خلوت گزینی اور یاد الٰہی کو پسند فرما لیا تھا، اقبال کی زبان میں فطرت کا قانون الٰہی خود بخود قاعدہ ''کن فیکون'' کے مطابق لالہ کی حنا بندی کرتا چلا جاتا ہے اور اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ اپنی رسالت و پیغام رسانی کے عظیم الشان منصب کو کس کے سپرد فرمائیں) کے ضابطہ قرآنی کے مطابق رب اجل و اکبر، سیدنا اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کو سر تسلیم خم کر دینے کے آداب فرزندی کی تعلیم فرماتا رہتا ہے، ایک طرف دکھی انسانیت کا اضطراب اور یہود و نصاریٰ اہل کتاب کی پیشین گویاں وادی بطحا اور جزیرۂ نمائے عرب میں ہنگامہ برپا کیے ہوئے تھیں کہ کب نبی منتظر کا ظہور ہو اور عالم انسانی کو علم و معرفت کی روشنی کے ساتھ ساتھ سکون و اطمینان کی دولت نصیب ہو اور دوسری جانب رب اجل و اکبر اپنے حبیب پاک ﷺ! فانک باعیننا ''اے حبیب! تو تو ہماری نظروں میں ہے'' کے نظام ربانی کے مطابق منصب رسالت کا بوجھ اٹھانے اور نبھانے کے لئے تیار کر رہے تھے، بزم ملائکہ کے چراغ نور جبریل امین کے توسط سے فرش کو عرش بریں سے جوڑنے کے لئے راہیں ہموار کی جا رہی تھیں!

لیکن قریش کے بوریا نشین کا مقدس و مضبوط رشتہ عرش بریں کی مالک ذات اعلیٰ و برتر سے جڑنا کوئی معمولی بات اور آسان کام نہ تھا، ایک طرف ربوبیت کے ارادے تھے اور دوسری جانب بشریت کے تقاضے تھے، چنانچہ اس مقصد جلیل کے لئے فضا کا موافق ہونا اور ماحول کا مناسب ہونا بھی بنیادی ضرورت تھی، یونہی سر راہ کسی کو چراغ نبوت تھما دینے والی بات نہ تھی، اس لئے قدرت خود بخود لالے کی حنا بندی بھی کر رہی تھی اور اسماعیل علیہ السلام کو آداب فرزندی سکھلانے والی ذات قادر مطلق اسماعیلی سلسلہ نسب کے واحد وارث

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کو ورثہ ابراہیمی کا نصف حصہ باقی سنبھالنے اور پھر اپنے رب کا پیغام آخرین انسانیت تک پہنچا کر اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ''میں نے آج تمہارے لئے تمہارا دین اسلام مکمل کر دیا ہے''۔ کی منزل کامرانی کی طرف بڑھنے کے قابل بنانے کے مراحل طے ہو رہے تھے، اس کے لئے آلائش دنیا سے منقطع ہو کر، طہارت ظاہری اور باطنی کے ساتھ کچھ عرصہ غار حراء میں خلوت گزیں ہو کر یاد الٰہی میں مشغول رہنا بھی ضروری تھا!۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر چالیس روز تک یکسوئی کے ساتھ ذکر اللہ میں مشغول رہ کر قیادت بنی اسرائیل کے لئے تیار کرنا لازم ٹھہرا تھا، انسانیت کے نام اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام پہنچانے اور عالم انسانیت کی دائمی قیادت کا منصب سنبھالنے کے لئے سیدنا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غار حراء میں خلوت گزیں ہونا اسی قبیل سے تھا، لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ زینب ، رقیہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہن کی سلیقہ مند، دور اندیش، حق شناس اور قدر شناس رسول والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا بھی طلوع اسلام کے بعد مکی عہد رسالت کا باب اول بننے جا رہی تھیں! ان کا یہ ایمان اور یقین تھا کہ وہ جس ہستی کی رفیقہ حیات بنائی گئی ہیں وہ اپنے عہد کے سب سے بڑے امین ہیں جب لوگ امانت میں خیانت کے عادی ہو چکے تھے، وہ اصدق الصادقین ہیں جب کہ آس پاس کے لوگوں کا عام وطیرہ کذب وغلط بیانی بن چکی تھی، وہ ایسی ستودہ صفات کے حامل ہیں جو لوگوں میں کم کم نظر آتی ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ ضرور ان سے کوئی کام لینے والا ہے اور کوئی ذمہ داری ان کے انتظار میں ہے، نبی منتظر کی آمد آمد کا جو شور مچا ہے لوگ ایسی ذمہ داری سنبھالنے کی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں حتی کہ آنے والے کے اسم پاک کا اندازہ ہونے کے بعد اپنے بچوں کے نام ''محمد'' رکھے جا رہے ہیں (1) تو پھر اس پاک طینت نیک دل قریش کی خاتون اعظم کا شوہر صادق و امین صلی اللہ علیہ وسلم تو اس آمنہ طیبہ طاہرہ کے لال ہیں جس نے اپنے در یتیم کا نام احمد رکھا تھا اور ابواء کے مقام پر اپنی جان شیریں جاں آفریں کے سپرد کرتے وقت اپنے لخت جگر کو بتوں سے دور رہنے اور دین حنیفیت اپنائے رکھنے کی وصیت فرمائی تھی اور کہا تھا کہ: (2)

1۔ الروض الانف، جلد 1، صفحہ 122-123

2۔ سیدہ آمنہ، صفحہ 104

Marfat.com

ان صح ما ابصرت فی المنام　فأنت مبعوث إلی الأنام
من عند ذی الجلال والإکرام　تبعث فی الحل وفی الحرام
تبعث بالتحقیق والإسلام　دین أبیک البر إبراهام
فالله أنهاک عن الأصنام　أن لا توالیها مع الأقوام!

"(۱) اگر تو جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا وہ سچ ہے تو پھر تو تمام خلق خدا کا نبی بننے والا ہے۔(۲) یہ نبوت تجھے اللہ ذوالجلال والاکرام کی طرف سے عطا ہوگی اور تو وادی بطحا اور اردگرد کی دنیا کے لئے مبعوث ہوگا۔(۳) تیری بعثت حق کو ثابت کرنے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سرتسلیم خم کرنے کے لئے ہوگی اور تیرے باپ ابراہیم حق پرست کا دین ہی مقبول ہو گا۔(۴) تو اللہ تعالیٰ نے تجھے بتوں کی پرستش سے منع کیا ہے، لوگوں کے ساتھ مل کر تو نے ان بتوں کا دوست نہیں بننا!"۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے بھی تو آپ کے لئے اسم پاک "محمد ﷺ" منتخب فرمایا تھا اور ایک راز کی بات دل میں رکھتے ہوئے لوگوں کو زبانی اتنا تو ضرور فرمایا کرتے تھے کہ ان لا بنی هذا شاناً "میرے اس فرزند کی ایک بڑی شان ہے"۔ اور وہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو بچے کو اٹھائے باہر لے جاتے ہوئے یہ حکم نہیں فرمایا کرتے تھے کہ "اے برکہ! میرے اس فرزند کا خاص خیال رکھنا کہیں اس کے دشمن اسے گزند نہ پہنچائیں؟ یہ اس لئے تھا کہ حضرت عبدالمطلب نے یہود ونصاریٰ کی پیشین گوئیاں سن رکھی تھیں اور سب دنیا "نبی منتظر" کی امید پر جی رہی تھی!(1) تو پھر اگر سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنے عظیم وجلیل شوہر میں تمام مکارم اخلاق کو بدرجہ اتم پا کر کوئی آس لگائے غار حرا میں تحنث وعبادت میں مشغول رہنے والے محمد واحمد ﷺ کے لئے کھانے پینے کا سامان چپ چاپ اور بلا چون وچرا مہیا فرماتی جا رہی ہیں تو اس میں تعجب کی بات کیا ہے؟۔

مگر جیسا کہ عرض ہوا خاک کا افلاک سے اور فرش کا عرش سے تعلق جڑنا کوئی معمولی کام نہیں بلکہ اس کے غیر معمولی علامات وارہاصات، غیر معمولی ماحول وحالات اور ایک ایسی

1۔ سیدہ آمنہ، صفحہ 104

Marfat.com

پاک صاف ملکوتی فضا درکار ہے جس میں ایک نبی بشر ایک پیغام حق لانے والے فرشتہ جبریل سے مانوس ہو سکے، یونہی نہیں کہ شہر سے جنگل جاتے ہوئے یا جنگل سے شہر آتے ہوئے عام سے حالات میں ایک فرد بشر کو ملک مقرب پیغام حق دے کر واپس پرواز کر جائے! بلکہ اس اتصال وتعلق کے لئے جو فضا درکار تھی اور جس ماحول کی ضرورت تھی اس کے منظر واضح طور پر ہمارے سامنے آتے ہیں، اس لئے ہمیں کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ اگر نزول وحی سے قبل ہی نبی برحق کو شجر وحجر سلام کرتے ہیں یا آپ ﷺ کو "یا نبی اللہ" جیسی کانوں میں غیبی آوازیں سنائی دیتی ہیں، یا آپ غار حرا میں تنہا یاد خدا کے لئے تشریف فرما ہیں، یا فرشتہ آکر آپ سے اقرأ (پڑھیے) کہتا ہے اور آپ آگے سے فرماتے ہیں کہ میں تو پڑھا لکھا نہیں ہوں اور پھر وہ روحانی مخلوق آپ ﷺ کو سینے سے لگا کر بھینچتی ہے اور جب کہا جاتا ہے کہ اپنے رب کے اسم پاک سے پڑھیے تو قرآن کریم کی وحی اولین کی پانچ کی پانچ آیات زبان مبارک پر رواں ہو جاتی ہیں کیونکہ رب جلیل جو اپنے نام سے پڑھوا رہا ہے، پھر جو غیر معمولی کیفیت نبی برحق پر طاری ہوتی ہے، یہ سب کچھ تو ضروری ہونا تھا اور ہوا، اس میں کوئی تعجب نہیں ہے تعجب تو تب ہوتا کہ ایک دن چپکے سے نبی ہونے کا اعلان فرما دیتے اور پیغام سنانے لگتے! بلکہ ہوا یوں کہ پاک طینت نیک دل حوصلہ مند خاتون اپنے شوہر کی ستودہ صفات سے آگاہی کی بنیاد پر اور سیرت طیبہ کی مفسر اول اور نبوت کی شاہد اولین حوصلہ مند بیوی کی حیثیت سے تسلی کے انداز میں فرماتی ہیں کہ اے میرے رفیق حیات جو کچھ آپ پر بیتی ہے یہ حق ہے اور کوئی شیطانی وسوسہ ہرگز نہیں ہے اس لئے گھبرانے یا فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، سیدہ کے یہ غیر فانی الفاظ، جو سیرت طیبہ ومکارم اخلاق کا جوہر اور خلاصہ ہیں، تو امت مرحومہ کے نیک دل عشاق رسول کی نوک زبان پر ہیں، آپ نے فرمایا تھا (1)۔

کلا! لا تحزن! لا یخزیک اللہ أبدا! انک لتصل الرحم
و تصدق الحدیث وتقری الضیف وتحمل الکل

1۔طبقات، جلد 1، صفحہ 102-112، السیرۃ الحلبیۃ، جلد 1، صفحہ 372

Marfat.com

وتكسب المعدوم وتؤدی الامانات إلی أهلها وتعین
علی نوائب الحق!

''یعنی: ہرگز ایسا نہ ہوگا! آپ غم نہ کھایئے! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بے قدر نہیں ہونے دے گا! آپ تو رشتہ داروں سے صلہ رحمی و حسن سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، مہمانوں کی خدمت کرتے ہیں، بے کس لوگوں کا بوجھ برداشت کرتے ہیں، ناداروں کو کما کر دیتے ہیں، لوگوں کی امانتیں انہیں واپس دیتے ہیں اور راہ حق میں مشکلات کا سامنا کرنے والوں کی مدد فرماتے ہیں!!''۔

تو یہ ہے وہ گواہی جو سیرت طیبہ و مکارم اخلاق نبوی پر سیدہ نے دی! یہ ایک دانا و بینا اور حکمت و دانش کی مالک ایسی بیوی کا تبصرہ بھی ہے جو اپنے شوہر نامدار کی مزاج شناس، کردار سے پوری طرح آگاہ اور روزہ مرہ زندگی کے معمولات پر گواہ ہی نہیں بلکہ شاہد عدل کی حیثیت بھی رکھتی ہیں، سیرت طیبہ پر یہ قیمتی اور پر مغز تبصرہ بھی ہے اور مکارم اخلاق نبوی کا احاطہ بھی ہے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ان تاریخی جملوں میں اخلاق فاضلہ کے وہ پہلو نظر آتے ہیں جو ہر قسم کی اچھی بات، پاکیزہ عمل، حسن سیرت و سلوک اور عظمت و احترام کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں اور پھر یہ پختہ ایمان کہ ان اخلاق فاضلہ اور سیرت طیبہ کا مالک تو اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ ہی ہوتا ہے اسے کوئی شیطانی قوت بہکا کر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستوجب ہرگز نہیں ٹھہرا سکتی، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ان باتوں سے عیاں ہے کہ وہ سیدنا و مولانا مصطفیٰ و مجتبیٰ ﷺ کے غیر معمولی مستقبل پر بھی یقین رکھتی تھیں انسانی قیادت کے معاییر و خصائص سے بھی آگاہی رکھتی تھیں، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ وہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی پیشین گویوں سے بھی واقف تھیں اور مقام نبوت و رسالت سے بھی آگاہ تھیں، اس لئے پر عزم یقین کے ساتھ فرمایا کہ آپ میں جو اوصاف ستودہ پائے جاتے ہیں، جن اخلاق کریمانہ کے آپ مالک ہیں اور جو حسن سیرت آپ کو عطا ہوا ہے اور جو چالیس سال تک مسلسل التزام و اہتمام کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کا معمول رہا ہے اور جس سے وادی بطحا کا ہر فرد واقف ہے اسے اگر نبی منتظر کا منصب پانے کا شرف عطا ہوا ہے تو یہ قدرتی بات

Marfat.com

ہے اور قدرت خداوندی کے قوانین ونوامیس کے عین مطابق ہے، اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں اور اس پر کسی اضطراب کی بھی ضرورت نہیں ہے! ان اوصاف ستودہ اور صفات حمیدہ کے مالک کو نبی منتظر کا منصب عطا ہونا ہی چاہیے اور ان کے علاوہ کوئی اور اس کا اہل یا مستحق ہے ہی نہیں! ان جملوں میں یقین کی قوت، ایمان کی حرارت اور اپنے رفیق حیات کی مزاج شناسی اور ان کی عظمت کا کھلا اعتراف ہے جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نسوانیت کی معراج، امت کی محبت واحترام اور اپنے شوہر کے دل میں اخلاص ومحبت کے انمٹ اور ناقابل شکست نقوش سے بہرہ ور کر دیتا ہے اور وہ ہمیں حضرت ہاجرہ، حضرت ام موسیٰ، حضرت مریم اور سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہن کی صف میں کھڑی نظر آنے لگتی ہیں! بے شک رسول اعظم وآخر محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غمخوار وخیر خواہ رفیقہ حیات اور سیدہ زینب، رقیہ اور فاطمہ زہراء کی والدہ ماجدہ کو ایسے ہی ہونا چاہیے اور بلاشبہ وہ ایسی ہی تھیں! امت کا سلام ہو ان پر وہ بلاشبہ امت کی طرف سے ہر تحسین وتکریم کی حق دار ہیں!

صاحب الروض الانف (جو سیرت ابن ہشام کی خوبصورت شرح ہے) امام ابوالقاسم السہیلی الاندلسی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزیز فرزند القاسم جب فوت ہوئے تو ابھی ماں کا دودھ پیتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ ماں کی ممتا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو رلا رہی تھی، کہنے لگیں: یا رسول اللہ! قاسم کا دودھ بھر گیا ہے، کاش وہ اتنا تو زندہ رہتا کہ دودھ پلانے کی مدت تو مکمل کر لیتا، اس سے میرے غم کا بوجھ ذرا ہلکا ہو جاتا! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قاسم کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی دستیاب ہے، وہ اپنی مدت رضاعت وہاں مکمل کرلے گا! سیدہ نے عرض کیا: اگر مجھے اس کا علم ہو جائے تو میرا غم ہلکا ہو جائے گا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدیجہ! اگر آپ چاہیں تو آپ کو جنت میں قاسم کی آواز سنوا دیتا ہوں پھر آپ کی تسلی ہو جائے گی! فرمانے لگیں: یا رسول اللہ! میں تو آواز سنے بغیر آپ کے ارشاد کی تصدیق کرتی ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یقین ہے!(1)

1۔ الروض الانف، جلد 1، صفحہ 123

Marfat.com

امام سہیلی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کمال فقاہت وفراست مؤمنانہ کی تحسین کرتے ہوئے ان کے مذکورہ بالا قول کہ "میں تو آواز سنے بغیر آپ کے ارشاد کی تصدیق کرتی ہوں"۔ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں آپ کی فقیہانہ روش جلوہ گر نظر آتی ہے کہ آپ یہ جانتی تھیں کہ اس جگہ ان کا موقف کیا ہونا چاہیے، تعلیمات نبوی اور قرآنی احکام پر گہری نظر تھی اور رسول اللہ ﷺ کی مزاج شناسی سے بھی بہرہ ور تھیں آپ نے دیکھنے سننے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ارشاد پر ایمان لانے کے موقف کو صرف پسند ہی نہ فرمایا بلکہ ان کی تو تصدیق وایمان بالغیب کے بلند درجے پر نظر تھی کہ اللہ نے ان اہل ایمان کی ستائش فرمائی ہے جو ایمان بالغیب کے قائل ہیں! رسالت کی یہ بلا چون و چرا تصدیق ہمیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان کی یاد دلاتی ہے اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے مؤمن و صدیق بھائی کے برابر نظر آنے لگتی ہیں! یہ واقعہ بھی سیدہ کی عظمت میں اضافہ کرتا ہے اور سیرت طیبہ پر ان کی گہری نظر اور رسالت محمدی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام پر ان کے غیر متزلزل ایمان، بلا چون و چرا تصدیق اور اطاعت رسول کی واضح دلیل ہے۔ سیدہ کے لئے رسول اکرم ﷺ کے دل میں شفقت واحترام سے لبریز محبت تھی، کتب سیر اس بات پر متفق ہیں کہ گھر میں سیدہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک ایسا سہارا تھیں جو انہیں ہر قدم پر تسلی اور حوصلہ دلاتی تھیں اور گھر سے باہر مکہ مکرمہ کی گلیوں میں اشرار کے شر سے حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ آپ کے لئے ڈھال کا کام کرتے تھے! سیدہ کا امت پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے ہمارے محبوب رسول ﷺ کے لئے تسلی اور حوصلہ مندی کے سرچشمے کا کام کیا مکہ مکرمہ میں عزم وصبر کے ساتھ اسلام کی تبلیغ میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تاریخ ساز کردار ہے!

سید خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ ومقام کیا ہے؟ یہ کوئی قلب وجگر مصطفیٰ ﷺ سے پوچھے؟ وہ کتنی سلیقہ مند، وفا شعار و جاں نثار رفیقہ حیات تھیں۔ اس کا اندازہ ان حسین و دلنشین یادوں سے لگایا جا سکتا ہے جو ان کی وفات کے بعد بھی صبح وشام تمام عمر رسول برحق کے ساتھ رہیں! مجسمہ صدق وامانت ﷺ کی وفا کا یہ عالم کہ جب گھر سے نکلتے تو خدیجہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہا کا نام زبان مبارک پر ہوتا اور جب واپس تشریف لاتے تب بھی وہی نام ورد زبان ہوتا! شاید وہ جذبات خلوت اور الوداعیہ الفاظ یاد آتے ہوں گے جو رخصت کرتے وقت سیدہ کی زبان پر ہوتے تھے اور یا پھر چہرے کی وہ بشاشت و مسرت اور الفاظ کی وہ شیرینی و تسکین یاد آتی ہوگی جو واپسی پر سید ولد آدم مصطفیٰ ﷺ کا پر جوش استقبال کرتے وقت اس عظیم خاتون اور سراپا شفقت و محبت رفیقہ حیات کا معمول تھا! حتیٰ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا سے بھی نہ رہا گیا اور کہنے لگیں: ''یارسول اللہ! کیا ہوا وہ تو ایک عمر رسیدہ اور بیوہ خاتون تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد آپ کو ان سے بہتر بیوی عطا فرما دی ہے؟''۔ یہ سن کر رسول اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک ناراضگی سے سرخ ہو گیا اور فرمانے لگے:(1)

> ''واللہ! مجھے خدیجہ سے بہتر کوئی رفیقہ حیات نہیں ملی! وہ مجھ پر ایمان لائیں جب سب لوگ میرے منکر و کافر تھے، انہوں نے اس وقت میری نبوت کی تصدیق کی جب تمام اہل مکہ میری تکذیب کر رہے تھے، انہوں نے اپنا مال اور دولت اس وقت مجھ پر نچھاور کی جب دوسرے مجھے محروم رکھ رہے تھے میرے اللہ نے مجھے جو اولاد عطا فرمائی وہ انہی کے لخت جگر تھے!''۔

رسالت مآب ﷺ کی یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عائشہ خوف سے کانپ گئیں اور فرمانے لگیں: یارسول اللہ! معاف فرما دیجئے! آئندہ میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کوئی بھی ناگوار لفظ زبان پر نہیں لاؤں گی!! اللہ تعالیٰ کے رسول صادق و امین ﷺ قدر دانی اور احسان شناسی میں بھی اخلاق فاضلہ کی معراج پر تھے، حب رسول اور حب دین کے لئے مال و زر کو بے دریغ نچھاور کرنے والی دو ہستیوں کے وہ ہمیشہ ممنون و احسان مند رہے(2)، ایک (اور سرفہرست!) ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں اور دوسرے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے، جن کے بار احسان کو آپ نے میدان عرفات کے مجمع اہل ایمان میں بھی یاد فرمایا اور جس پر شاعر مشرق کی زبان حق ترجمان پر بھی یہ الفاظ

1۔سیرت عائشہ صدیقہ، صفحہ 216

2۔حیاۃ محمد از ہیکل، صفحہ 73

Marfat.com

رواں ہو گئے کہ " آں امن الناس بر مولائے ما"۔

ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اسوہ حسنہ ہمارے لئے واجب الاتباع ہے لیکن ہماری یہ رائے بھی ہے کہ مصطفیٰ ﷺ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسا کوئی اور ایسا جوڑا بھی نہیں جو اخلاص و وفا اور محبت و جاں نثاری میں ہمارے لئے قابل تقلید ہو، اللہ تعالیٰ کی سر زمین پر یہ ایک بے نظیر و بے مثال جوڑا تھا جس کی پیروی و اتباع کی تمام مسلمان مرد و زن کو خدا سے دعا مانگنا چاہیے!!۔

سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تاریخ کی ان عظیم، مدبر، دانا اور دور اندیش خواتین میں سے ایک ہیں جن کا کردار ایک تاریخ ساز کردار ہے لیکن امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تو وہ محسن ہیں، انہوں نے ہادی امت ﷺ کے لئے حقیقی معنی میں تن من دھن قربان کر دیا، آپ کی نبوت و رسالت پر سب سے پہلے ایمان لا کر اور تسلی و تشفی دینے کے انداز میں تصدیق فرما کر مسلمان عورت کا سر فخر سے بلند کر دیا، مگر ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ کہ اسلامی مشن اور تبلیغ رسالت کے صبر آزما دور میں وہ سرکار ﷺ کی ہمدرد، خیر خواہ، مونس وحشت اور دل فدا غمگسار بن گئیں، تمام قدیم و جدید سیرت نگار اس بات کا صدق دل سے اعتراف و تائید کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو ہجرت حبشہ کے طفیل کفار مکہ کے ظلم و تعدی اور اذیت رسانی سے بچ گئے مگر داعی اسلام ﷺ تمام تر ظلم و تعدی اور اذیت رسانی کے باوجود اپنے موقف پر ڈٹے رہے کیونکہ آپ کو دو غیر متزلزل اور ثابت قدم سہارے میسر تھے، ایک سہارا گھر کے اندر تھا اور دوسرا مکہ کی گلیوں اور میدان تبلیغ میں، کفار مکہ کی تعدی اور دست درازی کے مقابلہ میں آپ کے محترم چچا حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ ایک ڈھال کا کام کرتے رہے، مگر جب تھکاوٹ سے چور اور زمانے کے ستائے ہوئے گھر تشریف لاتے تو خدیجہ الکبریٰ کی شکل میں ایک رحمت و شفقت کا فرشتہ اپنے پیار اور تسلی کے پروں میں لے لیتا تھا! یہ مونس غم بیوی تھکن کو تازگی اور دکھ درد کو راحت اور سکون میں بدل دیتی تھی! یوں وہ خدمت و تائید رسول ﷺ سے سعادت دارین حاصل کر گئیں اور امت کی بیویوں کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ اور روشن مثال چھوڑ گئیں!

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی لاکھوں کروڑوں رحمتیں ہوں ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی روح پر فتوح پر کہ وہ ہمارے رسول پاک ﷺ کی سیرت طیبہ کی اولین اور بہترین گواہ ہیں، وہ آپ کے صدق و امانت سے متاثر ہوئیں، سرکار ﷺ کی ہنرمندانہ تجارت اور کاروان تجارت کی قائدانہ صلاحیت پر فدا ہوگئیں، آپ ﷺ کامل ترین انسان ہیں، آنحضرت ﷺ کے بے ساختہ حسن سلوک اور بے تکلفانہ برتاؤ سے یہ یقین کرتے ہوئے کہ آپ لجپال بھی ہیں بڑے اعتماد کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کی تجویز پیش کر دی جس کی قبولیت کا قریش کی اس مدبر و دور اندیش خاتون کو سو فیصدی یقین بھی تھا! اس لئے تو حضرت ابو طالب اپنے خطبہ نکاح میں یہ فرمانے میں حق بجانب تھے کہ عریس و عروس (دولہا دلہن) دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رغبت ہے! رسول اعظم و آخر ﷺ کی قدرشناس، غمگسار اور فداکار سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ہم سب شکرگزار، احسان مند اور قدرشناس ہیں!!۔

Marfat.com

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

آئینہ صبر وقناعت

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو عامر بن لوی سے ہے، ان کا سلسلہ نسب نویں پشت میں لوی بن غالب پر، نبی کریم ﷺ کے نسب شریف سے جاملتا ہے اور یہ سلسلہ نسب اس طرح ہے:(1)

"سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی بن غالب الخ"۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی ان کے اپنے خاندان کے ایک جوان (2) سکران بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی بن غالب سے ہوئی، حضرت سودہ کی والدہ کا نام شموس بنت قیس ہے جو انصار کے قبیلہ بنو عدی بن نجار سے تعلق رکھتی ہیں (3)۔ یہ دونوں میاں بیوی سودہ وسکران رضی اللہ عنہما شروع میں اسلام قبول کرنے والے لوگوں میں سے ہیں اس لئے "سابقین اولین" میں شمار ہوتے ہیں اور دونوں نے حبشہ کی ہجرت ثانیہ میں شرکت کی، ابن سعد کا بیان ہے کہ سکران اپنی بیوی کے ہمراہ حبشہ سے مکہ مکرمہ آئے اور فوت ہو گئے یہ پہلی خاتون ہیں جن کا حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد رسول اکرم ﷺ سے نکاح ثانی ہوا اور حضرت خدیجہ کے بعد وہ دوسری خاتون ہیں جو آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں (4)، لیکن ابن حزم الظاہری نے صراحت سے لکھا ہے کہ سکران کی وفات مہاجرت کی حالت میں حبشہ ہی میں ہوئی (5)، شاید صحیح یہ ہو کہ وہ حبشہ میں بیمار ہو گئے ہوں اور حضرت سودہ انہیں مکہ مکرمہ لے آئی ہوں جہاں پہنچ کران کی وفات ہوئی ہو، بہرحال حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ کے

1۔جمہرۃ انساب العرب، صفحہ 166-167، طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 52

2۔ایضاً 3۔ایضاً

4۔طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 53 5۔جمہرۃ انساب العرب، صفحہ 166

Marfat.com

نکاح میں آنا نبوت کے دسویں سال اور ہجرت سے دو تین سال پہلے کا واقعہ ہے کیونکہ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا دس رمضان المبارک کو نبوت کے دسویں سال میں فوت ہوئیں۔(1)

یہ ایسا وقت تھا جس میں خانہ نبوی کو کسی مشفق، مہربان اور حوصلہ مند خاتون کی اشد ضرورت تھی جو بچیوں کی دیکھ بھال کر سکے۔ رسالت مآب ﷺ کے علم میں تھا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کرنے کے بعد کیا کیا اذیتیں اٹھائیں اور پھر سفر ہجرت کے دوران میں کتنی تکالیف برداشت کیں، اب وہ ایک عمر رسیدہ، مصیبت زدہ اور بیوہ خاتون تھیں، خانہ نبوت کی اپنی ضرورت اور مجبوری تھی، چنانچہ جب نبی کریم ﷺ کی طرف سے حضرت سودہ کو پیغام نکاح ملا تو انہوں نے یہ کہہ کر امری الیک یا رسول اللہ! ''یعنی یا رسول اللہ! میرا معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے''(2)۔ بخوشی قبول کرلیا یوں تعدد ازواج کا سلسلہ شروع ہوا جسے بعض بدخواہ مستشرقین بہت اچھالتے ہیں، یہ شادی کا شوق نہیں تھا بلکہ دو طرفہ مجبوری اور ضرورت تھی!

یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ اگرچہ سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد مکی عہد میں ہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی حضور ﷺ کا نکاح تو ہوگیا تھا مگر ان کی رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ جا کر ہوئی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کم از کم عرصہ اڑھائی تین سال تک نبی ﷺ کے گھرانہ کی ذمہ دار اور نگران صرف ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ ہی رہیں، وہ طویل القامت اور بھاری بدن والی خاتون تھیں، چنانچہ مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے بعد عدل کے تقاضوں کے مطابق آپ کی شب بسری دو گھروں میں برابر تقسیم تھی، اس خیال سے کہ وہ ایک بھاری بھر کم عمر رسیدہ خاتون ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نوجوان بیوی ہیں، فطرتی تقاضا یہی ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے مقابلے میں انہیں زیادہ توجہ اور وقت ملنا چاہیے، اس لئے انہوں نے اپنے حصے کا وقت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا، شاید یہ خدشہ بھی

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 53　　2۔ ایضاً

Marfat.com

ہو کہ عرب کے معاشرتی رسم ورواج کے مطابق انہیں طلاق نہ دے دی جائے، چنانچہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں ایک بوڑھی عورت ہوں، شوہر کے ساتھ شب بسری کی بھی مجھے ضرورت نہیں لیکن آپ کے نکاح میں رہنا میری آرزو ہے تاکہ آخرت میں میں بھی آپ کی شریک حیات شمار کی جاؤں، اس لئے میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خاطر اپنے حق سے دست بردار ہوتی ہوں، اس وقت تک یہ حکم بھی نہیں آیا تھا کہ تمام ازواج مطہرات امہات المومنین ہیں (جن سے امت کے مردوں کا نکاح اس طرح حرام ہے جیسے اپنی سگی ماں سے حرام ہے) چنانچہ ان کی یہ تجویز مان لی گئی، جس کا اصل مقصد نبی کریم ﷺ کی خوشنودی تھی مگر ضمنی طور پر جذبہ ایثار وقربانی اور صبر وقناعت کی دلیل بھی تھی، (1) ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو رائے نقل کی ہے وہ بھی اسی کی تائید کرتی ہے، نیز اس آیت کریمہ کا نزول بھی یہی بتایا گیا ہے (2) کہ

وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾

یعنی اگر کسی خاتون کو یہ خدشہ ہے کہ اس کا شوہر اس سے بے رخی یا اعراض کرے گا تو ایسی صورت میں میاں بیوی کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ باہم صلاح مشورہ سے کسی نقطہ پر متفق ہو جائیں اور یہ مصالحت بہتر ہے، بات یہ ہے کہ بخل اور حرص انسانی فطرت ہے ہاں اگر تم احسان اور تقویٰ کی روش اپناؤ تو بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خوب خبر رکھتے ہیں"۔

انسانی فطرت کی ایک کمزوری اور معاشرہ کی ایک ضرورت کو قدرت نے پیش نظر رکھا ہے، اگر کسی عورت کو یہ ڈر ہو کہ اس کا شوہر اس سے کسی وجہ سے اکتا گیا ہے، اسے طلاق دے کر دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی سی دوراندیشی

1۔ الاصابہ، جلد 8، صفحہ 73، طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 52-53 2۔ سورت النساء، آیت 128

Marfat.com

اور قناعت سے کام لے کر شادی کے مقدس بندھن کو باقی رکھ سکتی ہے مگر شوہر کو بھی ایسے موقع پر احسان اور تقویٰ کے اصولوں پر عمل کرنا چاہیے۔ جیسا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت سودہ کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف میں کمی نہ آنے دی، مشیت ایزدی اس باب میں اسوۂ نبوی قائم کرنا چاہتی تھی سو وہ ہو گیا، چنانچہ دیگر ازواج مطہرات کی طرح ان کے حقوق بھی ادا ہوتے رہے، مسکن کے علاوہ باغات خیبر سے ان کے لئے بھی خرچہ مقرر تھا جو 80 وسق کھجور اور بیس وسق جو یا گندم سے عبارت تھا، پہلے شوہر سے حضرت سودہ کا ایک بیٹا عبدالرحمٰن بن سکران تھا، اس یتیم کی سرپرستی بھی فرمائی گئی چنانچہ وہ جہاد کے قابل ہوا تو اسلامی افواج میں شامل ہو کر ''جلولا'' کے محاذ پر شہید ہوا،(1)

خلفاء راشدین بھی امہات المومنین کے اخراجات کا خاص خیال رکھتے تھے، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چار سو درہم کی تھیلی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے لئے بھیجی یہ تمام درہم آپ نے فقراء میں بانٹ دیئے (2)۔ اس کے علاوہ وہ ہنر مند خاتون بھی تھیں، گھریلو دستکاریاں جانتی تھیں، طائف سے کھالیں منگوا کر ان پر کام کرتیں پھر فروخت کر کے ان کی آمدنی سے خیراتی کاموں کے لئے خرچ کرتی تھیں (3)۔

ایک دفعہ آخری بیماری کے موقع پر تمام امہات المومنین رسول کریم ﷺ کے پاس جمع ہوئیں، ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ جلد سے جلد جنت الفردوس میں حضور ﷺ سے جا ملے، پوچھنے پر سرکار ﷺ نے بتایا کہ وہ تم میں سے سب سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی ہے! سب کا خیال تھا کہ چونکہ حضرت سودہ طویل القد ہیں اس لئے یہ سعادت ان کے حصے میں آئے گی، مگر لسان نبوت کا یہ جواب بلیغ کنایہ و استعارہ کی زبان میں تھا، لمبے ہاتھوں سے مراد سخی کے ہاتھ تھے چنانچہ یہ سعادت کریم الیدین حضرت زینب بنت جحش کے حصے میں آئی!(4)

حضرت سودہ ایک زندہ دل خاتون تھیں، ہنسی مزاح ان کے مزاج کا حصہ تھا، بعض

1۔ الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 317، رسد الغابہ، جلد 5، صفحہ 484، طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 52-53

2۔ طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 56، سیر اعلام النبلاء، جلد 2، صفحہ 90-193

3۔ اسد الغابہ، جلد 5، صفحہ 484، تہذیب التہذیب، جلد 12، صفحہ 429 4۔ ایضاً

Marfat.com

اوقات رسول اکرم ﷺ بھی ان کے مزاح پر مسکرا دیتے تھے، ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی مزاحیہ باتوں سے رسالت مآب ﷺ کو ہنسا دیتی تھیں، ایک دن کہنے لگیں یا رسول اللہ! کل رات میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی تھی نا، مجھے آپ نے اتنا لمبا رکوع کروایا کہ مجھے اپنی ناک پر ہاتھ رکھنا پڑا کہ کہیں ناک سے خون کے قطرات نہ گرنے لگیں!! اس پر آپ ہنس پڑے (اگر کوئی اور بزرگ ہوتا تو شاید اسے نماز کی توہین قرار دے کر فتویٰ لگا دیتا مگر اللہ کے رسول اس نیک خاتون کے دلی عقیدہ سے آگاہ تھے اور ان کی رگ مزاح سے بھی واقف تھے اس لئے برا منانے کے بجائے ہنسنے لگے!!)

حضرت عائشہ صدیقہ فرمایا کرتی تھیں کہ اپنی طوالت قامت کے باعث حضرت سودہ خواتین کے گروہ میں دور سے ہی واضح طور پر پہچانی جاتی تھیں! ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ عام عورتوں میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ایسی خاتون ہوتی تھیں کہ انہیں دیکھ کر میرے دل میں آتا کہ کاش ان کے جسم میں میری روح ہوتی! مگر وہ ایک ایسی خاتون بھی تھیں جن میں حسد پایا جاتا ہے (اور یہ ایک ایسی بشری کمزوری ہے جس سے شاید کسی عورت کا کیا کسی انسان کا دل بھی محروم نہ ہو!!)

ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی عملی زندگی سے ہمارے بہت سے معاشرتی مسائل کا حل میسر آتا ہے اور سیرت نبوی کے بھی بہت سے پہلو اجاگر ہوتے ہیں اور بعض شرعی مسائل بھی کھل کر واضح ہوتے ہیں، محدثین کا خیال ہے کہ ان سے صرف پانچ احادیث مروی ہیں جن میں سے صحیح البخاری میں صرف ایک حدیث آئی ہے تاہم ان سے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث روایت کی ہیں جن میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سیرت وسنت کا چراغ روشن

امہات المومنین میں سے وہ ہستی جو علم وفضل اور حکمت و دانش کا ایک چراغ بن کر امت ک لئے راہوں کو روشن کرتی رہیں اور سیرت وسنت نبوی سے سب کو آگاہ کیا، سیرت و سنت کے علاوہ تاریخ، فقہ اور علم الفرائض میں مرجع خلائق تھیں، اہل علم نے ازراہ ادب و احترام ان کے آستانہ پر اپنے سر جھکائے اور کبار صحابہ نے بھی دینی مسائل کے لئے ان سے رجوع کیا، وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں! انہیں خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنی پاک محبت کا مرکز بنایا اور اظہار محبت کے طور پر انہیں حمیراء اور شقیراء جیسے پیارے القاب سے یاد کیا! تمام ازواج مطہرات میں وہی آپ کو بہت زیادہ محبوب تھیں اور ان کی آپ سب سے زیادہ دلجوئی اور ناز برداری بھی فرماتے تھے!

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گلشن صدیقی کا ایک سدا بہار پھول تھیں جو سیدنا مصطفیٰ ﷺ کی زندگی میں آیا اور کھل کر خانہ نبوی کو اپنی رنگینی سے سجا دیا پھر قلب نبوت کے علوم و معارف کی مہک سے چمنستان امت کو مہکا دیا، ان کے علم وفضل کی روح پرور خوشبو نے مشام امت کو معطر کر دیا اور اپنے زندہ جاوید معارف سے مردہ دلوں کو زندگی بخش دی!

امت مسلمہ سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے کرم اور شفقت کے زیر بار ہے کہ انہوں نے ہمارے آقا و مولیٰ مصطفیٰ ﷺ پر حقیقی معنی میں اپنا تن من دھن نچھاور کر دیا اور انہیں سکون و اطمینان کی ایک ایسی گھریلو فضا مہیا کی جس میں آپ نے بفضل اللہ ہمت و استقلال کا کوہ گراں بن کر منصب نبوت کو نبھایا، حتی کہ کفر شکست کھا کر اوندھے منہ گر گیا، حق کا بول بالا ہو گیا، باطل سرنگوں ہو کر بھاگ گیا اور دین اسلام کو غلبہ و فتح نصیب ہوئی لیکن یہ امت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بھی احسان مند ہے جنہوں نے نبوی علم وحکمت کی امانت کو پوری صحت و دیانت کے ساتھ من وعن اپنے بچوں کو منتقل کر دیا ہے، وہ

Marfat.com

مومنوں کی صرف ماں ہی نہیں تھیں ان کی ایک فرض شناس معلمہ بھی تھیں، علم نبوی کے جو چراغ انہوں نے روشن کیے وہ غیر فانی اور بے مثال ہیں، ان چراغوں کی روشنی کی چمک دمک اور ابھرتی پھیلتی کرنیں امت کی راہوں کو ہمیشہ منور کرتی رہیں گی!۔

امت مسلمہ کی خوش نصیبی ہے کہ اس کی ان دونوں عظیم ماؤں نے اس پر بڑے احسان کیے ہیں، اگر ایک نے ہمارے نبی مکرم و محتشم ﷺ کو حوصلہ شکن حالات میں ہمت بندھائی اور سہارا دیا ہے تو دوسری نے سنت، حدیث اور سیرت کے نہایت اہم، مفید اور قیمتی پہلو نمایاں کیے ہیں، اگر وہ نہ ہوتیں تو یہ پہلو پوشیدہ رہتے مگر انہوں نے سب کچھ امانت سمجھ کر نہایت محفوظ و معتبر انداز میں اپنے بچوں تک یہ سب کچھ پہنچا دیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیٹی ہیں سیدنا عبداللہ بن عثمان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جو قریش کی ایک شاخ بنو تیم بن مرہ سے تھے اور رسول اعظم و خاتم مصطفیٰ ﷺ کے یار غار اور خلیفہ اول ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ام رومان بنت عامر ہے جو بنو کنانہ سے تھیں (1)۔ حضرت صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما بعثت نبوی سے چار یا پانچ سال بعد پیدا ہوئیں، آپ کی کنیت ام عبداللہ تھی اور یہ کنیت انہوں نے نبی ﷺ کے حکم کے مطابق اختیار کی تھی، حضرت عبداللہ حضرت زبیر بن عوام اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہم کے فرزند تھے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے سگے بھانجے تھے جنہیں آپ نے بیٹا بنا رکھا تھا (2)۔

ابن الاثیر اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہجرت سے پہلے اور حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد مکہ مکرمہ میں ہوا جب ان کی عمر چھ یا سات سال کی تھی، پھر ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جا کر رخصتی ہوئی، اس وقت ان کی عمر نو سال تھی (3)۔ یہ ماہ شوال ہجرت کے پہلے سال

1۔ ابن حزم جمہرۃ انساب العرب صفحہ 137-138، رسد الغابۃ، جلد 7، صفحہ 205، الاصابۃ، جلد 7، صفحہ 187، حلیۃ الاولیاء، جلد 2، صفحہ 54-61، سبل الہدی، جلد 11، صفحہ 164، طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 52-81   2۔ ایضاً   3۔ الاصابۃ، جلد 7، صفحہ 187، رسد الغابۃ، جلد 7، صفحہ 205

Marfat.com

کا واقعہ ہے، گویا مدینہ پہنچے آٹھ ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا، سفر ہجرت میں قافلے کو مشکل رستوں سے چھپ چھپا کر گزرنا پڑا، وہ خود بیان کرتی ہیں کہ جس اونٹ پر وہ سوار تھیں وہ رستے میں ایک جگہ بدک گیا اور وہ بڑی مشکل سے بچیں (1)۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ایک المناک خلا کی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ گھر کی چاردیواری میں تشریف لانے کے بعد آپ کو ایک ہمدرد اور سچی غمخوار بیوی دن بھر کی اذیت ناک مخالفت اور بے پناہ و بے اندازہ تھکاوٹ کے لئے ایک نفسیاتی معالج اور سراپا شفقت و موانست کا کردار ادا کرنے کے لئے موجود ہوتی تھیں، بالکل جیسے سیدنا ابوطالب رضی اللہ عنہ قریش کے غیظ وغضب اور مکہ کے گلی کوچوں میں آتے جاتے آوازے کسنے والے شریروں کی چیرہ دستی کے لئے ڈھال کا کام دیتے تھے مگر جب وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے تو یہ ڈھال بھی نہ رہی، ان دو ہستیوں کا وجود زندگی میں سرکار دو عالم ﷺ کے لئے گھر کے اندر اور گھر سے باہر دونوں جگہ سہارے کے دو ستون تھے یا یوں سمجھ لیجئے کہ یہ محفوظ قلعہ کی دو دیواریں تھیں جو حکمت خداوندی کے مطابق بیک وقت گر پڑیں اور قلعہ کے اندر والے خود کو غیر محفوظ سمجھنے لگے، ان اندر والوں میں رسول اکرم ﷺ کی بچیاں بھی تھیں جن سے ماں کی شفقت اور والد کا تحفظ وسکون ہر دو چھن گئے تھے اس لئے ضروری ہو گیا تھا کہ نبی ﷺ کے لئے دلجوئی کا سامان اور بچوں کی دیکھ بھال کا انتظام ہو۔

چنانچہ سیرت وتراجم صحابہ کی کتابوں میں ایک ڈرامائی منظر سامنے آتا ہے اور بعض روایات میں اس منظر کے بعض پہلو خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بھی منقول ہوئے ہیں، وہ فرماتی ہیں: (2)

''خولہ بنت حکیم حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما کی بیوی تھیں اور تحریک اسلامی کی ایک سرگرم کارکن صحابیہ تھیں، وہ ایک دن حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کرنے لگیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ دوسری شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ نے فرمایا: آپ کی نظر میں

1۔ سبل الہدی، جلد 11، صفحہ 165، رسد الغابۃ، جلد 7، صفحہ 205، الاصابۃ، جلد 7، صفحہ 157-190، حلیۃ الأولیاء، جلد 2، صفحہ 54-64

2۔ ایضاً

Marfat.com

کون ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ کنوارا رشتہ پسند کریں گے یا بیوہ؟ آپ نے فرمایا: آپ دونوں کی نشاندہی کیجئے جو مناسب ہوگا کرلیں گے! وہ کہنے لگیں: کنوارا رشتہ تو تمام لوگوں سے آپ کے لئے زیادہ محبوب رشتہ سیدہ عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کا ہے، بیوہ کا رشتہ بھی ایک ایسی خاتون کا ہے جو آپ پر ایمان لانے والی، آپ کی پیروکار و جان نثار حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہیں جنہوں نے ہجرت حبشہ میں شرکت کی اور واپسی پر اپنے مرحوم شوہر کی رفاقت سے محروم ہو چکی ہیں!!''۔

''رسول اللہ ﷺ دونوں نام سن کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ آپ جایئے اور ان دونوں رشتوں کی بات چلایئے، چنانچہ وہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت امام رومان کے پاس پہنچیں اور کہا: ام رومان! اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کے لئے خیر و برکت کا کیا سامان کر دیا ہے! وہ پوچھنے لگیں: وہ کیسے؟ خولہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ عائشہ کے رشتے کی بات کر رہے تھے! ام رومان نے کہا: آپ نے تو میرے دل کی بات کہہ دی ہے مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنا پڑے گا، پس وہ آنے ہی والے ہوں گے جب ابوبکر رضی اللہ عنہ آگئے تو حضرت خولہ نے ساری بات کہہ دی، اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مگر کیا یہ رشتہ ان سے ہو سکتا ہے؟ وہ تو ان کی بھتیجی ہوتی ہیں!!''۔

''حضرت خولہ رضی اللہ عنہا دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں اور ان سے فتویٰ پوچھا، آپ کا جواب یہ تھا کہ آپ واپس جا کر ان سے کہیے کہ میں اور وہ تو محض دین اسلام کا رشتہ اخوت رکھتے ہیں، ان کی بیٹی کی بھی یہی حیثیت ہے!''۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خولہ کو انتظار کرنے کے لئے کہا اور خود اٹھ کر کہیں چلے گئے۔ ام رومان نے خولہ کو بتایا کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے جبیر کے لئے عائشہ کا رشتہ مانگا تھا اور یہ تو تم جانتی ہی ہو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعدہ خلافی کبھی نہیں کیا کرتے!

چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ مطعم بن عدی کے گھر گئے تو اس کی بیوی ''اھنی'' بھی اس کے پاس موجود تھی، مطعم نے اپنی بیوی کی رائے پوچھی تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی: دیکھیے بھائی ابوبکر! اگر ہم نے اس بچے کی شادی آپ کے گھر کر دی تو آپ تو

Marfat.com

اسے اس کے مذہب سے دور کردیں گے۔ یہ تو آپ کا اور آپ کے مذہب کا ہو کر رہے گا، تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مطعم کی طرف متوجہ ہو کر پوچھنے لگے: تو بھائی آپ کی کیا رائے ہے؟ میری رائے بھی وہی ہے جو آپ سن چکے ہیں! یہاں سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس یقین اور تسلی کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں کہ بات ختم ہوئی اور اب ان سے وعدہ نہ نبھانے کی کوئی ذمہ داری باقی نہیں رہی چنانچہ واپس آ کر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے ہیں کہ بی بی اب آپ رسول اللہ ﷺ سے یہ عرض کرسکتی ہیں کہ جب چاہیں تشریف لاسکتے ہیں!'' (1)۔

یہ اس منظر کی تفاصیل ہیں جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی شادی طے ہونے سے تعلق رکھتی ہیں اور یہ تفاصیل ثقہ و معتبر مورخین کے الفاظ کا ترجمہ ہے جو بلا کم و کاست پیش کردی گئی ہیں، مقصد یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی شادی کے حوالے سے بعض بے سروپا باتیں بھی بیان کی جاتی ہیں اور زیب داستان کے لئے ان پر رنگ بھی چڑھائے جاتے ہیں مثلاً:

(۱) حضرت عائشہ کی کم عمری کی شادی کی بات کی جاتی ہے کہ چھ سال کی عمر میں نکاح اور پھر نو سال کی عمر میں رخصتی لوگوں کو ذرا عجیب سی لگتی ہے، اس موضوع پر مصری عالم، ادیب، شاعر اور محقق عباس محمود العقاد اور مولانا سید سلیمان ندوی کی باتیں معقول اور قابل فہم ہیں (2)۔ تفاصیل وہاں سے دیکھی جاسکتی ہیں اور کچھ باتیں مقدمہ کتاب میں آ بھی چکی ہیں۔

(۲) بعض یورپی مسخروں نے ''داستان عشق'' سمجھ کر اسے اپنے ناولوں کا موضوع بنانے کی کوشش بھی کی ہے مگر مذکورہ تفاصیل اس بدگمانی کی تائید سے قاصر ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تو رشتے کی بات پہلے کہیں طے ہو چکی تھی جس کا علم نہ حضرت خولہ کو تھا نہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اس رشتے کا ارادہ کیا تھا، یہ تو حضرت خولہ کی تجویز تھی جو مطعم بن عدی

1۔ سبل الہدی، جلد 11، صفحہ 165، اسد الغابہ، جلد 7، صفحہ 205، الاصابۃ، جلد 7، صفحہ 157-190، حلیۃ الأولیاء، جلد 2، صفحہ 54-64

2۔ الصدیقۃ بنت الصدیق، سیرت عائشہ

Marfat.com

کے گھر والوں کے اسلام کے ''خوف'' کے باعث عملی شکل اختیار کر سکی!

یہ بھی درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے پناہ سچی محبت تھی اور وہ بھی بحیثیت شوہر آپ سے بے اندازہ اور سچا پیار کرتی تھیں مگر یہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد کی بات ہے! میاں بیوی میں ایسی معصوم اور سچی محبت تقاضائے بشریت بھی ہے اور حکم شریعت بھی! یہ پاکیزہ محبت کا اعلیٰ نمونہ امت کے لئے قابل تقلید ہے!!

یہ بھی درست ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اس رشتہ ازدواج کی خواب میں بشارت ملی تھی اس لحاظ سے یہ بھی حضرت زینب بنت جحش کے نکاح کی طرح ایک ربانی فیصلہ کہا جا سکتا ہے کیونکہ نبی کا خواب بھی وحی ربانی کا پہلا مرحلہ ہے، لیکن ایک تو یہ شادی کی بشارت ہے معاشقہ کی پیشین گوئی نہیں تھی! پھر یہ بھی واضح نہیں کہ یہ خواب حضرت عائشہ کی پیدائش سے پہلے کا ہے یا رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد کی بات ہے اور زیادہ قرین قیاس موخر الذکر صورت ہی ہے اس لئے کہ یہ بات آپ نے شادی کے بعد حضرت عائشہ کو بتائی اور انہوں نے آگے اسے روایت کیا، یہ کہیں نہیں آیا کہ حضور ﷺ نے یہ خواب حضرت عائشہ کی پیدائش سے پہلے دیکھا اور لوگوں کو بتا بھی دیا تھا، یہ تو میاں بیوی کے عہد و پیمان کی بات بھی ہو سکتی ہے کہ یہ رشتہ ازدواج پہلے سے مقدر تھا اور یہ جنت میں آخرت کی زندگی میں بھی قائم و دائم رہے گا!

(۳) دو شادیوں کے سوا سرکار ﷺ کی باقی تمام شادیاں حالات کا تقاضا اور وقت کی ضرورت تھی جیسے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ سے حضور ﷺ کی شادی کے دو تقاضے تھے جو پورے ہوئے ایک بچوں کی حفاظت و نگرانی اور دوسرے ایک سچی مومن خاتون، جاں نثار صحابیہ اور عمر رسیدہ بیوہ کی مدد پیش نظر تھی صرف دو شادیاں مرضی اور خوشی کی شادیاں کہی جا سکتی ہیں، ایک حضرت خدیجہ سے جس کی سلسلہ جنبانی ایک نیک اور معزز خاتون کی طرف سے تھی جو آپ کے صدق و امانت اور حسن اخلاق سے متاثر ہونے کا نتیجہ تھا اور اس کے علاوہ ''نبی منتظر'' کے متعلق احبار یہود اور رہبان نصاری کی پیشین گوئیوں کے باعث سیدہ خدیجہ کا بھی بنو ہاشم (خصوصاً حضرت ابو طالب، حضرت عبدالمطلب اور حضرت آمنہ سلام

Marfat.com

اللہ علیہم) کی طرح حضور ﷺ کے غیر معمولی مستقبل پر یقین تھا! عمر کے تفاوت کے باوجود آپ نے یہ رشتہ منظور فرمالیا اور دوسری شادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے ہے، تمام امہات المومنین میں صرف یہی کنواری تھیں، مگر یہ شادی بھی ایک نیک خاتون کے واسطے سے طے ہوئی اور نکاح ہونے سے پہلے تک ان سے کسی بات یا ملاقات کا اشارہ تک بھی نہیں ملتا، پھر اگر وہ کم عمری کی وجہ سے شادی کے ابھی قابل نہ ہوتیں تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے ذہن میں ان کا آپ کے لئے موزوں رشتہ ہونا کیسے آتا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام سن کر یہ محال ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جیسا مجسمہ عدل وانصاف اور داعی حقوق انسانی چپ چاپ بلا چون وچرا ایک ''بچی'' سے نکاح کے لئے تیار ہو جائیں اور یہ بھی نہ کہیں کہ وہ تو ابھی شادی کے قابل ہی نہیں! یہ بھی محال ہے کہ ان کا نکاح کے قابل ہونا یا نہ ہو سکنا حضور اکرم ﷺ کے علم میں نہ ہو، بچپن کے مخلص دوست تھے، صبح شام کا آنا جانا تھا، دوست کے گھر والوں کے متعلق اتنا بھی معلوم نہ ہو کہ ان میں سے کون کون کس کس عمر یا اہلیت کا ہے؟ یہ بھی محال ہے کہ دوسرے کے سودے پر سودا کرنے یا دوسرے کے رشتہ پر رشتہ کرنے سے امت کو منع کرنے والی ہستی کے اگر علم میں ہوتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ تو مطعم بن عدی کے بیٹے سے ہو چکا ہے اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی تجویز سنتے ہی حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کے پاس اپنے رشتہ کی بات چلانے کے لئے بلا جھجک اور بلا تردد روانہ نہ کرتے یہ تمام محالات اس بات کی دلیل ہے کہ نبی معصوم ﷺ نے اپنے جگری یار کے گھر صبح شام آتے جاتے بات کو کریدا تک نہ ہوگا یا خدانخواستہ کسی میں ''دلچسپی'' لی ہوگی، صرف اتنا علم تھا کہ ان کے دوست ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بچوں میں عائشہ نام کی بچی شادی کے قابل ہو سکتی ہے، پھر بچی کے والدین کا فوری ردعمل بھی قابل توجہ ہے، والدہ کو صرف یہ جھجک تھی کہ پہلے والے رشتہ کا کیا کریں گے؟ اور والد کو صرف یہ تردد تھا کہ ''بھائی کی بیٹی'' بھائی کے نکاح میں کیسے آسکتی ہے مگر یہ کسی نے بھی نہیں کہا کہ وہ تو ابھی کم عمر بچی ہے اور شادی کے قابل ہی نہیں ہے!! اسی طرح مکہ اور مدینہ کے منافق اور دشمن جو باتیں گھڑ کر نبی ﷺ پر کیچڑ اچھالنے سے بھی باز نہیں رہتے تھے ان میں سے کسی نے بھی

Marfat.com

بھی اس ''کم عمری کی شادی'' کا ذکر تک نہیں کیا ورنہ وہ کم عمر بچیوں سے نکاح کا طعنہ دینے سے کبھی نہیں چوکتے! یہ سب اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کوئی غیر معمولی یا رواج کے خلاف بات پیش نہیں آئی، اس لئے سب کے سب چپ رہے حالانکہ متبنیٰ بیٹے کی مطلقہ سے شادی پر انہی لوگوں نے آسمان سر پر اٹھالیا تھا!

لہٰذا یہ واضح اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ناول لکھنے والے مسخروں کی بات غلط ہے، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی جو میاں بیوی کی مثالی محبت و اخلاص کی زندگی تھی اسے ہی ''افسانہ'' بنا لیا گیا ہے اور اس دوسری باقاعدہ طے شدہ شادی میں کوئی بات غیر معمولی یا مروجہ طریقوں کے خلاف نہیں ہوئی اگر کچھ ہوتا تو معاصر تاریخ میں اس بات کا کوئی نہ کوئی اشارہ ضرور مل جاتا!

حضرت خولہ بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ سے شرعی فتویٰ مل جانے کے بعد کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی بھتیجی نہیں! اسلام قبول کر لینے کے ''خوف'' سے مطعم کے گھر والوں کا منگنی توڑ دینے کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ بی بی! اب آپ جایئے اور سرکار ﷺ سے عرض کیجئے کہ اب آپ نکاح کے لئے تشریف لا سکتے ہیں چنانچہ آپ تشریف لائے اور ہجرت سے پہلے مکہ میں نکاح ہو گیا اور تین سال بعد مدینہ منورہ جا کر رخصتی بھی ہو گئی اور وہ اٹھارہ سال کی عمر میں بیوہ بھی ہو گئیں! عقاد کے نزدیک شادی کے وقت وہ چودہ سال کی تھیں (1)۔

چھ سال اور نو سال کی عمر میں نکاح اور رخصتی کو ایک اور زاویہ سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ ایک ''غیر معمولی'' خاتون تھیں جنہیں غیر معمولی کاموں کے لئے قدرت نے منتخب کر لیا تھا۔ گویا سیدہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا ایک غیر معمولی بچی تھیں! وہ کوئی معمولی بچی ہرگز نہ تھیں! اللہ تعالیٰ کی حکمت غالبہ قادرہ نے انہیں ایک غیر معمولی بچی بنایا! وہ کسی معمولی شوہر کے لئے بھی ہرگز نہ تھیں! ان کے شوہر بھی ایک غیر معمولی ہستی کے مالک تھے بلکہ انہیں معمولی کہنا اور سمجھنا بھی کفر ہے!! وہ کسی معمولی کام کے لئے

1۔ الصدیقۃ بنت الصدیق، سیرت عائشہ

Marfat.com

بھی پیدا نہیں کی گئی تھیں بلکہ ان کا فرض منصبی یا ان سے لیا جانے والا کام بھی بے حد غیر معمولی تھا! ان کے غیر معمولی بلکہ بے حد اور بے انتہا غیر معمولی شوہر تھے سید ولد آدم، رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ جن کی روزمرہ زندگی انسانیت کے لئے اسوۂ حسنہ بننے اور انسانیت تک کسی کمپیوٹر کے ذریعے محفوظ طور پر پہنچنے جا رہی تھی اس کام کے لئے ایک غیر معمولی حافظہ کی مالک غیر معمولی رفیقہ حیات کی ضرورت تھی! جو کچھ ہوا، جو کچھ سنا اور جو کچھ دیکھا یہ سب کچھ من وعن غیر معمولی حافظہ میں پوری امانت و دیانت کے ساتھ امت کو منتقل کر دیا، امت کی ماں نے امت کی معلّم بن کر اپنے بچوں کو سب کچھ عطا فرما دیا! سیرت و سنت کے جو پہلو امت مسلمہ کو ام المومنین سیدہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کے واسطے سے میسر آئے وہ اتنے مفید، اتنے اہم اور اتنے روشن ہیں کہ اس کی مثال اور کسی کے ہاں نہیں ملے گی نہ دیگر امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے ہاں اور نہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاں! ہم اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے احسان مند اور شکر گزار ہیں اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند فرمائے، لیکن آیئے اس سلسلے میں ذرا تاریخ سے بھی پوچھ لیتے ہیں!

تمام سیر و تراجم کی کتابیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم و فضل کے مناقب و محامد سے بھری پڑی ہیں، کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ تابعین نے ان سے حدیث روایت کی ہے، فقہی مسائل دریافت کیے ہیں اور علم المیراث کے الجھے ہوئے مسائل یا تو باب علم نبوی سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم حل فرماتے تھے یا لوگ ام المومنین صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کے حضور میں حاضر ہو کر اپنے سوالات کے تسلی بخش جواب پاتے تھے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرب کے انساب و اشعار کے ماہر اور حافظ تھے بلکہ وہ تو خود بھی اعلیٰ درجے کے شاعر تھے اور ان سے ایک دیوان شعر بھی منسوب ہے، اس لئے اپنے والد گرامی کی یہ میراث بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی، (1) چنانچہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

1۔ الصدیقۃ بنت الصدیق، سیرت عائشہ

Marfat.com

مَا رَاَيتُ اَحدًا مِنَ النَّاسِ اَعْلَمَ بِالقُرآنِ وَلَا فَرِيضَةٍ وَلَا بِحلالٍ وَلَا بِحرامٍ وَلَا بشعرٍ وَلَا بِحَدِيثِ العربِ وَلَا بِنَسَبٍ مِنْ عائشةَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا

"کہ اماں عائشہ سے بڑھ کر قرآن کا عالم، علم میراث جاننے والا، حلال وحرام کا علم رکھنے والا، عربی شاعری اور عربوں کے حالات وانساب جاننے والا میں نے کوئی اور انسان نہیں دیکھا" (1)۔

حضرت عروہ جب کہتے کہ اماں جی! مجھے آپ کے فقیہانہ کمالات پر حیرت ہوتی ہے تو آگے سے فرماتی تھیں: ہاں تجھے یہ تو پتہ نہیں نا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی اور ابوبکر کی بیٹی ہوں؟ کبھی وہ کہتے کہ عربی شاعری اور عربوں کی تاریخ کے متعلق آپ کا علم حیران کر دینے والا ہے تو فرماتیں: ابوبکر کی بیٹی نہیں ہوں! وہ تو ایام العرب اور عربی شاعری کے سب سے بڑے عالم تھے اور جب کبھی عروہ یہ کہتے کہ طب کے متعلق آپ کا علم کہاں سے آیا؟ تو جواب ہوتا: طب نبوی کو تو نہیں جانتا کیا؟ (2)۔

امام ابن الجوزی وغیرہ نے امام سفیان بن عیینہ کا قول نقل کیا ہے کہ تمام امہات المومنین اور خواتین امت کا علم ایک طرف رکھا جائے اور دوسری طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم رکھا جائے تو صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما کا پلڑا بھاری ہوگا!! (3)۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ مشہور تابعی ہیں اور رواۃ حدیث میں نہایت اعلیٰ مقام رکھتے ہیں، وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کرتے تو ہمیشہ یوں کہتے تھے: (4)

حَدَّثَنِی الصِّدِّیقَةُ بِنْتُ الصِّدیقِ حَبِیْبَةُ حبیبِ اللّٰہِ الْمُبَرَّأَةُ فِی کتابِ اللّٰہ

"یعنی یہ حدیث میں نے صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا اللہ کے حبیب کی

1۔ الصدیقۃ بنت الصدیق، سیرت عائشہ — 2۔ ایضاً

3۔ صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 23 — 4۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 2، صفحہ 54

Marfat.com

حبیبہ کتاب اللہ میں جن کی بے گناہی نازل ہوئی سے سنی ہے''۔

حلیۃ الاولیاء امام ابو نعیم اصفہانی کی بہت پیاری کتاب ہے اور اہل تصوف کا خوبصورت تذکرہ ہے، سرچشمہ تصوف و روحانیت رحمۃ للعالمین ﷺ سے تذکرہ کا آغاز کیا گیا ہے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور اولیاء اللہ کے تذکرے ہیں ہر تذکرہ کا افتتاح ایسے چنے ہوئے الفاظ سے کرتے ہیں جو شخصیت کی سیرت و کردار کا جوہر اور نچوڑ ہوتا ہے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر یوں شروع کرتے ہیں: (1)

''اور انہی (اولیاء اللہ) میں سے صدیقہ بنت صدیق ہیں جو عتیقہ بنت عتیق بھی ہیں، حبیبہ حبیب بھی، اللہ کے مقرب وخطیب اعظم سید المرسلین محمد ﷺ سے الفت کرنے والی، تمام عیوب سے بری، دلوں کے شک سے پاک اور جنہوں نے علام الغیوب کا پیغام لانے والے جبریل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا یعنی ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا!''۔

یہ بھی ابو نعیم اصفہانی ہی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق تبصرہ کیا ہے: (2)

كَانَتْ للدنيا قالِيةً وعن سُرورِها لاهيةً وعلى فَقْدِ الْيفِهَا بَاكِيَةً

''یعنی وہ دنیا کو حقیر سمجھنے والی، دنیا کی خوشیوں کو فراموش کرنے والی اور اپنے محبوب شوہر کے کھو جانے پر رونے والی تھیں''۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی بھی حضرت عائشہ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوتا تو فرماتے: (3) ''تو بدشکل ہو، تجھے کتے بھونکیں! چپ ہو جا!! کیا تو اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی محبوب بیوی کی شان میں میرے سامنے گستاخی کرتا ہے؟ حالانکہ وہ تو جنت میں بھی رسول اللہ ﷺ کی رفیقہ حیات ہیں!''۔

سیدۂ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف ازواج مطہرات کی شکایت لے کر گئیں تو حضور اکرم ﷺ نے ان کی شکایت

1۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 2، صفحہ 54　　2۔ ایضاً　　3۔ ایضاً

Marfat.com

سن کر فرمایا: اے میری پیاری بیٹی! تم اپنے والد کی محبوب رفیقہ حیات کا لحاظ کیا کرو!'' ابن الجوزی کے الفاظ ہیں (1) کہ:

إِی بُنَیَّةُ! اَلَسْتِ تُحِبِّیْنَ مَا اُحِبُّ؟ فقالت: بَلٰی فَقَالَ: فَاَحِبِّیْ هٰذِهٖ

''اے پیاری بیٹی! کیا تو اس سے محبت نہیں کرے گی جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ تو سیدۂ کائنات نے فرمایا: ہاں کرتی ہوں! آپ نے فرمایا: تو پھر بیٹی اس (عائشہ) سے محبت کیا کرو!''۔

سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہا کے جواب سے مطمئن نہ ہوتے ہوئے ازواج مطہرات نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تو انہیں بھی یہی جواب دیا گیا، اس پر وہ حضرت عائشہ کی شان میں کچھ نامناسب باتیں کرنے لگیں، اس پر وہ اجازت طلب نگاہوں سے نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھنے لگیں جو چپ چاپ سن رہے تھے، آپ نے اثبات میں سر ہلایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مدلل گفتگو سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو لاجواب کر دیا تو آپ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے: ''یہ تو ابو بکر کی بیٹی ہیں!'' (2)۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تھی چنانچہ نبی کریم ﷺ ان کے ہاں دو دن ٹھہرتے تھے، لوگ اس موقع پر اپنے تحائف لاتے، اس کو بھی باقی ازواج نے محسوس کیا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مطالبہ کیا کہ جب آپ باقی ازواج کے ہاں ہوں تب بھی لوگ تحفے لایا کریں، آپ نے فرمایا: میں لوگوں کی خوشی اور آزادی پر پابندی تو نہیں لگا سکتا! کوئی جب چاہے تحفہ لائے میں نہ کسی کو منع کروں گا نہ حکم دوں گا، مگر وہ اصرار ہی کرتی جا رہی تھیں، جب انہوں نے سہ بارہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: (3)

1۔ صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 19-35، الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 1881-1885، طبقات، جلد 5، صفحہ 58، اسد الغابۃ، جلد 7، صفحہ 187-190، سبل الہدیٰ، جلد 11، صفحہ 164-183

2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

Marfat.com

یَا ام سلمۃَ! لا تُؤْذِیْنِیْ فِی عَائشۃَ

''ام سلمہ! مجھے عائشہ کے معاملہ میں اذیت مت دو یعنی مت ستاؤ''

دو امہات المومنین ایسی ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے یہ خوشخبری سنائی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا مقرب فرشتہ جبریل امین علیہ السلام ان کے لئے رحمت وسلامتی کی دعا کرتا ہے اور وہ ہیں سیدہ خدیجۃ الکبری اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، چنانچہ بخاری اور مسلم کی حدیث ہے جسے ابن الجوزی نے ''صفۃ الصفوۃ'' میں نقل کیا ہے کہ جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور نبی کریم ﷺ سے کہا: ''یارسول اللہ! یہ خدیجہ ہیں جو آپ کے تمام کھانے پینے کی اشیاء ایک برتن میں لے کر آرہی ہیں، جب وہ تشریف لائیں تو انہیں اللہ جل شانہ کی طرف سے اور میری طرف سے دعائے سلامتی پہنچایئے اور انہیں خوشخبری سنایئے کہ جنت میں ان کے لئے پرسکون اقامت گاہ ہے جہاں نہ کوئی ہنگامہ ہے نہ مشقت ہے!'' اسی طرح صحیحین کی سند سے ابن الجوزی نے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جبریل امین علیہ السلام آپ کے لئے سلامتی کی دعا کرتے ہیں تو میں نے جواب دیا کہ ''وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ!'' (1)۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے مال اور وقت کی تقسیم میں ہر ایک بیوی کا پورا پورا حصہ رکھا، کسی کے ساتھ بے انصافی یا کسی کی حق تلفی گوارا نہیں فرمائی، البتہ دلی جذبات کسی بشر کے اپنے بس میں نہیں ہوتے، دل تو اللہ رحمٰن ورحیم کے دست قدرت میں ہوتا ہے، اسی لئے آپ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! میرے بس میں تو یہی انصاف ہی ہے دل تو تیرے قبضہ قدرت میں ہے! چنانچہ اپنے دل میں آپ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جگہ کبھی کسی کو نہیں دی ان کے بعد سیدہ عائشہ ان کی چہیتی بیوی تھیں اور آپ ان سے بے حد لاڈ پیار کرتے تھے، دل جوئی کے لئے اور انہیں خوش رکھنے کے لئے ان کی ہر بات مانتے تھے، حتیٰ کہ ان کی عادات اور طبعی میلانات پر بھی نظر رکھتے تھے اور اس سے انہیں آگاہ بھی فرماتے

1۔ صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 19-35، الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 1881-1885، طبقات، جلد 5، صفحہ 58، اسد الغابۃ، جلد 7، صفحہ 187-190، سبل الہدی، جلد 11، صفحہ 164-183

Marfat.com

رہتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ عائشہ! میں تمہارے دل کی بات کو بھانپ لیتا ہوں حتی کہ اگر تم دل میں ناراض یا راضی ہو تو اس کا بھی مجھے تمہاری گفتگو سے اندازہ ہو جاتا ہے، جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: "مجھے ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم ہے" لیکن جب مجھ سے خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو: "مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب کی قسم ہے!" (1)۔

مالی اخراجات میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مکرمات میں کوئی فرق یا امتیاز کبھی نہیں برتا، خیبر سے جو دیگر ازواج مطہرات کو ملتا تھا وہی حضرت عائشہ کو بھی عطا ہوا، یہی حال تھا وقت کی تقسیم کا، اس میں بھی کسی کی حق تلفی کبھی گوارا نہیں فرمائی لیکن جب دلی محبت اور قدر شناسی کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ عورتوں میں میرے نزدیک عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ عزیز ہیں بالکل اسی طرح تمام مردوں میں سے مجھے ان کے والد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عزیز ہیں! آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جس طرح عربی کھانوں میں ثرید کو دوسرے کھانوں پر برتری حاصل ہے اسی طرح عائشہ کو بھی خواتین پر فضیلت حاصل ہے اور یہ بھی دراصل تسکین ذوق اور دلی پسند ناپسند کا مسئلہ ہے!! (2)۔

صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما کا قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ مرتبہ اور مقام محض کوئی نسوانی حسن ظاہری کے سبب نہ تھا بلکہ سیرت واخلاق میں جو بلند مرتبہ ومقام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا مکارم اخلاق کے مالک صادق وامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند اور محبت کا اصل سبب تھا، کم عمری کے باوجود حضرت عائشہ کی فاضلانہ گفتار وکردار انہیں باقی ازواج مطہرات سے اونچا کر گیا، وہ ایک بھولی بھالی سادہ طبیعت، صاف گو، حق پرست اور سچائی پسند خاتون تھیں لیکن اپنے شوہر سے سچی محبت اور وفاداری میں بھی کامل تھیں، حق شناسی اور سچ کے سامنے سر کو جھکا دینا انہوں نے اپنے والد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سیکھا تھا، حق پہچاننے اور اسے فوری طور پر بلا چون وچرا ماننے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کبھی تردد یا ہچکچاہٹ نہیں ہوئی۔ چنانچہ جب آیات تخییر میں ازواج مطہرات پر دین ودنیا کی بھاری

1۔ صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 19-35، الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 1881-1885، طبقات، جلد 5، صفحہ 58، اسد الغابۃ، جلد 7، صفحہ 187-190، سبل الہدیٰ، جلد 11، صفحہ 164-183

2۔ ایضاً

Marfat.com

ذمہ داری ڈالتے ہوئے یہ اختیار دیا گیا کہ چاہو تو اسے نہ مانتے ہوئے الگ ہو جاؤ اور چاہو تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا رستہ اختیار کرو تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ اس معاملہ میں اپنے والدین سے بھی مشورہ کرلو تو صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کا جچا تلا صاف ضمیر اور صاف زبان کا جواب تھا کہ مجھے اللہ و رسول کا رستہ اختیار کرنے کے لئے کسی مشورہ کی ضرورت نہیں!(1)۔

بشری تقاضے انسانی زندگی کا لازمہ ہے، سوتن سے جلاپا بھی ایک ایسا ہی بشری تقاضا ہے، حضرت سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنی سوتن سے کبیدہ خاطر ہونا تورات اور تاریخ سے ثابت ہے، اپنے بانجھ پن کے باعث بے اولاد شوہر کی خود حضرت ہاجرہ سے شادی کروائی مگر ولادت اسماعیل علیہ السلام کے بعد نسوانی بشری جذبات نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو جلاوطن کرانے پر مجبور کر دیا، ازواج مطہرات بلاشبہ نیک دل، پاک دامن اور ایمان و تقویٰ سے متصف تھیں مگر بایں ہمہ بعض بشری تقاضوں کا ظہور قدرتی بات تھی اور ایسے معصومانہ نسوانی جذبات کے اظہار سے نہ تو ان کی شان میں کمی آتی ہے اور نہ امت کو اس پر پریشان ہونے کی ضرورت ہے بلکہ امہات المومنین سے ان بشری تقاضوں کے ظاہر ہونے میں امت کے لئے عبرتیں اور مسلم خواتین بلکہ پورے عالم نسوانیت کے لئے سبق تصور کرنا چاہیے، نبی پاک ﷺ کو صدق و امانت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے خلق وفاداری اور احسان شناسی کے جوہر سے بھی مزین فرمایا تھا، جس طرح آپ نے اپنے یار غار اور مددگار و وفادار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے احسانات کو کبھی بھی فراموش نہ کیا اور برملا اعتراف اور اظہار فرماتے رہے اسی طرح مومنہ اولی، مونس غم اور اپنا تن من دھن قربان کر دینے والی رفیقہ حیات سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کو بھی ان کی وفات کے بعد بھی ان کے عظیم احسانات سمیت کبھی فراموش نہ کیا اور امہات المومنین کی موجودگی حتی کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بھی صبح و شام انہیں یاد فرماتے رہے، ایک دن حضرت عائشہ

1۔ صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 19-35، الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 1881-1885، طبقات، جلد 5، صفحہ 58، اسد الغابۃ، جلد 7، صفحہ 187-190، سبل الہدی، جلد 11، صفحہ 164-183

Marfat.com

سے نہ رہا گیا اور کہنے لگیں:

''یا رسول اللہ! ایک عمر رسیدہ خاتون تھیں خدیجہ! اللہ نے آپ کو ان کا بہترین بدل عطا فرما دیا ہے! سرکار ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ نے ان کا بہترین بدل کوئی نہیں عطا فرمایا! واللہ! وہ مجھ پر ایسے وقت میں ایمان لائیں جب سب لوگوں نے میرا انکار کر دیا تھا، انہوں نے میری اس وقت تصدیق کی جب سب لوگ میری تکذیب پر کمربستہ تھے، اس نے مجھے ایسے حالات میں اپنی دولت میں شریک کیا جب سب لوگوں نے مجھے اس سے محروم رکھا ہوا تھا! میرے اللہ نے تمام اولاد مجھے اسی سے عطا فرمائی اور دیگر زوجات سے کوئی اولاد نہ عطا فرمائی!!''۔

یہ محبوب شوہر کی اپنی محبوب بیوی کے سامنے صاف گوئی تھی اور ایک وفادار شوہر کی طرف سے اپنی وفادار مرحومہ بیوی کی احسان شناسی کا اعلان تھا، ایک کم عمر، بھولی بھالی مگر ایک اعلیٰ ادراک کی مالک اور بلند اخلاق صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کو اندازہ ہی نہیں یقین بھی ہو گیا کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی حقیقی خدمات اور عظمت کیا ہے اور یہ کہ ان کے محبوب شوہر رسول خدا ﷺ کے دل میں ان کا مرتبہ و مقام کیا ہے اور ان کی شان گھٹانے سے ان کے دل کو کتنی ٹھیس لگ سکتی ہے، اس لئے معافی مانگتے ہوئے فوراً بول اٹھیں کہ "وَاللّٰہِ لَا اُعَاتِبُکَ فِیْھَا بَعْدَ الیومِ اَبَدًا" یعنی اللہ کی قسم یا رسول اللہ! آج کے بعد میں خدیجہ کے معاملہ میں آپ کے دل کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی'' (1)۔

اس واقعہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت کے بعض پہلو نمایاں طور پر سامنے آتے ہیں، ایک تو بے ساختہ نسوانی بشریت کا اظہار ہے جو کسی وضاحت یا دلیل کا محتاج نہیں ہے، کوئی بیوی اپنے شوہر کی زبان سے اپنی سوتن کی تعریف خوشی سے گوارا نہیں کر سکتی بلکہ کوئی انسان بھی اپنے خاص ساتھی سے اپنے کسی بھی حریف یا رقیب کی تعریف خوشی سے گوارا نہیں کر سکتا، یہ انسانی فطرت اور بشری تقاضا ہے، اس کا ہمیں اعتراف ہے!

1۔ صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 19-35، الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 1881-1885، طبقات، جلد 5، صفحہ 58، اسد الغابۃ، جلد 7، صفحہ 187-190، سبل الہدیٰ، جلد 11، صفحہ 164-183

Marfat.com

لیکن جو چیز انہیں عظمت و رفعت عطا کرتی ہے اور اس کا اعتراف کرنے پر مجبور کرتی ہے وہ ان کی قوت ایمانی اور حب رسول ہے، انہیں رسول اللہ ﷺ کے اس احسان عظیم کا شعور ہے کہ وہ ہادی برحق اور محسن انسانیت ہیں، ان کی ناراضگی اور ناپسندیدگی سے ایمان جاتا ہے، ایک مومن انسان کے لئے اول و آخر اپنی دولت ایمان کو بچانا فرض اولین ہے اور وہ لاشعوری طور پر بھی اپنے ایمان پر کوئی حرف نہیں آنے دیتا، رسول اللہ ﷺ کی محبت و احترام کے باب میں ام المومنین رضی اللہ عنہا کی یہ پاکیزہ روش امت کے لئے مثال عبرت و موعظت ہے، انہوں نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی رہنمائی کا سامان کیا ہے اور امت ان کی احسان مند ہے، انہوں نے اپنے صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا ہونے کا واضح ثبوت دیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فوری انابت الی اللہ اور طلب عفو و مغفرت ہمیں اہل ایمان کی اس علامت کی یاد دلاتی ہے جن کا قرآن کریم میں بصراحت ذکر ہے اور خصوصا سورۂ آل عمران (آیت:135) میں آیا ہے کہ علم و شعور ہونے پر وہ فوری طور پر توبہ و انابت کے لئے سبقت کرتے ہیں اور غلطی پر ضد و اصرار ان کا شیوہ نہیں ہے۔

یہ ان کی روشن ذہانت اور عقل سلیم کی مقدار وافر کی بھی دلیل ہے، انہوں نے حقیقت حال کا ادراک کرنے میں دیر نہ لگائی، اپنی نسوانی بشریت کو ایک طرف رکھتے ہوئے اپنی حیثیت اور مقام نبوت کا ادراک کر لیا، صدیقی تربیت اور صحبت نبوی پوری طرح جلوہ گر نظر آتی ہے، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جس علم نبوی کی امانت دار ہیں وہ اس کی پوری مستحق و حق دار بھی ہیں، جو نور علم انہوں نے امت تک پہنچایا اسی نے انہیں لغزش سے بھی بچایا، صدیق اکبر کی دختر نیک اختر اور رسول اعظم و خاتم ﷺ کی رفیقہ حیات کو ایسا ہی ہونا چاہیے !!۔

ایمان و محبت کے تقاضے نے انہیں کچھ دیر کے لئے یہ بھلا دیا کہ وہ آپ کی چہیتی بیوی ہیں اور شوہر نے ان کی ہر بات کو گوارا کرنا ہے، اول و آخر وہ نبی ﷺ پر ایمان لانے والی امتی ہیں، اگر ان سے یہی حیثیت خدانخواستہ چھن گئی تو پھر ان کے لے نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویوں کی حیثیت سے امت کو کوئی غرض نہیں!

Marfat.com

اپنے حریف یا مد مقابل کی تعریف کرنے کے لئے کوئی زبان کھولنے کی ہمت تو کیا کرے گا چہ جائیکہ اس کی تو تعریف سننے کے لئے بھی کوئی کان آمادہ نہیں ہوتے لیکن جب معاملہ اپنی ضرہ یا سوتن کا ہو تو پھر تو بات اور بھی بوجھل اور ناپسندیدہ ہو جاتی ہے مگر یہاں ہمیں ایک عجیب سا منظر دکھائی دیتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تو شاید وہم وگمان میں بھی نہ ہو کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد وہ رسول اللہ کی زوجیت میں آسکتی ہیں۔ کھلونوں اور جھولے کی دنیا سے جو بچی ابھی باہر نہ آسکی ہو اسے مومنہ اولیٰ کا مقام اور خدمات اسلام کا کیا علم ہو سکتا ہے؟ مگر جونہی رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سب سے پہلی اور بڑی ام المومنین کی اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے خدمات جلیلہ اور دل ونگاہ مصطفیٰ ﷺ میں ان کے مقام بلند سے آگاہی حاصل ہوئی حقیقت شناس اور قدر دان عائشہ نے اپنا موقف درست کرنے میں دیر نہیں لگائی، وہ الفضل للمتقدم (اولیت والے کو فضیلت حاصل ہے) کے اصول سے آگاہ تھیں چنانچہ جب سبقت واولیت کا تاج سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سر پر نظر آیا اور معلوم ہوا کہ ان کی شان گھٹانا نہ صرف ان کی حق تلفی ہے بلکہ نگاہ ودل مصطفیٰ ﷺ میں اپنا مرتبہ بھی کم کرنا ہے جو صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کو ہرگز گوارا نہ تھا، اس لئے وہ بلا تردد اور بلا چون وچرا اپنی کوتاہی کا اعتراف کرتی ہیں اور آئندہ اس سلسلے میں کچھ نہ کہنے کا عہد باندھ لیتی ہیں تا کہ آپ کے لئے دلی سکون اور اطمینان کا باعث ہو اور خود حضرت عائشہ سے محبت ووابستگی میں کوئی فرق نہ آنے پائے یہ ایسا کار نیک ہے جسے مولانا روم کے الفاظ میں صرف وہی بندہ خدا انجام دے سکتا ہے جس کی دور رس عقابی نظر ہمیشہ انج[illegible] ہے (مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست!!) یہ خوبی انہیں اپنے والد گرامی سے ورثہ میں میسر آئی اور اسی لئے اکثر مواقع پر حضور اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ انها ابنة ابی بکر یہ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور اسی لئے وہ اور ان کے والد سرکار ﷺ کے لئے ''اَحَبُّ النَّاسِ'' سب سے زیادہ محبوب تھے!!(1)۔

1۔ صفة الصفوة، جلد 2، صفحہ 19-35، الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 1881-1885، طبقات، جلد 5، صفحہ 58، اسد الغابة، جلد 7، صفحہ 187-190، سبل الهدیٰ، جلد 11، صفحہ 164-183

Marfat.com

اگر کبھی میاں بیوی میں اختلاف پیدا ہو جاتا اور فیصلہ نہ ہو پاتا تو اکثر اوقات رسول اللہ ﷺ اپنا "مقدمہ" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش فرما دیتے اور ان کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ کے حق میں ہوتا، بیشتر کتب سیر و تراجم میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے ہاں حاضری کی اجازت مانگی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو اونچی آواز میں بولتے سنا، وہ جب اندر آئے تو بیٹی سے کہا: ام رومان کی بچی! تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے اونچی آواز میں بات کرتی ہے؟ وہ غصہ میں اپنی بیٹی پر ہاتھ اٹھانا چاہتے تھے مگر رسول اللہ ﷺ باپ بیٹی کے بیچ میں حائل ہو گئے جب ابوبکر باہر چلے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کو منانا اور راضی کرنا شروع کر دیا اور فرمایا کہ دیکھتی نہیں ہو میں نے بیچ میں پڑ کے تجھے اس شخص سے بچالیا؟ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوبارہ اجازت لے کر اندر آئے تو دیکھا کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہنسی مذاق کر رہے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ جس طرح تم نے اپنی "حالت جنگ" میں مجھے شرکت کا موقع دیا تھا اس طرح اب حالت امن میں بھی شریک کر لو!!(1)

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ ایسا ہی اختلاف دوبارہ ہوا تو حضرت نے فرمایا: "چلو عائشہ کسی کو ثالث بنا لیتے ہیں، تم کس پر مطمئن ہو گی کیا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ثالث بنا لیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: نا بابا نا! میں انہیں اپنا ثالث کبھی نہیں بناؤں گی، وہ تو بہت سخت اور خشک طبع ہیں!! تو کیا تم اپنے والد کو ثالث بنانا پسند کرو گی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر راضی ہو گئیں!

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا جب وہ تشریف لے آئے تو آپ نے شکایت کی کہ دیکھیے یہ یوں کہتی ہیں کبھی یوں کہتی ہیں آپ ہی انصاف کیجئے!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: یارسول اللہ! خدارا بات صاف صاف اور سچی ہی کہیے گا!! اس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں زور سے تھپڑ دے مارا جس سے ناک پر

1۔ صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 19-35، الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 1881-1885، طبقات، جلد 5، صفحہ 58، اسد الغابۃ، جلد 7، صفحہ 187-190، سبل الہدیٰ، جلد 11، صفحہ 164-183

Marfat.com

چوٹ لگی اور دونوں نتھنوں سے خون بہنے لگا اور فرمایا: ''ام رومان کی بچی! سچ صرف تو بولے گی اور تیرا باپ بولے گا اور رسول اللہ ﷺ معاذ اللہ! سچ نہیں بولیں گے؟ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھجور کی ایک ٹہنی اٹھالی اور بیٹی کو مارنا چاہا! مگر وہ صحن میں ادھر ادھر دوڑنے لگیں اور آخرکار رسول اللہ ﷺ سے آکر چمٹ گئیں!

اس پر رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے: ٹھہرو ابوبکر اسے مت مارو، ہم نے آپ کو اس کے لئے تھوڑا بلایا تھا! آپ کو قسم دیتا ہوں آپ باہر چلے جایئے!'' چنانچہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فوراً باہر چلے گئے اور حضرت عائشہ بھی آنحضرت ﷺ کو چھوڑ کر ایک طرف ہو گئیں، آپ نے اپنے پاس بلایا مگر وہ نہ آئیں، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ مسکرانے لگے اور فرمایا: ''اچھا! پہلے تو تم آکر سختی سے میری کمر سے چمٹی ہوئی نہیں تھیں؟!''۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: ''یارسول اللہ! یہ تو بتایئے کہ آپ مجھ سے محبت تو کرتے ہیں مگر یہ مضبوط کتنی ہے؟!''۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: كَعُقْدَةِ الْحَبْلِ (میری محبت اس قدر پکی ہے جس قدر رسی کی گرہ پکی ہوتی ہے)۔

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اکثر فرماتیں: كَيْفَ الْعُقْدَةُ (گرہ کا کیا عالم ہے؟) تو آپ کا جواب ہوتا: عَلٰی حَالِهَا (پہلے کی طرح ہے!)(1)۔

علامہ شامی صالحی اور دیگر سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ کے کمرے میں تشریف فرما ہوئے، وہ رو رہی تھیں اور ان کے پاس سیدہ کائنات فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں، آپ نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ ''مجھے فاطمہ رضی اللہ عنہا نے برا بھلا کہا ہے!'' حضور اکرم ﷺ کے سوال پر سیدہ کائنات نے اثبات میں جواب دیا تو ارشاد فرمایا ''کیا تم اسے پسند نہیں کرتیں جسے میں پسند کرتا ہوں؟'' تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا، تب ارشاد ہوا: ''کیا تم اسے ناپسند نہیں کرتیں جسے میں

1۔ صفة الصفوة، جلد 2، صفحہ 19-35، الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 1881-1885، طبقات، جلد 5، صفحہ 58، اسد الغابة، جلد 7، صفحہ 187-190، سبل الهدی، جلد 11، صفحہ 164-183

Marfat.com

ناپسند کرتا ہوں؟'' سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کا جواب پھر بھی اثبات میں تھا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر میں تو عائشہ سے محبت کرتا ہوں اس لئے تمہیں بھی ان سے محبت کرنا چاہیے!'' اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں آئندہ عائشہ سے کوئی ایسی بات نہیں کہوں گی جس سے انہیں دکھ ہو'' (1)۔

صحاح کتب حدیث کے علاوہ اصحاب سیر وتراجم نے بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی سفر میں تھے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں، آپ نے فرمایا چلو دوڑ لگاتے ہیں دیکھتے ہیں کون تیز بھاگتا ہے، اس دور میں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ آگے نکل گئیں مگر پھر جب اس قسم کا موقع آیا تو وہ دوڑ میں پیچھے رہ گئیں کیونکہ ان کا جسم بھاری ہو گیا تھا، اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: یَا عائشه! هٰذِهٖ بِتِلْکَ!! (عائشہ! یہ مقابلہ پہلے والے مقابلے کا جواب ہے!!) (2)۔

ایک دفعہ حبشہ کے کچھ نوجوان مدینہ منورہ میں آئے اور خراج عقیدت کے لئے دربار نبوی میں حاضری دی وہ عقیدت ومسرت کا اظہار کرنے کے لئے گیت گاتے اور رقص کرتے جارہے تھے، گیت کے الفاظ تھے'' محمد طیب'' (محمد ﷺ پاکیزہ انسان ہیں!) بچے اور عورتیں ان کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آواز دی: حمیراء! ادھر آؤ، منظر دیکھنا پسند کرو گی؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا اور آگے بڑھ کر اپنا چہرہ رسول اللہ ﷺ کے کندھے پر رکھ دیا، انہوں نے ان پر اپنی چادر مبارک کا پردہ کر دیا، کافی دیر ہو چکی تو آپ نے پوچھا! کیا ابھی دل نہیں بھرا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جلدی نہ کیجئے! یہی سوال اور یہی جواب کئی بار دہرایا گیا مگر یہ منظر تب ختم ہوا جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے!! (3)۔

یہ چیدہ چیدہ واقعات ہیں، اس قسم کے واقعات سے کتب حدیث، سیرت، تاریخ

1۔ صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 19-35، الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 1881-1885، طبقات، جلد 5، صفحہ 58، اسد الغابۃ، جلد 7، صفحہ 187-190، سبل الہدیٰ، جلد 11، صفحہ 164-183

2۔ ایضاً　　3۔ ایضاً

Marfat.com

اسلام اور تراجم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھری پڑی ہیں، ان کا مقصد اور فائدہ جہاں سیدہ
عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما کی سیرت و شخصیت کے مختلف پہلو سامنے لانا ہے،
ان سے سرکار دو عالم ﷺ کی محبت اور آپ کی نظر میں ان کی قدر و منزلت ثابت کرنا ہے
وہاں ان کا اصل فائدہ سیرت طیبہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے اہم پہلو خصوصاً
گھریلو اور ازدواجی زندگی کے نہایت اہم پہلو نمایاں کرنا بھی ہے ان واقعات سے اس
باب میں امت کے لئے ایک اسوہ حسنہ سامنے آتا ہے اور گھریلو اور ازدواجی زندگی میں مدد
ملتی ہے، حضرت عائشہ صدیقہ نے اور دیگر ازواج مطہرات نے بھی۔ رسول پاک ﷺ
کی زندگی کے تمام پہلوان کی امت تک پہنچا دیئے ہیں اور مسلمانوں کی ماؤں کا کردار ادا کر
دیا ہے، انہوں نے اپنے بچوں اور بچیوں سے رسول اللہ ﷺ کی گھریلو زندگی کو یوں کھول
کر بیان کر دیا ہے کہ جس کے بعد کوئی بات امت سے پوشیدہ نہیں رہی۔ حتی کہ بعض ایسی
باتیں بھی جو بظاہر بیان کرنا مشکل ہے مگر جیسے جیسے انسانی ذہن اور تمدن ترقی کر رہا ہے یہ
باتیں نہ صرف گوارا سمجھی جانے لگی ہیں بلکہ ضروری بھی، ان میں سے کوئی بات اخلاق اور
شرع سے ہرگز باہر نہیں ہے، یہ باتیں اسوہ حسنہ کا حصہ ہیں اور ان سے آگاہی ہر امتی کا حق
اور فریضہ ہے کیونکہ ہر مسلمان اسوہ حسنہ کی پیروی کا پابند بنایا گیا ہے!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام ازواج مطہرات میں اس لحاظ سے بھی منفرد
ہیں کہ ان کی بیگناہی اور پاک دامنی پر قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے گواہ بنایا ہے جو قیامت
تک قائم و دائم ہے اور سورت النور میں واقعہ افک (اگر جھوٹا الزام یا تہمت کسی باخبر اور ممکن
حد تک ملوث ہونے والے انسان پر ہو تو بہتان ہے اور اگر یہ الزام یا تہمت کسی غافل، بے
خبر اور ملوث ہونے کے امکان سے بھی دور شخص کے لئے ہو تو یہ افک ہے جو بہتان سے بھی
بڑھ کر ہے) مکارانہ افتراء قرار پا چکا ہے لہٰذا اس کے بعد اس کی تفاصیل اور دلائل اہل
ایمان کے لئے ایک تکلف ہوگا، واقعہ افک رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کے
دماغ کی پیداوار تھا مگر اس میں چند مسلمان بھی دھوکے میں آکر اس کے ہمنوا ہو گئے تھے ان
میں سے ایک حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ بتائے جاتے ہیں، اگرچہ بعض اہل علم

Marfat.com

نے اس افتراء پردازی میں ان کی شرکت کو صحیح تسلیم نہیں کیا کیونکہ وہ تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں کہتے رہے ہیں (1)۔

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

حَلِيلَةُ خَيرِ الْخَلقِ دِينًا وَ مَنْصَبًا نَبِيُّ الْهُدٰى وَالْمَكْرُمَاتِ الْفَوَاضِلِ

مُهذَّبَةٌ قَدْ طَهَّرَ اللّٰهُ خِيمَهَا وَطَهرَّهَا مِنْ كُلِّ بَغْيٍ وَبَاطِلِ

فَاِنْ كُنْتُ قَدْ قُلْتُ الَّذِیْ قَدْ زَعَمْتُمْ فَلَا رَفَعَتْ سَوْطِي اِلَّی اَنَا مِلِي

وَاِنَّ الَّذِیْ قَدْ قِيْلَ لَيْسَ بِلَائِطٍ بِهَا الدَّهْرَ بَلْ قَوْلُ امْرِئٍ بِیَ مَاحِلِ

فَكَيْفَ، وَوُدِّیْ مَا حَيِيْتُ وَنُصْرَتِیْ لِآلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ زَيْنُ الْمَحَافِلِ

رَأَيْتُکِ، وَلْيَغْفِرُ اللّٰهُ لَکِ حَرَّةً مِنَ الْمُحْصَنَاتِ غَيْرِ ذَاتِ الْغَوَائِلِ

عَقِيْلَةُ اَصْلٍ مِنْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبٍ كِرَامِ الْمَسَاعِیْ مَجْدُهُمْ غَيْرُ زَائِلِ

(۱) ''وہ پاک دامن اور پروقار خاتون ہیں، ان پر کسی مشکوک کردار کی تہمت نہیں لگائی جا سکتی، وہ بے گناہوں کی غیبت یا بدگوئی سے بھی دور رہنے والی ہیں''۔

(۲) ''آپ ایک ایسی ہستی کی رفیقہ حیات ہیں جو دین اور منصب کے لحاظ سے تمام مخلوق میں بہتر و افضل ہیں، وہ ہدایت کے علمبردار نبی ہیں اور فاضلانہ عزتوں کے مالک ہیں (ﷺ)''

(۳) ''وہ ایک مہذب و پاکیزہ خاتون ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک فطرت بنایا ہے اور ہر بے کرداری اور غلط روی سے بھی پاک صاف رکھا ہے!''۔

(۴) ''سوائے لوگو! اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہے جس کا تم نے بدگمانی سے مجھ پر الزام لگایا ہے تو اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ پاؤں شل کر دے!''۔

(۵) ''اور یہ بھی سن لو کہ جو بات میرے حوالے سے کہی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہوا ہے، البتہ یہ بات (جو میرے حوالے سے کہی گئی ہے) کسی ایسے شخص کا قول ہے جو مجھ پر جھوٹی تہمتیں باندھنے میں لگا رہتا ہے!''

(۶) ''بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے (کہ میں ایسی بات کہوں) جب کہ میں تو جب تک زندہ ہوں

1۔ الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 188، دیوان حسان، صفحہ 273

Marfat.com

میری مخلصانہ محبت اور میری مدد رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ کے لئے وقف ہے اور اسے بطور زینت محافل میں ذکر کیا جاتا رہے گا!''۔

(۷) ''(اے ام المومنین!) اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت کا سامان کریں، میں نے دیکھا ہے کہ آپ تو ایک شریف خاتون ہیں، پاک دامنوں میں سے ہیں، آپ غلط روش رکھنے والیوں میں سے نہیں ہیں!

(۸) ''آپ تو ایک محترم خاندانی اصلیت رکھنے والی خاتون ہیں، آپ تو بنولوی بن غالب کے خاندان کی عزت دار بیٹی ہیں جو شریفانہ کام کرنے والے تھے ان کی عزت وعظمت کو تو کبھی بھی زوال نہیں!''۔

یہ منہ توڑ اور لاجواب شہادت ہے جو زندہ جاوید دلیل ہے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کردار اور اخلاق پر، یہ ایک ایسی ہستی کی گواہی ہے جس کی لسان شمشیر صفت کے لئے زبان نبوت دعا فرما چکی ہے اور انہیں دربار نبوی کا شاعر قرار پانے کا فخر حاصل ہو چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی پاک ﷺ کے سگے عمزاد ہیں، انہیں امت مسلمہ کا مذہبی پیشوا اور مفسر قرآن ہونے کا خطاب بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عطا ہوا ہے، وہ آخری ایام زندگی میں سیدہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے، اندر آنے کی اجازت مانگی تو فرمانے لگیں: بھلا اب مجھے ان کی طرف سے حسن کردار کی سند کی کیا ضرورت ہے مگر ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے ام المومنین! یہ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں آپ کے گھرانے کے ایک نیک آدمی ہیں، آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے ہیں، فرمانے لگیں: اچھا تو انہیں اندر آنے کی اجازت ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اندر آئے اور فرمایا: ام المومنین! آپ کو بشارت ہو کیونکہ محمد مصطفیٰ ﷺ اور دوسرے احباب سے آپ کے جا ملنے کے درمیان صرف اتنا سا فاصلہ رہ گیا ہے کہ آپ کی روح آپ کے جسم سے الگ ہو اور آپ ان سب سے جا ملیں! آپ رسول اللہ ﷺ کی محبوب ترین رفیقہ حیات ہیں! اور رسول اللہ ﷺ کی محبوب چیز تو ہمیشہ پاکیزہ چیز ہی ہوا کرتی تھی (اور آپ تو محبوب ترین ہیں!)

Marfat.com

حضرت عائشہ نے فرمایا: ''اچھا جی!'' پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ابواء میں آپ کا ہار گم ہو گیا تھا، رسول اکرم ﷺ یہ ہار تلاش فرماتے رہے، نماز کا وقت ہو گیا مگر انہیں پانی نہ مل سکا تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیمم کرنے کا حکم نازل ہوا'' اگر پانی نہ ملے تو پاکیزہ مٹی سے تیمم کر لیا کرو، (سورت النساء: 43) یہ رخصت و سہولت امت مسلمہ کو آپ کے طفیل اور آپ کی برکت سے میسر آئی، پھر مسطح نامی نمک خوار خادم نے اپنے پاس سے آپ کے خلاف بہتان گھڑا تو ساتویں آسمان سے اللہ جل جلالہ نے آپ کی پاک دامنی کا برأت نامہ نازل فرمایا، جب کسی مسجد میں تلاوت کلام پاک ہوتی ہے تو آپ کی شان بھی صبح و شام تلاوت ہوتی ہے!۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر فرمایا: '' جانے دو ابن عباس ایسی باتوں کو اور اپنی طرف سے حسن کردار کی یہ صفائی بھی رہنے دو! واللہ! میں تو اپنے رب کی محتاج بندی ہوں! میری تو آرزو ہے کہ کاش میں مٹ کر نسیا منسیا ہو جاؤں!!''(1)۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ فیصلہ تھا کہ سیدہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا امت کے لئے دینی سہولتوں کا وسیلہ بنیں، ان میں سے میقات حج کی سہولت بھی ہے، جو لوگ حج و عمرہ اور زیارت حرمین سے مشرف ہو چکے ہیں وہ جانتے ہیں کہ میقات تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھنے کی سہولت کس قدر آرام دہ اور فوائد کا باعث ہے، اگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہستی نہ ہوتی تو زیادہ سے زیادہ عمرے کرنے کی یہ سہولت شاید امت کو کبھی نصیب نہ ہوتی، اسی طرح حج کے دوران مسلمان خواتین کے لئے کئی اور سہولتیں اور مسائل حج و عمرہ کا حل بھی حضرت عائشہ کا مرہون منت ہے! چنانچہ یہ مفصل واقعہ کتب صحاح ستہ کے علاوہ سیرت و تراجم کی کتب میں بھی مذکور ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم لوگ حج اور عمرہ کا احرام باندھ کر اور تلبیہ پڑھتے ہوئے چل پڑے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی ہمارے قافلے میں تھیں، جب سرف کے مقام پر پہنچے تو ان کی ماہواری شروع ہو گئی، مکہ مکرمہ پہنچ کر ہمیں طواف کعبہ اور سعی کا حکم ہوا پھر رسول اللہ ﷺ

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 11، صفحہ 169، حلیۃ الاولیاء، جلد 2، صفحہ 55

Marfat.com

نے ہمیں حلال ہونے کا حکم دیا، ہم نے پوچھا یہ حلت کس کس چیز کے لئے ہوگی، فرمایا جو لوگ تم میں سے ہدی نہیں لائے اور طواف وسعی سے فارغ ہو گئے ہیں ان کے لئے ہر چیز حلال ہے حتی کہ مجامعت اور خوشبو لگانا بھی حلال ہے، یوم عرفہ میں ابھی چار راتیں باقی تھیں پھر یوم ترویہ کو ہم نے دوبارہ احرام باندھ لئے، رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ کے پاس گئے اور دیکھا کہ وہ رو رہی تھیں پوچھا: کیا بات ہے؟ عرض کرنے لگیں: میری ماہواری کے دن آ گئے ہیں، لوگ عمرہ کر کے حلال بھی ہو چکے مگر میں اس سے محروم رہ گئی ہوں، اب لوگ حج کے لئے احرام باندھ کر جا رہے ہیں میں مجبوراً یہاں بیٹھی ہوں! آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عائشہ فکر مت کرو! یہ ماہواری تو خالق کل نے آدم کی بیٹیوں کے لئے مقدر کر دی ہے لیکن فکر مندی کی کوئی بات نہیں، غسل کر لو اور احرام کی نیت کر لو اور حج کے لئے نکل چلو، چنانچہ منی، عرفات اور مزدلفہ کے مناسک انہوں نے ادا کیے جب وہ پاک ہو گئیں تو طواف کعبہ اور صفا و مروہ کی سعی کی، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا حج اور عمرہ سب مکمل ہو گیا! لیکن حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اپنے دل میں کچھ کمی سی محسوس ہو رہی ہے کہ میں عمرہ کے لئے طواف اور سعی نہ کر سکی اس لئے تسلی نہیں ہوئی! چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے فرمایا: جاؤ اپنی بہن کو تنعیم سے عمرہ کی نیت کروا کر مکہ لے آؤ! (1)۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیث نبوی کے متعلق جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کرتے تو معلوم ہوتا کہ ان کے پاس وسیع علم موجود ہے! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایسا خطیب کبھی نہیں دیکھا جو سیدہ عائشہ سے بڑھ کر فصیح و بلیغ اور ذہین و فطین ہو!! (2)۔

حافظ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر فرمایا کرتے

1۔ سبل الہدی، جلد 11، صفحہ 169، حلیۃ الاولیاء، جلد 2، صفحہ 55

2۔ سبل الہدی، جلد [illegible]، صفحہ 179

Marfat.com

تھے کہ عائشہ کو دیگر خواتین اسلام پر وہی فضیلت حاصل ہے جو ثرید کو دیگر خوردنی اشیا پر حاصل ہے!۔(1) ابو نعیم اصفہانی کا بیان ہے کہ انہیں اپنے والد گرامی کی طرح قدیم عربی شاعری پر بھی عبور حاصل تھا اور حسب موقع کلام عرب سے خوبصورت انداز میں استشہاد کرتی تھیں، ایک موقع پر وہ سوت کات رہی تھیں اور نبی کریم ﷺ اپنے جوتے خود مرمت فرما رہے تھے، پسینہ کے چمکتے ہوئے قطرے رخ انور پر عجیب سماں پیش کر رہے تھے، وہ حیرت و پسندیدگی سے چہرۂ مبارک کو دیکھے جا رہی تھیں، آپ نے پوچھا: عائشہ حیرت سے کیا دیکھتی ہو؟ عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے چہرۂ مبارک پر پسینہ کے قطرات جو حسن و جمال کا سامان پیدا کر رہے ہیں اگر اسے جاہلی دور کا شاعر ابو کبیر الہذلی دیکھ لیتا تو وہ بھی بول اٹھتا کہ اس کے اشعار میں کسی نوجوان کے حسن و جمال کی جو ستائش کی گئی ہے اس کے اصل مستحق تو آپ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: عائشہ! ابو کبیر کے وہ اشعار کیا تھے؟ عرض کیا کہ اس نے کہا تھا:

وَمُبَرَّاً مِنْ كُلِّ غُبَّرِ حَيْضَةٍ وَفَسَادِ مُرْضِعَةٍ وَدَاءِ مُغْيِلِ

وَإِذَا نَظَرْتَ إِلَى أَسِرَّةِ وَجْهِهِ بَرِقَتْ كَبَرْقِ عَارِضٍ مُتَهَلِّلِ

(۱) ''وہ ہر بے احتیاطی کرنے والی، دودھ پلانے والی کے بگاڑ اور دوران حمل بدپرہیزی کرنے والی عورت کی بیماری سے پاک ہے!''۔

(۲) ''جب تم اس کے حسین رخسار کو دیکھو گے تو وہ یوں چمکتا دمکتا دکھائی دے گا جیسے اٹھنے والے بادل کی بجلیاں سماں پیدا کرتی ہیں!!۔

یہ شعر سن کر رسول اکرم ﷺ نے ان کے حسن انتخاب کی داد دیتے ہوئے فرمایا کہ ''عائشہ! اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے! تو بھی مجھے دیکھ کر ایسے ہی خوش ہوتی ہے جس طرح تجھے دیکھ کر مجھے مسرت حاصل ہوتی ہے!''(2)۔

دیگر ازواج مطہرات پر انہیں رسول اللہ ﷺ بعض معاملات میں ترجیح دیتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تمام امہات المومنین سے انہیں کئی لحاظ سے افضل خیال کرتے

1۔ الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 1881   2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 2، صفحہ 56

Marfat.com

تھے حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب امہات المومنین کے لئے دس دس ہزار درہم مقرر کیے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے دو ہزار درہم اضافی مقرر فرمائے، اکثر اہل علم نے ان کے فضائل کے باب میں لکھا ہے کہ انہیں دیگر ازواج مطہرات پر دس وجوہ سے فضیلت حاصل ہے: ان کے علاوہ کوئی کنواری دوشیزہ حضور ﷺ کے نکاح میں نہیں آئی اور کسی کے ماں باپ دونوں مہاجرین اولین میں سے نہ تھے، ان کی بے گناہی کا حکم آسمان سے نازل ہوا، رسول اکرم ﷺ کی ان سے شادی کی بشارت جبریل علیہ السلام لائے، ایک ہی برتن سے بیک وقت دونوں غسل کر لیتے تھے، آپ نماز پڑھ رہے ہوتے اور وہ سامنے سو رہی ہوتی تھیں، صرف ان کی معیت میں رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور یہ شرف اور کسی کو نصیب نہ ہوا، وفات کے وقت آپ کا سر مبارک ان کی گود میں تھا، جس رات وفات ہوئی اس رات حضرت عائشہ کی باری تھی، وہ ان کے حجرہ شریف میں دفن ہوئے، آخری بار آپ نے جو مسواک استعمال کیا وہ حضرت عائشہ نے اپنے دانتوں سے نرم کر کے دیا تھا اس طرح آخری بار ان کا لعاب دہن آپ کے لعاب دہن میں شامل ہو گیا تھا!(1)۔

یہ نصیحت بھی آپ نے انہیں ہی فرمائی تھی کہ "عائشہ! اگر تم مجھ سے محبت میں آ ملنے کی آرزو رکھتی ہو تو پھر مال دنیا میں سے اتنے پر ہی قناعت اور اکتفاء کرنا جو ایک مسافر کی زاد راہ کے برابر ہو، دولت والوں کی مجلس میں مت بیٹھنا، کسی کپڑے کو اس وقت تک پرانا مت سمجھنا جب تک اسے کئی بار ٹانکے نہ لگا لو" حضرت عائشہ یہ بھی فرمایا کرتی تھیں کہ کم سے کم گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا افضل ہے اس لئے جو مسلسل کوشش میں سبقت کرنا چاہے اسے بس کثرت گناہ سے بچنے کی کوشش کرنا چاہیے، انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے تو ستائش کرنے والے لوگ بھی اس کی برائی بیان کرنے لگتے ہیں!(2)۔

ہمیشہ روزہ رکھتی تھیں، خوف خدا کا [illegible] کے وقت فرماتی تھیں کاش میں

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 63، حلیۃ الاولیاء، [illegible] 2، صفحہ 54-61، صفۃ الصفوۃ، جلد 2، [illegible]

2۔ ایضاً

Marfat.com

پیدا ہی نہ ہوتی، یا میں ایک درخت ہوتی جو تسبیح کرتا اور اپنا حق ادا کرتا رہتا، لوگوں کو حکم دے رکھا تھا کہ میرا جنازہ رات کو سادگی کے ساتھ اٹھایا جائے اور گمنام انداز سے جنت البقیع میں عوام کے ساتھ دفن کیا جائے، سخاوت اور قناعت کا یہ حال تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں شامل کرنے کے لئے ان کا حجرہ خریدا تو ایک لاکھ درہم قیمت ڈالی، حضرت عائشہ نے یہ تمام رقم روزہ کے عالم میں فقراء کو بانٹ دی مگر اپنی افطاری کے لئے کچھ بچانا بھی بھول گئیں! چھیاسٹھ سال کی عمر میں 58 ہجری میں سترہ رمضان المبارک کو فوت ہوئیں نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور رات کے وقت جنت البقیع میں دفن ہوئیں!(1)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے تبصرہ کرتے ہۓ فرمایا تھا کہ: اَلیومَ مَا تَتْ اَحَبُّ شَخْصٍ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ (یعنی آج ایک ایسی شخصیت فوت ہوگئی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے لئے سب سے زیادہ عزیز و محبوب تھیں" (2)۔

سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما روایت و اشاعت حدیث نبوی میں کثیر الروایہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نمایاں مقام رکھتی ہیں، اس باب میں کوئی اور ام المومنین یا صحابیہ رسول ان کی ہم پلہ نہیں ہے، تمام کتب سیر و تراجم اور تاریخ میں منقول ہے اور حافظ ابن عبدالبر اور حافظ ابن حجر جیسے ائمہ حدیث نے اس کی تائید کی ہے کہ ان سے ایک ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں، ان میں سے ایک سو چوہتر احادیث بخاری اور مسلم کے ہاں متفق علیہ ہیں، چون احادیث میں بخاری اکیلے ہیں اٹھتر احادیث میں مسلم اکیلے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک بڑی تعداد نے ان کی احادیث روایت کی ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں حضرت عمر بن خطاب، ان کے بیٹے عبداللہ، ابوہریرہ، ابوموسیٰ اشعری، زید بن خالد، عبداللہ بن عباس، ربیعہ بن عمرو جرشی، سائب بن یزید، صفیہ بنت شیبہ،

1۔طبقات، جلد 8، صفحہ 63، حلیۃ الاولیاء، جلد 2، صفحہ 54-61، صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 18

2۔سبل الہدیٰ، جلد 11، صفحہ 179

Marfat.com

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ اور عبداللہ بن حارث بن نوفل رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں (1)۔
عطاء بن رباح کا قول ہے: (2)

كَانَتْ عَائِشَةُ أَفْقَهَ النَّاسِ وَاَعْلَمَ النَّاسِ وَ اَحْسَنَ النَّاسِ رَأْيًا فِي الْعَامَّةِ

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے بڑی ماہر فقہ، سب سے زیادہ علم رکھنے والی اور عوام کے بارے میں سب سے اچھی رائے رکھنے والی تھیں''۔

حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد کا قول نقل کرتے ہیں: (3)

مَا رَاَيْتُ اَحَداً اَعْلَمَ بِفِقْهٍ وَلَا بِطِبٍّ وَلا بِشِعْرٍ مِنْ عَائِشَةَ

''میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑا فقہ، طب اور شاعری پر عبور رکھنے والا کوئی نہیں دیکھا''۔

امہات المومنین خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ کی نجی زندگی، آپ کے معمولات اور سیرت پاک کے جو پہلو امت کے سامنے نمایاں کیے ہیں، ان کی قدر و قیمت اور افادیت کا اندازہ کرنے کے لئے سید سلمان ندوی کی ''سیرت عائشہ'' کے اس اقتباس کو پیش نظر رکھا جا سکتا ہے: (4)

''عشاء پڑھ کر آپ حجرے میں داخل ہوتے، مسواک کر کے فوراً سو رہتے، پچھلے پہر بیدا ہوتے، تہجد کی نماز ادا فرماتے، جب رات آخر ہوتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اٹھاتے اور وہ اٹھ کر آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتیں اور وتر ادا کرتیں، جب صبح کا سپیدہ نمودار ہو جاتا تو آپ صبح کی سنت پڑھ کر کروٹ لیٹ جاتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے باتیں کرتے، پھر فریضہ صبح کے لئے باہر نکلتے، کبھی رات بھر وہ اور رسول اللہ ﷺ دونوں عبادت الٰہی

1۔ سبل الہدی، جلد 11، صفحہ 179، الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 1881، الاصابۃ، جلد 7، صفحہ 187-190، اسد الغابۃ، جلد 7، صفحہ 205-208، حلیۃ الاولیاء، جلد 2، صفحہ 54-61
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً
4۔ سیرت عائشہ، صفحہ 64، طبع لاہور

Marfat.com

میں مشغول رہتے، آنحضرت ﷺ امام ہوتے اور وہ مقتدی ہوتیں آنحضرت ﷺ سورۃ بقرہ، آل عمران اور نساء وغیرہ لمبی لمبی سورتیں پڑھتے، جہاں خدا سے ڈرنے والی کوئی آیت آتی، خدا کی پناہ چاہتے، جب کوئی رحمت و بشارت کا موقع آتا خدا سے اس کی آرزو کرتے، اسی طرح یہ پر اثر روحانی منظر تمام رات قائم رہتا، غیر معمولی اوقات مثلاً کسوف وغیرہ کی حالت میں جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے، یہ بھی ساتھ کھڑی ہو جاتیں، آنحضرت ﷺ مسجد میں جماعت کو نماز پڑھاتے، یہ اپنے حجرے میں کھڑی ہو کر اقتدا کر لیتیں''۔

''سیرت عائشہ'' کے عنوان سے علامہ سید سلمان ندوی کی یہ مشہور و معتبر کتاب ہے، اس کے علاوہ عربی زبان میں بھی حضرت صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما کی شخصیت اور سیرت پر کئی ایک مستقل کتابیں لکھی جا چکی ہیں، ان میں سے عباس محمود العقاد مصری کی ''الصدیقۃ بنت الصدیق'' سعید الافغانی شامی کی کتاب ''عائشۃ والسیاسۃ'' اور ڈاکٹر عبدالحمید محمود طہماز شامی کی عمدہ محققانہ کاوش ''السیدۃ عائشۃ'' نمایاں طور پر قابل ذکر ہیں، شامی سکالر سعید افغانی کا رویہ معاندانہ ہے جس پر اس دوسرے شامی سکالر نے جگہ جگہ محققانہ تبصرہ اور تنقید کی ہے عباس محمود العقاد کا اسلوب بیان بھی مغربی افکار سے متاثر ہے تاہم ان کی نظر بہت گہری ہے اور واقعات کی تحلیل و تجزیہ کے ساتھ ساتھ حضرت عائشہ کی خدمات اور مرتبہ کے تعین میں وہ کامیاب نظر آتے ہیں، وہ ان کی شخصیت کے خدوخال نمایاں کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں: (1)

''ان کی شخصیت کے جو خدوخال محققانہ کوشش سے ذہن میں آئے ان کی رو سے وہ سرخ و سفید تھیں اسی لئے رسول اکرم ﷺ انہیں ''حمیراء'' (سرخ و سفید رنگت والی) کے لقب سے پکارتے تھے، قد لمبا تھا اسی لئے وہ چھوٹے قد کو معیوب سمجھتی تھیں جیسا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر ان کے تبصرہ سے واضح ہے، بہت نحیف و نزار تھیں حتی کہ ان کا کجاوا اٹھا کر اونٹ پر رکھنے والے خالی

1۔ السیدہ عائشہ، صفحہ 228

Marfat.com

کجاوے کو بھی بھرا ہوا سمجھ بیٹھے تھے، اپنے ایک مشہور بیان میں وہ فرماتی ہیں:
میرے کجاوے کو اونٹ پر رکھنے والے لوگ آئے اور یہ سمجھ کر کہ میں بھی اس کے اندر ہوں کجاوا اٹھا کر اونٹ پر لاد دیا، اس زمانے میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں، موٹی نہیں ہوتی تھیں، نفیس کھانا کھاتی تھیں، چنانچہ ہودج (کجاوا) اٹھانے والوں کو پتہ ہی نہ چل سکا کیونکہ میں اس وقت کم عمر بھی تھی!''۔

العقاد کا کہنا یہ ہے کہ مدینہ منورہ پہنچ کر رخصتی کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً چودہ برس تھی!!(1)۔

جیسا کہ مذکور ہوا سیدہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ائمہ حدیث میں بے حد معتبر اور نمایاں مرتبہ رکھتی ہیں، امہات المومنین اور صحابیات میں سے تو کوئی بھی ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچتی، ان کی سند سے مروی احادیث نبوی کو ائمہ حدیث میں سے کئی ایک نے الگ اور مستقل کتاب کا موضوع بنایا ہے، ان میں سے ابن حجر اور اسحٰق بن راہویہ کی ''مسند عائشہ'' کے عنوان سے الگ الگ مجموعے موجود و متداول ہیں، حدیث کے ساتھ علم الفرائض (علم میراث) اور فقہ میں بھی ان کی آراء معتبر اور مسلم ہیں، عربی زبان وادب میں تو ان کا مرتبہ و مقام بہت بلند اور مسلم ہے ان کی فصاحت و بلاغت، خطابت اور زور بیان کی بھی دنیا معترف ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں بے شمار مکارم اخلاق کا مالک بنایا تھا مگر وہ بے مثال و بے نظیر اعلیٰ صلاحیتوں کی مالک بھی تھیں، مواقع و مناسبات پر ان کے جوہر کھل کر سامنے آتے گئے جس طرح ان کے والد گرامی دبلے پتلے اور نحیف ونزار واقع ہوئے تھے مگر وقت آنے پر وہ فولادی عزم و استقلال کے کوہ گراں ثابت ہوتے رہے اسی طرح موقع بموقع سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے جوہر بھی کھلتے رہے۔ یوں لگتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی کام اور اسی موقع کے لئے پیدا فرمایا تھا یا جیسے وہ کام کی اہمیت اور حسب موقع اپنے تاریخی کردار کا کامل شعور رکھتی ہوں، ان کی سیرت و کردار سنت و تعلیمات نبوت کا آئینہ دار تھا، ازواج مطہرات کو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی مائیں قرار دیا

1۔السیدہ عائشہ، صفحہ 163

Marfat.com

ہے، وصال نبوی کے بعد امت کے تمام مرد و زن کے ساتھ ان کا برتاؤ ایک ماں کا برتاؤ تھا وہ شرع محمدی علی صاحبہا الصلوات والسلامات کے اسرار و رموز سے آگاہ بھی تھیں اور ان پر عمل کے لئے وہ تلوار کی دھار پر چلنے والی بھی تھیں، نبی کریم ﷺ کی نظر میں تو وہ ایک محبوب رفیقہ حیات تھیں مگر عملی طور پر وہ خود کو حلقہ نبوت کی ایک عقیدت مند شاگرد تصور کرتی تھیں، رسول اعظم و خاتم ﷺ سے مخلصانہ محبت اور وفاداری انہوں نے اپنے والد گرامی سے سیکھی تھی، دونوں باپ بیٹی شمع نبوت کے جاں نثار پروانے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گفتار اور کردار پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور رسول اکرم ﷺ دونوں کی گفتار و کردار کا اثر اور رنگ غالب تھا، ان کی فصاحت اور بلاغت پر ان دونوں ہستیوں کے نقوش نظر آتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب فرزندان امت کی نصیحت کے لئے تقریر یا وعظ فرماتیں تو اپنے والد اور شوہر کی طرح گفتار حکمت کے موتی برستے بکھرتے دکھائی دیتے تھے ان کی تمام گفتگو بھی فصاحت و بلاغت عربی کی امین تھی اور ان کے جملے ضرب الامثال کا درجہ رکھتے ہیں مثلاً: (1)

ما تُبالي المرأةُ اذا نزلَتْ بين بيتين من الانصارِ صالحَيْن الا تنزل بين اَبَوَيْهَا

''اگر کوئی عورت انصار کے دو نیک گھروں کے درمیان رہائش پذیر ہو جائے تو اسے اپنے میکے میں رہائش پذیر ہونے کی کوئی فکر نہ رہے''۔

لِلّٰهِ دَرُّ التقوی ما ترکَتْ لذی غیظٍ شفاءً

''کیا بات ہے تقویٰ اللہ کی! غیظ و غضب کے مریض کے لئے اس میں کیسا علاج ہے!!''

لا سَهَرَ اِلَّا لثلاثةٍ: مُصلٍّ او عروسٍ او مسافرٍ

''شب بیداری صرف تین کے لئے ہے: نماز، دلہن اور مسافر!

1۔ السیدۃ عائشہ، صفحہ 229

Marfat.com

انکم لن تَلْقَوُا اللّٰہ بشیء خَیْرٍ لکم من قِلَّةِ الذنوبِ

''اپنے رب کے حضور پیش ہونے کے لئے گناہوں کی قلت سے بڑھ کر تمہارے لئے اور کوئی اچھی بات نہیں ہوسکتی!''۔

کَتَبَتْ إلی معاویة: اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ العبدَ اذا عَمِلَ بمعصیةِ اللّٰہِ عزوجل عَادَ حامدُہٗ مِنَ النَّاسِ ذَامًّا(1)۔

''حضرت امیر معاویہ کو نصیحت کرتے ہوئے لکھا کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کی تعریف کرنے والے لوگ بھی اس کی مذمت کرنے لگتے ہیں!!''۔

ایک دفعہ کسی نے ان سے کہا کہ اپنے والد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی لفظوں میں تصویر کھینچئے تو فرمایا:(2)۔

کَانَ اَبْیَضَ نحیفًا اَجْنَأَ لَا یَسْتَمْسِکُ اِزَارُہٗ یَسْتَرْخِیْ عَنْ حَقْوَیْہِ معروقُ الوَجْہِ غائرُ العَیْنَیْنِ نَاتِیُٔ الجبھةِ عَارِی الاشاجِعِ

''یعنی وہ سفید رنگ والے دبلے پتلے منحنی سے انسان تھے، دبلے جسم پر تہبند نہیں ٹھیرتا تھا، دونوں پہلو ڈھیلے ڈھیلے تھے، چہرہ چپکا ہوا تھا، آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں، پیشانی ابھری ہوئی تھی، انگلیوں پر گوشت تھا نہ بال!''۔

جنگ جمل کے المیہ کے بعد سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ انہیں بصرہ سے عزت واحترام کے ساتھ الوداع کہنے کے لئے نکلے ہیں، لوگ جمع ہوگئے ہیں اور امت کی ماں کے تاثرات جاننے کے لئے بے تاب ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:(3)

یَا بَنِیَّ! تَعَتَّبَ بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ اِسْتِبْطَاءً وَاسْتِزَادَةً فَلَا یَعْتَدَنَّ احدٌ مِنْکُمْ علی أَحَدٍ بِشَیْءٍ بَلَغَه مِنْ ذلک اِنه وَاللّٰہِ مَا کَانَ بینی وبین علی فی القدیم اِلا ما یکونُ بین المراۃِ وأَحْمَائِہا واِنه عندی علی معتبتی، لمن الاخیارِ

1۔السیدۃ عائشہ،صفحہ 231   2۔ایضاً   3۔ایضاً

Marfat.com

''یعنی اے میرے بیٹو! میں نے اور علی رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے سے بڑے آرام سے اور کھل کر ایک دوسرے سے گلے شکوے کر لئے ہیں، اگر تم میں سے کسی تک ان میں سے کوئی بات پہنچ جائے تو کوئی بھی کسی پر دست درازی ہرگز ہرگز نہ کرے۔ بخدا اس سے پہلے میرے اور ان کے درمیان وہی تعلقات رہے جو ایک ساس کے دامادوں کے ساتھ ہوا کرتے ہیں، وہ باوجود میرے گلے شکوے کے، میرے نزدیک اللہ کے نیک بندوں میں سے ہیں!''۔

سیدنا مرتضی رضی اللہ عنہ نے جوابی خطاب میں ارشاد فرمایا:(1)

صدقت واللہ وبرت! ما کان بینی و بینھا الا ذلک وانّھا لَزَوْجَۃُ نَبِیّکُمْ صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا والآخرۃِ

''یعنی: بخدا انہوں نے درست فرمایا اور نیک کام کیا! میرے اور ان کے تعلقات بالکل ایسے ہی تھے اور وہ تمہارے نبی ﷺ کی دنیا و آخرت میں رفیقہ حیات ہیں!''۔

امت مسلمہ کی خواتین کو امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا شکر گزار ہونا چاہیے خصوصاً سیدہ خدیجۃ الکبریٰ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کہ انہوں نے عورت کا مرتبہ بلند کر دیا ہے اور مسلمان عورت کے حقوق کا دفاع اور تحفظ بھی فرمایا ہے، حضرت عائشہ نے نبی کریم ﷺ کی نجی زندگی کے تمام پہلو بلا تردد اور بلا تحفظ ہم تک پہنچا دیئے ہیں، ان سے مسلمان میاں بیوی کو تمام گھریلو اور خاص معاملات میں رہنمائی میسر آ جاتی ہے اور سیرت طیبہ کا ہر ہر پہلو امت کے سامنے آ کر اسوۂ حسنہ کی تصویر پیش کر دیتا ہے، عورت کے حقوق اور نجی مسائل کے بارے میں خواتین اسلام کو حضرت عائشہ کے طفیل قرآن و حدیث سے بڑی اہم اور قیمتی رہنمائی ملتی ہے، بہت سے احکام ربانی اور احکام نبوی صرف ان کی وجہ سے عطا ہوئے لیکن انہوں نے مسلمان عورت کے دفاع اور حقوق کے تحفظ کو بھی پیش نظر رکھا، اگر یہ تمام معلومات یک جا ہو جائیں تو جہاں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عالمانہ

1۔ السیدۃ عائشہ، صفحہ 231

Marfat.com

کوششوں پر روشنی پڑتی ہے وہاں ان سے مسلمان عورت کے حقوق کا تحفظ بھی ہوتا ہے، انہوں نے ایک ماں کی حیثیت سے مردوں کو نصیحتیں بھی فرمائیں، خواتین کو بھی سمجھایا مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں رسول اللہ ﷺ سے انصاف دلایا، کئی صحابیات اپنی مشکلات لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور وہ ان کا حل آنحضرت ﷺ سے دریافت فرما دیتی تھیں، ان کے بھانجے عروہ بن زبیر اور بھتیجے قاسم بن محمد کی طرح حضرت عمرہ بنت عبدالرحمان انصاریہ اور معاذہ بنت عبداللہ عدویہ بھی ان کی خاص شاگرد اور ان کے مدرسہ حدیث کی طالبات تھیں، حقوق نسواں کے حوالے سے بہت سے مسائل کا حل انہوں نے اپنی ان شاگردوں کی وساطت سے امت کو پہنچایا۔

عرب معاشرہ میں مرد عورت کو طلاقیں دے دے کر اور پھر بار بار رجوع کر کے بہت تنگ کرتے تھے، ایک خاتون نے اس بات کی شکایت کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ مسئلہ دربار نبوی میں پیش کر دیا، سرکار ﷺ نے بھی سکوت اختیار کیا حتی کہ حکم خداوندی آن پہنچا کہ طلاق صرف دو بار ہو گی اب اس کے بعد یا تو چپ رہو اور اگر تیسری بار بھی طلاق کہہ دی تو بات ختم ہو گئی، سورہ مجادلہ میں حضرت خولہ بنت ثعلبہ کی جس شکایت کا ذکر ہے وہ بھی دربار نبوی میں حضرت عائشہ نے ہی پیش فرمائی تھی، ایک ظالم شوہر نے بیوی کو اتنا پیٹا کہ ان کی انگلی ٹوٹ گئی، وہ حضرت عائشہ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں تو آپ نے اسے خلع کا حق عطا فرما دیا، اسی واقعہ کے طفیل اب ایسے شوہر سے خلع کے ذریعے پلو چھڑانا عورت کے لئے آسان ہو گیا ہے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد پھر وہ خلفاء اور حکام وقت سے خواتین کو انصاف دلاتی رہیں! آج اگر مسلم خواتین "بزم عائشہ" کے نام سے خواتین کے حقوق کے لئے منظم کوششیں کرنا چاہیں تو سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں ان کے لئے رہنمائی کا بہترین اور مکمل سامان موجود ہے، مسلمان عورت اگر اسلام کے عطا کردہ حقوق ہی حاصل کر لے تو وہ دنیا کی خوش نصیب ترین عورت ہو گی!۔

یوں تو تمام امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو فیض نبوی نے سیراب کیا اور علم وعرفان کی دنیا میں ہر ایک کا اپنا ایک مرتبہ اور مقام ہے لیکن اس میدان میں جو کمال فضل وعلم حضرت

Marfat.com

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حصے میں آیا اس کی نظیر اور کہیں نہیں ملے گی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آغوش نبوت میں تربیت پائی اور شہر علم ﷺ کا دروازہ بن گئے، یہ شرف کسی اور صحابی کو نصیب نہیں ہوا مگر ازواج مطہرات میں سے صحبت وقربت نبوی کا جو رنگ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما کو میسر ہوا وہ بھی اپنی وسعت اور افادیت میں بے مثال و بے نظیر ہے، ان کے علم وفضل نے نہ صرف امت کے اہل علم سے خراج تحسین پایا ہے بلکہ غیر مسلم اہل علم نے بھی ان کی عظمت کا اعتراف کیا ہے سیرت وحدیث نبوی کی جو خدمات انہوں نے انجام دی ہیں اس کی مثال تمام صحابیات بشمول امہات المومنین میں نہیں ملتی بلکہ امت مسلمہ کی تمام خواتین میں نہیں ملتی، علم الفرائض، تفسیر اور فقہ کے ابواب میں ان کی قیمتی اور قابل قدر آراء کا جواب نہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علمی مرتبہ و مقام ایک مستقل کتاب کا موضوع ہونا چاہیے۔ یہاں پر تو ان کے عالمانہ کارناموں کی چند جھلکیاں ہی پیش کی جا سکتی ہیں۔

وہ ایک ادیبہ بھی تھیں اور خطیبہ بھی، کتب سیر وتراجم کے علاوہ کتب ادب میں ان کے ادیبانہ وخطیبانہ کمالات کے نمونے بڑی کثرت سے دستیاب ہیں، انہوں نے اپنے والد گرامی کے دفاع میں جو تقریریں فرمائی ہیں ان کی تفاصیل کی تو یہاں گنجائش نہیں ہے، البتہ مشتے از خروارے بعض نمونے پیش کیے جا سکتے ہیں، انہوں نے اپنے والد کی قبر کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:(1)

نضر الله وجهک، وشكرلک صالح سعیک فلقد کنت للدنیا مذلا باعراضک عنها و للآخرة معزا باقبالک علیها، ولئن کان أجل الحوادث بعد رسول الله ﷺ رزء ک، وأعظم المصائب بعده فقدک، ان کتاب الله لیعد بالعزاء عنک حسن العوض عنک، فأنا أنتجز من الله موعوده فیک بالصبر علیک وأستعیضه منک

1۔السیدۃ عائشہ، صفحہ 231

Marfat.com

بالدعاء لک، فإنا للہ و انا الیہ راجعون!

"اللہ تعالیٰ آپ کے چہرے کو تروتازہ رکھے، آپ کی نیک کوشش کا آپ کو بدلہ دے دنیا سے اعراض کر کے آپ اسے ذلیل بنانے والے اور آخرت میں رغبت رکھ کر اسے عزت دینے والے تھے، رسول اللہ کے دکھ کے بعد آپ کا دکھ میرے لئے سب سے بڑا ہے اور ان کی مصیبت کے بعد آپ کی جدائی میرے لئے سب سے بڑی مصیبت ہے، اللہ نے اپنی کتاب میں اچھے بدلے کا وعدہ کیا ہے بشرطیکہ میں آپ کے بارے میں صبر کروں تو، اس لئے آپ کی وفات پر صبر کر کے میں اللہ سے اپنا وعدہ پورا کرنے کی التجا کرتی ہوں اور آپ کے لئے دعائے مغفرت کر کے اللہ سے معاوضہ چاہتی ہوں، اس لئے کہ ہم سب اللہ کے ہیں اور ہم سب نے اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے!"۔

یہ خوبصورت اسلوب بیان اور یہ فصیح و بلیغ تقریر اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ وہ اپنے والد گرامی کی طرح بلاغت کے اعجاز اور ایجاز سے واقف تھیں اور اس پر قادر بھی تھیں، رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلاغت نے ان پر کیا اثر ڈالا اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ: افضل الاعمال أدومها وإن قل" کہ سب سے افضل وہ عمل ہے جو ہمیشہ اور دائمی ہو) چنانچہ حضرت عائشہ سے آپ کے اعمال و عبادات کے بارے میں پوچھا گیا تو سیدہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا:

کان عمله دیمة، وأیکم یستطیع ما کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یستطیع، وکان آل محمد صلی الله علیه وسلم اذا عملوا عملاً اثبتوه

"یعنی آپ کے اعمال و عبادات کا امتیاز دوام اور ہمیشگی تھی! تم میں سے کون ہے جو وہ عمل کر سکے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر سکتے تھے؟ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خانہ جب بھی کوئی عمل کرتے تو اسے پختگی سے انجام دیتے!"۔

سیدہ کے ان الفاظ میں ارشاد نبوی کے لفظی اور معنوی اثرات تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں

Marfat.com

ہوگا اور اس سے یہ اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ بلاغت نبوی سے کہاں تک متاثر تھیں؟ امام شعبی ان کے فقہی اور علمی کمالات کا تذکرہ کرتے تو حیرت میں پڑ جاتے تو کہتے: ما ظنکم بادب النبوة؟ ''یعنی ادب اور بلاغت نبویہ کے متعلق تم لوگوں کا کیا اندازہ ہے؟''۔

ایک موقع پر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا تو صرف تین جملوں میں ان کی شخصیت کا نقشہ پیش کر دیا:

ومن رأى عمر بن الخطاب عرف أنه خلق غناء للاسلام، كان والله احوذيا نسيج وحده، وقد أعد للأمور اقرانها

''حضرت عمر بن الخطاب کو جو بھی دیکھتا یہ جان جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی ضروریات پوری کرنے کے لئے پیدا کیا ہے، بخدا وہ بے حد قابل ہستی تھے اور اپنی مثال صرف آپ تھے، انہوں نے تمام کاموں کے لئے ایسے لوگ تیار کر رکھے تھے جو ان کے حل کرنے کے اہل ہوتے تھے!!''۔

بے شک فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہر ضرورت کے لئے ہی پیدا فرمایا تھا، وہ باکمال ہستی کے مالک تھے اور جوہر شناسی میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی فراست سے نوازا تھا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تقریر کے ان تین جملوں میں امیر المومنین کی شخصیت کو یوں سمو دیا ہے جس طرح کوزے میں دریا میں بند کیا جاتا ہے!

سیدہ کے اقوال زریں میں سے یہ قول تو واقعی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور فقہ اسلامی کے مسئلہ کفائت یا ہمسری کو کیا خوب واضح کرتا ہے:

النكاح رق فلينظر أحدكم عند من يرق كريمته

''یعنی نکاح کا مطلب غلامی میں دینا ہے اس لئے تم میں سے ہر شخص یہ دیکھے کہ اپنی عزت والی خاتون کو کس کی غلامی میں دے رہا ہے!!''۔

فرمایا کرتی تھیں کہ امت کو حکم تو یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے مغفرت کی دعا

Marfat.com

کیا کریں مگر بعض لوگ انہیں گالیاں دیتے ہیں! پھر فرمایا کہ ان پاک ہستیوں کا سلسلہ عمل تو ان کی وفات کے ساتھ منقطع ہوگیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے (ان زبان درازوں کے طفیل) ان کے لئے اجر وثواب کا سلسلہ جاری فرما دیا تھا (**قطع الله عنهم العمل فأحب الاينقطع عنهم الأجر**) یعنی گالیاں دینے والوں کی نیکیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کھاتے میں چلی جاتی ہیں، کیونکہ مرے ہوئے مسلمان کو گالی دینا اپنی نیکی اس کے کھاتے میں ڈالنا ہے!!۔

Marfat.com

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما

سادگی اور تقویٰ کا امتزاج

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں، جو قریش کی ایک شاخ عدی بن کعب سے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے عبداللہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما سگے بہن بھائی ہیں اور دونوں کی والدہ زینب بنت مظعون ہیں جو معروف صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں (1)، رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پانچ سال پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں جب کہ قریش کعبہ شریف کو دوبارہ تعمیر کر رہے تھے۔ (اسی مرحلہ تعمیر کعبہ کے موقع پر تمام اہل مکہ نے آنحضرت ﷺ کو حجر اسود بیت اللہ کی دیوار میں نصب کرنے کے لئے حکم یا ثالث بنایا تھا اور رسول صادق و امین ﷺ نے یہ مقدس و عظیم کام کرنے کے لئے جو حکیمانہ تدبیر اختیار کی اس نے تمام اہل مکہ کو دنگ کر دیا تھا اور وہ آپ کے گرویدہ ہو گئے تھے!!) سوانح نگار بتاتے ہیں کہ ترتیب زمانی کے اعتبار سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی چوتھی زوجہ مطہرہ ہیں جو حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی وفات اور حضرت سودہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے بعد آپ کے نکاح میں آئیں (2)۔

رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے ان کی شادی حضرت خنیس (یا حصن؟) بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو مہاجرین اولین میں سے ہیں، دونوں میاں بیوی ایک ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے اور ایک ساتھ مدینہ منورہ کے لئے ہجرت کی، ان کے شوہر غزوہ بدر میں زخمی ہو گئے تھے اور بعد میں مدینہ منورہ میں انہی زخموں کے باعث فوت ہو کر مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے (3)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جواں سال بیٹی کی بیوگی

1۔ جمہرۃ انساب العرب صفحہ 152، الاستیعاب ترجمہ نمبر 3297

2۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 81-86، الاستیعاب ترجمہ نمبر 3297، الاصابۃ، جلد 4، صفحہ 364، البدایۃ والنہایۃ، جلد 5، صفحہ 300، سیر اعلام النبلاء، جوامع السیرۃ لابن حزم صفحہ 33

3۔ ایضاً

Marfat.com

کی فکر لاحق ہوئی تو وقت کے رواج کے مطابق انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے رشتے کی پیشکش کی جن کی رفیقہ حیات حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکی تھیں مگر انہوں نے عرض کیا کہ ابھی تک میں نے دوبارہ شادی کرنے کا فیصلہ نہیں کیا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے یہی پیشکش دہرائی مگر انہوں نے آگے سے کوئی جواب ہی نہ دیا ان کی خاموشی سے حضرت عمر ناراض ہو گئے اور نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں بزرگوں کی شکایت کی، رسول اللہ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: عمر! شہید کی بیوہ کے رشتے کی کیوں فکر کرتے ہو؟ حفصہ سے اس کی شادی ہوگی جو ان دونوں بزرگوں سے افضل ہیں اور عثمان کی شادی ایک ایسی خاتون سے ہوگی جو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں! (1) یہ دراصل بالواسطہ حضور ﷺ کی طرف سے پیغام نکاح تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملے تو انہوں نے انہیں بتایا: بھئی مجھے اس کا علم تھا، حضور ﷺ مجھ سے حفصہ کا ذکر کر چکے تھے اور وہ آپ کی فکرمندی سے بھی آگاہ تھے، مگر یہ مصطفیٰ ﷺ کا راز تھا جو صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس امانت تھا، اس لئے میں کوئی جواب نہ دے سکا اور خاموش رہنا پڑا!!! (2)۔

رسول اللہ ﷺ کی کثرت زوجات پر نکتہ چینی کرنے اور کیچڑ اچھالنے والوں کی توجہ کی ضرورت ہے۔ مکہ مکرمہ سے بے سروسامانی کے عالم میں آنے والے مہاجرین ابھی سنبھل بھی نہیں پائے تھے کہ کفار مکہ انہیں بدر و احد میں الجھانے پر تلے ہوئے ہیں، مدینہ شریف کے یہودی اور منافقین داخلی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے نوزائیدہ اسلامی ریاست کو اکھاڑ پھینکنے کی ناپاک جسارتوں پر کمربستہ ہیں، ایسے میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسا عظیم و سرکردہ لیڈر ہے جس کا داماد شہید ہو چکا ہے اور وہ اپنی جواں سال بیوہ بیٹی کی بیوگی پر بے حد فکرمند ہیں، ان حالات سے مومنوں کے دکھوں پر گھلنے والا رؤف ورحیم اور لج پال آقا ﷺ بھلا غیر متعلق رہ

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 81-86، الاستیعاب ترجمہ نمبر 3297، الاصابۃ، جلد 4، صفحہ 364، البدایۃ والنہایۃ، جلد 5، صفحہ 300، سیر اعلام النبلاء، جوامع السیر لابن حزم صفحہ 33 2۔ ایضاً

Marfat.com

سکتا تھا؟ وہ تو اپنے فاروق کی دلجوئی اور اطمینان کے لئے وہی بات کرے گا جو اس کے زخمی دل کے لئے مرہم ثابت ہو اور وہ غیر متوقع خوشی سے اچھل پڑے! اصحاب کرام کی رسول اللہ ﷺ سے رشتہ داری دنیا و آخرت کی سب سے بڑی سعادت تھی! بڑوں سے ایسی رشتہ داری پر توکل کی طرح آج بھی عرب خوشی اور فخر سے جھوم اٹھتے ہیں مگر یہ آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے کی بات ہے جب عرب معاشرہ جاہلیت کی تاریکیوں سے نکل کر اسلام کی روشنی میں آنے کے لئے ابھی تڑپ رہا تھا! اس وقت بیوہ کو یہ اعزاز کون دیتا تھا؟ ایسی بیوہ تو اگر کسی کے باپ کے نکاح میں ہوتی تھی تو بیٹا اسے ورثہ میں ملنے والا مال تصور کرتا تھا! اب بھی اگر تم شہید کی بیوہ کو ام المومنین کا منصب بخشنے والے پر کیچڑ ہی اچھالو تو تم پر حیف ہے!۔

رسول اللہ ﷺ نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر پانچ سو درہم مقرر فرمایا تھا، ابن حزم کے مطابق تمام ازواج مطہرات کے ساتھ عدل و انصاف کے مساویانہ سلوک کو پیش نظر رکھتے ہوئے سب کا یہی مہر تھا اور خیبر سے انہیں بھی سب ازواج کی طرح اسی وسق کھجور اور بیس وسق جو یا گندم سالانہ خرچہ ملتا تھا(1)۔

تقریباً تمام کتب سیر و تراجم میں آیا ہے کہ کسی ناراضگی کی وجہ سے (اور یہ وجہ کسی نے بھی نہیں بتائی!) رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کو ایک رجعی طلاق دے ڈالی (اس وقت کے عرب شرفا گالی گلوچ یا مار پٹائی سے بچنے کے لئے محض دھمکانے کے لئے ایسا کرتے تھے اور عورت کے اکڑنے یا بدتمیزی کرنے پر یہ جھوٹ کبھی کبھی سچ میں بھی بدل جاتا اور عدت کے بعد طلاق بھی ہو جایا کرتی تھی) حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ اس طلاق کی اطلاع جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی تو وہ بے حد پریشان ہو گئے۔ سر میں خاک ڈالنے لگے اور کہتے جاتے: اب اس کے بعد عمر کی بیٹی کی تو اللہ تعالیٰ کو بھی پرواہ نہ ہو گی! حضرت حفصہ کے دونوں ماموں حضرت قدامہ اور عثمان بن مظعون حال جاننے کے لئے آگے بڑھے، وہ رونے بیٹھ گئیں اور کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس لئے طلاق ہرگز نہیں دی کہ

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 81-86، الاستیعاب ترجمہ نمبر 3297، الاصابۃ، جلد 4، صفحہ 364، البدایۃ والنہایۃ، جلد 5، صفحہ 300، سیر اعلام النبلاء، جوامع السیرۃ لابن حزم صفحہ 33

Marfat.com

ان کا دل مجھ سے بیزار ہو گیا تھا، پھر آپ تشریف لائے تو حضرت حفصہ جلباب اوڑھ کر بیٹھ گئیں، رسول اللہ ﷺ نے طلاق سے رجوع فرماتے ہوئے حفصہ کو تسلی دی کہ یہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کر رہا ہوں اللہ جل شانہ کو اپنے نیک بندے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر بہت ترس آیا اور جبریل امین پیغام لائے ہیں (1) کہ:

اَرْجِعْ حَفْصَةَ فَاِنَّهَا صَوَّامَةٌ قَوَّامَةٌ وَهِيَ زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ

''یعنی آپ حفصہ کو واپس لے لیجئے کیونکہ وہ تو ہمیشہ روزہ رکھنے والی، قیام کرنے والی ہیں اور وہ تو جنت میں بھی آپ کی رفیقہ حیات ہوں گی''۔

بات یہیں ختم ہوگئی، غالباً یہ کسی معمولی کوتاہی پر محض تادیبی کارروائی تھی، جس کی شریعت نے ہر شوہر کو اجازت دی ہے۔ اگر کوئی بڑی بات ہوتی تو اس کا ذکر ہوتا یا کوئی اشارہ ہی مل جاتا یا منافقین اسے اچھالتے؟ تاہم یہ بات بھی واضح ہے کہ یہ ناراضگی وہ نہیں جس کا تعلق شہد پینے پلانے سے ہے اور جس کا ذکر سورہ تحریم کی ابتدائی پانچ آیات میں ہے کیونکہ اس واقعہ میں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی شریک تھیں اور یہ تو ایک ایسا واقعہ تھا کہ جس سے تمام ازواج مطہرات کی تادیب مقصود تھی۔ (اس کی تفصیل آگے آتی ہے)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ: (2)

مَا مَاتَتْ حفصةُ حتی مَا تُفْطِرُ

''یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا عمر بھر روزہ دار رہیں''۔

حافظ ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ وہ رحلت نبوی کے بعد اپنی وفات تک مدینہ منورہ سے باہر نہیں گئیں، وفات کے وقت انہوں نے اپنے بھائی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لئے وہی وصیت دہرائی جو انہیں اپنے والد کر گئے تھے کہ صدقات و خیرات کے لئے جو جائیداد وقف کی ہوئی ہے وہ اس کا تحفظ جاری رکھیں (3)۔

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 81-86، الاستیعاب ترجمہ نمبر 3297، الاصابۃ، جلد 4، صفحہ 364، البدایۃ والنہایۃ، جلد 5، صفحہ 300، سیر اعلام النبلاء، جوامع السیرۃ لابن حزم صفحہ 33

Marfat.com

ابو معشر رسندھی کی روایت کے مطابق حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جمادی الاولی سنہ اکتالیس ہجری میں اس وقت فوت ہوئیں جب امام حسین بن علی علیہما السلام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی، بعض نے سال وفات 45 ہجری بھی لکھا ہے لیکن اول الذکر درست ہے(1)، ان کی نماز جنازہ مروان بن الحکم والی مدینہ منورہ نے اس وقت کی مدینہ منورہ کی جنازہ گاہ میں پڑھائی، وہ جنت البقیع تک جنازہ کے ساتھ گیا اور دفن ہونے تک وہیں رہا۔ ایک روایت کے مطابق مروان نے ان کے جنازہ کو کندھا بھی دیا اور پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جنازہ کو کندھا دینے کا شرف حاصل کیا(2)۔ ان کے بھائی عبداللہ بن عمر اور عاصم بن عمر رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کے بھتیجوں نے انہیں لحد میں اتارا(3)۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی تمام زندگی سادگی اور تقویٰ سے عبارت ہے، وہ ہمیشہ روزے سے ہوتیں، ذکر وعبادت میں مصروف رہتیں اور حاجت مندوں کی حاجات پوری کرنے میں اپنا سب مال صرف کر دیتی تھیں، وہ سیرت پاک اور حدیث نبوی کی حفاظت و روایت کو اولیت کا درجہ دیتی تھیں، امام ذہبی کے بیان کے مطابق ان سے مروی احادیث کی تعداد ساٹھ کے قریب ہے، ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں تابعین کی ایک خاص تعداد کے علاوہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں سے عبداللہ بن عمر، حمزہ بن عبداللہ اور صفیہ بنت عبید رضی اللہ عنہم خصوصیت سے قابل ذکر ہیں(4)۔

مصحف مقدس کی حفاظت کے سلسلے میں بھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمات ہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو مصحف شریف تیار کروایا تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا وہ اسے اپنی وفات کے وقت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر گئے، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مصاحف کے ساتھ نسخے اسی سے تیار کروائے تھے اور مصحف صدیقی پھر دوبارہ ان کی تحویل میں دے دیا تھا!۔(5)۔

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 81-86، الاستیعاب ترجمہ نمبر 3297، الاصابۃ، جلد 4، صفحہ 364، البدایۃ والنہایۃ، جلد 5، صفحہ 300، سیر اعلام النبلاء، جوامع السیر لابن حزم صفحہ 33

2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً

Marfat.com

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا
نسوانی حکمت ودوراندیشی کا آئینہ

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، جن کا اصل نام ہند بنت ابی امیہ حذیفہ (یا سہیل زادالراکب؟) بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے، نسوانی حکمت ودانائی، صاف گوئی اور دوراندیشی کا ایک ایسا آئینہ ہیں جس میں نہ صرف یہ کہ ان کی اپنی شخصیت مؤثر ونمایاں طور پر جلوہ نما ہوتی ہے بلکہ اس پاکیزہ اور صاف آئینے میں رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کی جھلکیاں بھی قوس قزح کے پیارے اور دلکش رنگوں کی طرح دکھائی دیتی ہیں، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حقیقت پسندانہ عملی روش انہیں ایک صاف گو اور حقیقت شناس خاتون بنی مخزوم کے رنگ میں پیش کرتی ہے، ان کی صاف گوئی اور حقیقت پسندی کسی کو بھی معاف نہیں کرتی تھی حقیقت بیانی اور حق گوئی میں وہ ہرگز نہیں جھجکتی تھیں اور بلالحاظ صحیح صحیح بات کہہ دیتی تھیں، اسی طرح سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر بھی ان کی صاف گوئی اور دوراندیشی کی عملی روش سے روشنی پڑتی ہے، ہم پر بحیثیت مسلمان باحث ومحقق یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ستودہ صفات شخصیت اور سیرت طیبہ کے متعلق ان کے ارشادات دونوں کا بغور مطالعہ کریں۔

حضرت ام سلمہ ہند بنت حذیفہ مخزومی رضی اللہ عنہا کا تعلق قریش کے معروف قبیلہ بنو مخزوم سے ہے، صاحب ''دارارقم'' حضرت ارقم بن ابی ارقم بھی اسی قبیلے سے ہیں، سیدنا خالد رضی اللہ عنہ سیف اللہ بن الولید بن المغیرہ اور ''فرعون قریش'' ابوجہل عمرو بن ہشام بن المغیرہ بھی اسی قبیلے سے تھا اور دونوں سیدہ ام سلمہ کے چچازاد بھائی ہوتے ہیں کیونکہ ان کے والد ابوامیہ حذیفہ بن المغیرہ مخزومی ہیں اور وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ابوجہل کے سگے چچا ہوتے ہیں (1)، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ کا نام عاتکہ ہے جو عامر

1۔طبقات، جلد 8، صفحہ 86، جمہرۃ انساب العرب، صفحہ 146

Marfat.com

بن ربیعہ بن مالک بن حذیفہ بن علقمہ بن جذل الطعان بن فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ کی بیٹی تھیں (1)۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے ہوئی جوان کے اپنے قبیلے سے تھے۔ حضرت ابوسلمہ سابقین اولین رضی اللہ عنہم میں سے تھے اور انہیں اپنے اہل وعیال کے ہمراہ دو مرتبہ ہجرت حبشہ کا شرف حاصل ہوا، وہ جنگ احد میں زخمی ہو گئے تھے، علاج کے باوجود زخم مندمل نہ ہو سکے اور وہ سنہ چار ہجری میں 8 جمادی الآخرہ کو وفات پا گئے (2) اور اسی سال کے ماہ شوال میں عدت گزار کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں، ان کے شوہر کی خدمات اسلام اور قربانیوں کے پیش نظر محض ان کے یتیم بچوں کی کفالت، سرپرستی اور تحفظ کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عقد ثانی کا پیغام بھیجا تو پہلی بار ان کی حکمت و دانائی، دوراندیشی اور ہادی برحق سے عقیدت کا اظہار ہوا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا ارشادات نبوت پر عمل پیرا نظر آئیں (3)۔

جناب ابوسلمہ عبداللہ بن الاسد مخزومی رضی اللہ عنہ ایک نیک دل اور ہمدرد شوہر تھے۔ اس لئے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ امید نہ تھی کہ انہیں ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر مل سکے گا، تاہم انہوں نے وہ دعائے ماثور جاری رکھی جو انہوں نے اپنے شوہر سے سنی تھی۔ چنانچہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا سکھائی تھی (4) اور فرمایا تھا کہ اگر کوئی اللہ کا بندہ مصیبت اور آفت سے دوچار ہو کر وہ الفاظ یاد کرلے جنہیں ادا کرنے کا اس نے اپنے بندوں کو حکم دے رکھا ہے یعنی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ "ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور ہم نے لوٹ کر جانا بھی اسی کے پاس ہے" اور پھر یہ دعا پڑھے: (5)

اللهم أجرني في مصيبتي هذه و عوضني عنها خيرا منها

"میرے اللہ! مجھے میری اس مصیبت میں مجھے اجر عطا فرما اور اس سے نقصان کا بہترین بدل عطا کر"۔

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 86، جمہرۃ انساب العرب، صفحہ 146 — 2۔ ایضاً

3۔ ایضاً — 4۔ ایضاً — 5۔ ایضاً

Marfat.com

غزوہ احد میں آنے والے زخموں کے سبب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اناللہ کے الفاظ ادا کیے اور یہ دعا پڑھی مگر انہیں یہ بھی خیال آیا کہ اس دنیا میں بھلا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بھی کوئی اچھا مرد ہوسکتا ہے جو میرے لئے ان کا نعم البدل بن سکے؟ اس وقت یہ تو میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ سراپا شفقت اور رحمت مجسم مصطفیٰ ﷺ کی طرف سے بھی مجھے پیغام نکاح آسکتا ہے! مگر مجھے یہ نعمت غیر مترقبہ بھی نصیب ہوگئی تب میرے دل سے آواز آئی کہ میرے رب نے میری دعا قبول فرما لی ہے اور مجھے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا نعم البدل مل گیا ہے مجھے یہ بھی یقین ہے کہ مجھے اس مصیبت پر اللہ تعالیٰ اجر وثواب بھی ضرور عطا فرمائیں گے!(1)۔

یہ واقعہ تین حقائق کو ظاہر کرتا ہے، ایک یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سرکار ﷺ کے ارشادات کو اپنے لئے حرز جاں سمجھ کر انہیں دوسروں تک پہنچاتے تھے اور انہیں سننے والے بھی اپنے لئے حرز جاں بنالیتے تھے، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے جو دعا حضور اکرم ﷺ سے سنی تھی اسے اپنے گھر والوں تک بھی پہنچا دیا تھا اور اس دعائے ماثورہ کو سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسے یاد کرلیا تھا، اسلام کا پیغام پھیلانے اور ارشادات نبوی کو دوسروں تک پہنچانے میں اصحاب رسول اللہ ﷺ کی یہ عظیم الشان خدمت امت کے لئے قابل قدر ہے۔ دوسری حقیقت یہ سامنے آتی ہے کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کتنی وفادار اور محبت شعار بیوی تھیں، اپنے مرحوم شوہر کا ہم پلہ اور ان کا نعم البدل اپنے لئے محال سمجھتی تھیں، تیسری اہم حقیقت یہ سامنے آتی ہے کہ ام المومنین بے حد پاک طینت، نیک دل اور مستجاب الدعاء بھی تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور انہیں اپنے سراپا اخلاص ووفا شوہر کا نعم البدل میسر آنے میں دیر نہ لگی!۔

حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ اور ان کے شوہر حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہما قبیلہ بنومخزوم کے ان خوش نصیب اہل ایمان میں سے ہیں جو طلوع اسلام کے آغاز میں ہی دین حق کے حلقہ بگوش ہوگئے تھے اس لئے یہ دونوں ''سابقین اولین'' میں

1۔طبقات، جلد 8، صفحہ 86، جمہرۃ انساب العرب، صفحہ 146

Marfat.com

شمولیت کا شرف رکھتے ہیں، اللہ کی راہ میں دونوں کو تین بار ہجرت کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی، ہجرت مدینہ کے ساتھ ساتھ دو مرتبہ ہجرت حبشہ میں بھی شریک ہوئے اور قیام حبشہ کے دوران عسرت وتنگ دستی کے علاوہ کئی ایک آزمائشوں اور مشکلات کا بھی سامنا ہوا مگر اللہ کے یہ دونوں صابر بندے کبھی بھی نہ گھبرائے۔ حبشہ میں جا کر ہی ان کی پہلی بچی زینب پیدا ہوئی، پھر سلمہ، عمر اور درہ پیدا ہوئے ہجرت ومسافرت میں صرف اتنے سارے بچوں کو سنبھالنا ہی بہت بڑی ذمہ داری بلکہ ایک آزمائش سے کم نہیں ہے جس میں قبیلہ بنو مخزوم کا یہ صابر وشاکر جوڑا کامیابی وسرخ روئی سے سرفراز ہوا۔

محمد بن عمر الواقدی کی زبانی اس نامور اور مقدس جوڑے کے لخت جگر حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما نے اپنے والد کی شہادت اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ام المومنین بننے کے واقعات بیان کیے ہیں اور ان واقعات کو الواقدی سے محمد بن سعد نے اپنی کتاب طبقات میں نقل کیا ہے، چنانچہ حضرت عمر بن ابی سلمہ بتاتے ہیں کہ: (1)

"میرے والد غزوہ احد میں شرکت کے لئے نکلے تو میدان جنگ میں لشکر کفار کے ایک تیر انداز سپاہی ابوسلمہ الجشمی نے تیر پھینکا جو میرے والد کے کندھے میں لگا اور وہ شدید زخمی ہو گئے، ایک ماہ تک مسلسل علاج جاری رہا اور ان کا زخم مندمل ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ہجرت کے بعد دو سال گیارہ ماہ کے اختتام پر ایک محاذ پر بھیجا، وہ انتیس دن تک سفر میں رہے سنہ چار ہجری کے ماہ صفر کی آٹھ تاریخ کو مدینہ منورہ واپس آئے تو ان کا زخم دوبارہ تازہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ آٹھ جمادی الآخرہ سنہ چار ہجری میں فوت ہو گئے، میری والدہ ام سلمہ نے ایام عدت پورے کیے پھر اسی سال بیس شوال کو عدت پوری ہونے کے بعد وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں آئیں ابھی ماہ شوال کے کچھ دن باقی تھے، پھر ماہ ذی قعدہ سنہ انسٹھ ہجری میں والدہ محترمہ کی وفات ہوئی!"۔

ابن سعد کے علاوہ دیگر اصحاب سیر وتراجم صحابہ نے بیان کیا ہے کہ ایک روز حضرت ام

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 87

Marfat.com

سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ کسی عورت کا شوہر نیک اور جنتی ہو، اس کی بیوی بھی نیک اور جنتی ہو اور شوہر فوت ہو جانے کے بعد اگر بیوی دوسری شادی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں نیک جنتیوں کو دوبارہ جنت میں اکٹھا کر دے گا، اسی طرح اگر بیوی کی وفات پر وہ دوسری شادی نہ کرے تو بھی دونوں جنت میں ایک ساتھ ہوں گے، تو چلئے ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ آپ بھی میرے بعد دوسری شادی نہیں کریں گے اور میں بھی نہیں کروں گی! اس پر شوہر نے کہا: تو کیا آپ میری بات مانیں گی؟ بیوی نے کہا: میں نے آپ کی اطاعت کے لئے ہی تو آپ کا حکم مانگا ہے! وہ کہنے لگے: اگر میں فوت ہو جاؤں تو تم دوسری شادی کر لینا!!! اور پھر غزوۂ احد میں زخمی ہونے والے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ شہید اسلام ہوئے اور شہدائے اُحد میں شامل ہونے پر اپنے حق الیقین کا اعلان کرتے ہوئے یہ دعا فرمانے لگے: (1)

''اے اللہ! میرے بعد ام سلمہ کو ایسا شوہر نصیب کرنا جو مجھ سے بہتر ہو نہ اسے غم ہو اور نہ تکلیف پہنچائے!!''۔

جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سوچا: بھلا ایسا جوان کہاں ہو گا جو میرے لئے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر ہو گا؟ پھر وہ کچھ مدت کے لئے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو یاد کرتی رہیں اور ان کی بتائی ہوئی دعا پڑھتی رہیں! ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، یتیم بچوں کی خبر گیری فرمائی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شرعی سرپرست اور ولی کو عقد ثانی کا پیغام دے گئے (بظاہر اس کا مقصد شہید غزوۂ احد حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کی کفالت اور ذمہ داری اٹھانا تھی!!)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جگہ کوئی اور ہوتی تو خوشی سے اچھل کر ہاں کر دیتی! مگر یہ تو سیدہ ام سلمہ تھیں! ایک طرف مرحوم وفادار شوہر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تھے جن سے وہ وفات کے بعد دوسری شادی نہ کرنے کا معاہدہ کرنا چاہتی تھیں مگر وہ اپنے بعد شادی نہ کرنے کا وعدہ لینے کے بجائے اپنے بعد ان کے لئے بہترین شوہر کی دعا کر گئے تھے اور دعا قبول ہو گئی تھی!

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 87

Marfat.com

محسن انسانیت اور افضل الانبیاء مجسم شفقت و رحمت ﷺ سے بڑھ کر اچھا شوہر اور کہاں ہوگا! ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کی بے حد خوشی تھی مگر ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا کہ میں تو ایک عیالدار بیوہ ہوں، میں اپنے اتنے سارے بچوں کو رسول اکرم ﷺ کے لئے بوجھ کیوں کر بناؤں! شاید یہ مناسب ہو کہ اسی بہانے سے حضور ﷺ سے معذرت کر دوں! مگر انہیں کیا خبر تھی کہ سراپا شفقت و رحمت کا اصل مقصد تو یہی بوجھ اٹھانا تھا! شہداء اسلام کے اہل و عیال کی ذمہ داری بھی تو تاجدار مدینہ کا ہی کام ہے! شاید آپ ﷺ سے پہلے حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے بھی حضور ﷺ کے اشارے سے ہی عقد ثانی کے پیغامات بھیجے ہوں، جنہیں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے صاف صاف جواب دے دیا تھا (1)۔ مگر جب رسول اللہ ﷺ کا پیغام ملا تو دو تین دن کے تردد کے بعد اپنے ولی سے کہا کہ اگر اب رسول اللہ ﷺ کا پیغام آئے تو ہاں کہہ دینا، چنانچہ اگلے روز جب پیغام آیا تو سرپرست نے ہاں کر دی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو سرور کائنات ﷺ کی زوجیت نصیب ہوگئی! (2)۔

یہاں پر قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو یہ احساس تھا کہ وہ اپنی جاں نثار و وفا شعار رفیقہ حیات کو انتہائی بے سروسامانی اور بے کسی کے عالم میں اکیلا چھوڑ کر جا رہے ہیں، اس وقت مدینہ منورہ میں بنو مخزوم کا کوئی شخص ایسا موجود نہ تھا جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا یا خود ان کا قریبی ہو اور یتیم بچوں کی خبر گیری کر سکے، لیکن یہ یقین تھا کہ در یتیم سیدنا مصطفیٰ ﷺ نے اسلامی معاشرہ میں یتیم پروری اور کفالت کو ہر مسلمان کا فرض عین قرار دے دیا تھا اور وہ بلا شبہ بقول حالی تیموں کے والی بن چکے تھے (3)۔

مدینہ منورہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بے کسی کا اندازہ ابن سعد کے اس بیان سے بھی ہو سکتا ہے (4) کہ وہ جب ہجرت حبشہ سے واپس ہو کر مدینہ پہنچیں تو وہاں انہیں کوئی جاننے والا بھی نہ تھا، یہاں تک کہ بعض لوگوں نے کہا کہ تم مکہ مکرمہ میں بنو مخزوم کے لوگوں کو

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 87 | 2۔ ایضاً

3۔ مدرس حالی صفحہ | 4۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 86-96

Marfat.com

خط لکھو کہ تم واقعی بنومخزوم کی ام سلمہ ہو، حبشہ کے سات سال کی مدت نے بہت کچھ بدل دیا تھا، چنانچہ جب مکہ مکرمہ سے تصدیق آئی تب لوگوں نے مانا کہ واقعی ابوسلمہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما بنومخزوم سے ہیں (1)، اسی ناکسی اور بے بسی کے باعث حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی رفیقہ حیات کو عقد ثانی کا حکم دیا تھا، اسی یقین پر کہ (اس وقت تک خالد بن ولید اسلام کے حلقہ بگوش نہ ہوئے تھے!) جس مسلمان سے ان کا عقد ثانی ہوگا وہ یتیم بچوں کی کفالت و پرورش کو اپنی ذمہ داری سمجھے گا، گو اس وقت انہیں یہ علم نہ تھا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے "عقد ثانی کرنے والا مسلمان" خود یتیموں کا والی ہوگا (ﷺ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو علم تھا کہ ان کے زخمی شوہر مرتبہ شہادت پر فائز ہوکر اہل جنت میں شامل ہونے والے ہیں اور وہ یقیناً شہید کی بیوہ ہونے والی ہیں مگر اپنے مشفق و ہمدرد شوہر کی بیوہ بن کر اس لئے رہنا چاہتی تھیں کہ آئندہ زندگی میں جنتی ہوکر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جنت الفردوس میں ہوں گی، اسی لئے کسی ایک کی وفات کی صورت میں دوسری شادی نہ کرنے کا معاہدہ کرنے کی تجویز دی تھی، یہ ان کے تعلیمات اسلام پر غیر متزلزل ایمان و یقین کی دلیل بھی ہے اور اپنے نیک دل شہید شوہر کے مرتبہ و مقام پر بھروسہ کی بھی، اسی لئے تو انہوں نے صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما میں سے کسی کے عقد ثانی کو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی بیوہ ہونے کے برابر نہ سمجھا اور صاف صاف انکار کردیا مگر جب ساقی حوض کوثر اور شافع روز محشر ﷺ کی زوجیت کا شرف نصیب ہونے لگا تو مشروط طور پر راضی ہوگئیں اور ان شروط میں اپنی اولاد کی کفالت اور اپنی غیرت کو ملحوظ رکھنے کو اولیت حاصل رہی خصوصاً اس لئے بھی کہ حضور اکرم ﷺ کے ہاں پہلے ہی متعدد ازواج مطہرات تھیں اور غیرت یا جلن کے مواقع آنا بھی ممکن تھا، اس کے ساتھ ہی تاجدار مدینہ ﷺ پر اپنی اولاد کا بوجھ بھی نہیں ڈالنا چاہتی تھیں، بعد میں پیش آنے والے واقعات نے حازم و محتاط خاتون بنی مخزوم کی دور اندیشی اور دانائی کو صحیح ثابت کردیا! یہ بات بھی خصوصیت سے قابل توجہ ہے کہ سیرت طیبہ اور اخلاق نبوی کی معرفت بھی علم الیقین کی حد کو پہنچی ہوئی تھی اور انہیں اندازہ تھا کہ اگر ان کی

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 86-96

Marfat.com

صاف گوئی کے باوجود تاجدار مدینہ ﷺ نے ذمہ داری قبول فرمائی تو پھر لجپال کا نبھانا روز روشن کی طرح عیاں ہے، سیرت واخلاق شناسی کی یہ ایک روشن مثال ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت شناسی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تمام ازواج مطہرات میں ایک منفرد مقام رکھتی ہیں اس لئے مطالعہ سیرت کی ضمن میں ان کے احوال واقوال کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

ابن سعد ہی کی ایک روایت یہ بھی ہے(1) کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی طرف سے آنے والے پیغامات عقد ثانی کا منفی جواب مل جانے کے بعد جب رسول اللہ ﷺ کا قاصد پیغام عقد ثانی لایا تو اس موقع پر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بڑی احتیاط اور دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے ایک قابل ستائش موقف اختیار کیا، ایک تو وہ اپنی اولاد کی پرورش کا بوجھ رسول اللہ ﷺ پر نہیں ڈالنا چاہتی تھیں، پھر انہیں اپنی ذاتی کمزوریوں کا بھی شدید احساس تھا اور یہ سمجھتی ہوں گی کہ نکاح کے بعد ان کا احساس غیرت یا صاف گوئی کسی گستاخی کا سبب نہ بن جائے مگر اس کے ساتھ وہ رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں آنے کی سعادت سے محروم بھی نہیں رہنا چاہتی تھیں، یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ اس وقت کے عرب معاشرہ میں ایک عیالدار بیوہ کا دوسرے شوہر کے سہارے کے بغیر زندگی بتانا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا، شہید کی عیالدار بیوہ کی اسی مشکل کا احساس کرتے ہوئے دو عظیم یاران رسول ﷺ نے باری باری یہ ذمہ داری اٹھانے کا فیصلہ کیا اور عقد ثانی کا پیغام بھیجا، رسول اللہ ﷺ کو حبشہ میں سات سالہ طویل قیام کی مشکلات کا بھی احساس تھا اور پھر واپس آتے ہی غزوۂ احد میں جان لیوا زخم کھانے کے بعد حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بھی علم تھا، غالباً یہی احساس اور یہی علم شیخین کے لئے پیغام بھیجنے کا سبب بنا ہوگا، یہ واضح طور پر تو کہیں مذکور نہیں کہ سرکار ﷺ نے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو اس پیغام کے لئے کوئی اشارہ دیا مگر تاریخی حوادث کی بین السطور ترغیب اور واقعاتی شہادت کی اساس پر یہ بات ناممکن بھی نہیں، خصوصاً اس لئے بھی کہ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے مزاج

1۔طبقات، جلد 8، صفحہ 86-96

Marfat.com

شناس مقرب ساتھی تھے، یہاں سے یہ بات بھی بالکل واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ حریم نبوی میں داخل ہونے والی ازواج مطہرات کا سبب ایک دو ازواج مطہرات کے استثناء کے بعد ہمیشہ سماجی، معاشی اور اخلاقی مجبوریاں تھیں!

بہر حال صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے پیغامات کے منفی جواب کے بعد جب کچھ تحفظات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں آنا بخوشی قبول کرلیا تو پیغام لانے والے کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: (1)

مَرْحَبًا بِرسول اللّٰہِ ورسولہ

''یعنی رسول اللہ ﷺ اور ان کے قاصد کے لئے خوش آمدید!''

پھر قاصد سے فرمایا:

رسول اکرم ﷺ کا پیغام عقد ثانی تو بخوشی قبول ہے مگر آپ ان کی خدمت میں اتنا ضرور عرض کیجئے کہ: (2)

اِنّی امرأۃٌ غیری وَاَنّی مُصْبِیَۃٌ، وَاَنّہ لَیْسَ اَحَدٌ مِنْ اولیائی شاھِدٌ

''یعنی میں ایک غیرت کھانے والی جلن محسوس کرنے والی عورت ہوں، بچوں کی ماں ہوں اور میرا کوئی ولی یا سرپرست گواہی کے لئے بھی دستیاب نہیں (ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ میں ایک عمر رسیدہ عورت بھی ہوں)''

اس کے جواب میں رسول اکرم ﷺ نے کہلا بھیجا کہ:

''رہا آپ کا غیرت کھانا یا جلن محسوس کرنا تو اس کے لئے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ یہ کیفیت آپ میں کم ہو جائے، رہی بچوں کی بات تو ان کا اللہ تعالیٰ کارساز ہے، رہے آپ کے سرپرست تو ان میں سے کوئی بھی حاضر یا غیر حاضر ہو مجھے ضرور پسند کرے گا، رہی یہ بات کہ آپ کی عمر ڈھل گئی ہے تو کیا ہوا میری عمر تو آپ سے زیادہ ہے، اپنے سے زیادہ عمر والے مرد سے نکاح کرنا

1۔طبقات، جلد 8، صفحہ 86-96 2۔ایضاً

Marfat.com

عورت کے لئے کوئی عیب یا عار نہیں ہے!''(1)۔

رسم نکاح کے بعد سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا کہ میں نے ایسے مواقع پر آپ سے پہلے آپ کی فلاں بہن کو جو کچھ تحفہ پیش کیا وہ آپ کے لئے بھی حاضر ہے اور یہ تحفہ دو چکیوں، دو گھڑوں اور ایک تکیہ (جو چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے) سے عبارت ہے، شادی کے بعد جب بھی رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے تو چھوٹی بچی زینب ان کی گود میں کھیل رہی ہوتی، آپ اس قدر شرمیلے اور کریم النفس واقع ہوئے تھے کہ بچی کی خوشی کی خاطر اپنی خوشی کو پس پشت ڈال دیتے، حضرت عمار بن یاسر والدہ کی طرف سے حضرت ام سلمہ کے بھائی ہوتے ہیں، جب انہیں اس کیفیت کا علم ہوا تو وہ بچی کو اپنے ساتھ قبا لے گئے مگر آپ نے اس معصوم بچی کے ساتھ اس سلوک کو بھی پسند نہ فرمایا اور کافی دیر پوچھتے رہے کہ زینب کو کدھر بھیج دیا ہے، وہ گھر میں دکھائی کیوں نہیں دیتی!(2)۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہم نے جو سہاگ رات طے کر رکھی تھی اس رات میں نے تاجدار مدینہ کے لئے جو کھانا تیار کیا وہ جو کی روٹی تھی جسے میں نے گھر میں بچی کچھی چربی سے چوپڑ دیا تھا! جب آپ تشریف لائے تو اس روٹی کے کچھ لقمے آپ نے لئے اور اپنے رب کا شکر بجا لائے، صبح کو فرمانے لگے: ام سلمہ! میں جانتا ہوں تم اپنے خاندان میں وقار اور منزلت کی مالک ہو اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ آئندہ رات اور دن تمہارے لئے مختص کر دوں یا دیگر ازواج مطہرات کی طرح ایک رات مختص کر دوں؟ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جیسے آپ پسند فرماتے ہیں!!''(3)۔

ابن سعد نے اسی مضمون کی ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے جو زیادہ واضح اور جامع ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''جب ہماری شادی ہوگئی تو رسول اکرم ﷺ مجھے اپنے ہاں لے گئے اور مجھے حضرت زینب بنت خزیمہ ام المساکین رضی اللہ عنہا والے گھر میں رکھا جو وفات پا چکی تھیں، میں نے دیکھا کہ کمرے میں ایک گھڑا ہے جس میں

1۔طبقات، جلد 8، صفحہ 86-96 2۔طبقات، جلد 8، صفحہ 90 3۔ایضاً

Marfat.com

کچھ جو پڑے ہیں، ایک چکی، ایک تھالی اور ایک ہنڈیا بھی تھی جس میں مجھے ایک بکری کا پایا ملا، چنانچہ میں نے جو کا آٹا پیسا پھر اسی پائے کا میں نے سالن تیار کر دیا، تو یہ تھا کھانا جو رسول اللہ ﷺ اور ان کی دلہن کو سہاگ رات میں میسر آیا!'' چنانچہ لوگ کہا کرتے تھے کہ ایک عرب بیوہ مسلمانوں کے آقا ﷺ کے ہاں آغاز شب میں ایک دلہن بن کر آئیں مگر آخر شب وہی دلہن یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا چکی بھی پیس رہی تھیں!!(1)

رسول اکرم ﷺ نے نجاشی شاہ حبشہ کو خوشبو کی چند شیشیاں اور ایک قیمتی چادر بطور ہدیہ روانہ کیے تھے مگر تحفہ وصول ہونے سے پہلے ہی نجاشی فوت ہو گئے، چنانچہ شادی کے بعد آپ نے حضرت ام سلمہ سے وعدہ فرمایا کہ یہ تحائف واپس آنے والے ہیں، ان میں سے ایک شیشی اور قیمتی چادر آپ کے حصے میں آئے گی، جب یہ تحائف واپس آ گئے تو حسب وعدہ ایک خوشبو کی شیشی اور قیمتی چادر (حلہ) حضرت ام سلمہ کو عطا فرمائی گئی (2)۔

ابن سعد اور دیگر اصحاب سیر نے حضرت ام سلمہ کی غیرت اور جلاپے کے واقعات بھی نقل کیے ہیں، اس سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ جہاں وہ انتہائی صاف گو تھیں وہاں انہیں اپنی بشری کمزوری کا بھی اعتراف تھا جو خواتین میں ہوتی تو ہے مگر اس کے کسی کو برملا اعتراف کا حوصلہ مشکل سے ہی ہوتا ہے، تاہم وہ مقام رسالت سے بھی آگاہ تھیں اور کسی قسم کی گستاخی کو ضیاع عمل کا سبب تصور کرتی تھیں، ایک واقعہ اس طرح ہے (3) کہ ایک سفر میں حضرت ام سلمہ اور حضرت صفیہ بنت حیی حضور ﷺ کے ساتھ تھیں، ہفتہ کا وہ دن حضرت ام سلمہ کے لئے مختص تھا، رسول اکرم ﷺ حضرت صفیہ سے ہم کلام ہوئے جو ہودج نشین تھیں، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ حضرت ام سلمہ کا ہودج ہے، صفیہ سے ہم کلام ہوتے دیکھ کر حضرت ام سلمہ کا فطری جذبہ نسوانیت یعنی غیرت جوش میں آ گئی، غلطی کا احساس ہوتے ہی رسول اکرم ﷺ حضرت ام سلمہ کے ہودج کے پاس تشریف لائے مگر وہ اپنی نسوانی کمزوری پر قابو نہ پا سکیں، ناراضگی کے سے انداز میں کہنے لگیں: یہ دن تو میرا ہے مگر یا رسول اللہ! آپ اس یہودی کی بچی سے ہم کلام ہو رہے ہیں! پھر فوری احساس ہوا کہ یہ تو گستاخی

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 93-95 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

Marfat.com

کی بات ہے! اس پر شدید ندامت ہوئی اور معافی مانگنے لگیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! بے ادبی ہوگئی توبہ کرتی ہوں! آپ بھی اللہ تعالیٰ سے میرے لئے بخشش طلب فرمائیے!!

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حقیقت شناس اور صاف گو بھی تھیں مگر اس کے ساتھ ساتھ حکمت ودانائی، اصابت رائے اور تدبر کا حظ وافر بھی پایا تھا، جس طرح وہ خود کو پہچانتی تھیں اور اپنے لئے سخت گیر جج تھیں اسی طرح وہ مقام رسالت، سیرت طیبہ اور اپنے شوہر کی ہستی کی قدر وقیمت اور عامۃ المسلمین کے دلوں میں ان کے مقام بلند، محبت اور احترام سے بھی آگاہ تھیں، امت حضرت ام سلمہ کی احسان مند اور شکر گزار ہے کہ ان کے طفیل اسلام میں عورت کا مرتبہ ومقام واضح ہوا، قومی اور ملکی امور میں مسلمان عورت کے حق اور فرض کا بھی علم ہوا!

یہ حدیبیہ کا مقام ہے، کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ ہو چکا ہے جس کی رو سے بغیر عمرہ ادا کیے مسلمانوں کو واپس جانا ہے، بیت اللہ کی زیارت اور اپنے وطن کو دیکھنے کی تڑپ رکھنے والے مسلمانوں کے لئے مکہ مکرمہ دیکھنے اور عمرہ ادا کیے بغیر واپس ہو جانا بے حد دشوار اور بوجھل ہو رہا ہے، آپ احرام کھولنے اور واپس لوٹنے کا اعلان فرما رہے ہیں مگر اللہ کے گھر کے پیاسوں کے لئے محروم لوٹنا جی گردے کا کام ہے سب لوگوں پر جیسے بجلی گر گئی ہو، سب گنگ اور بے حس بیٹھے آسمان کو دیکھے جا رہے ہیں، ایسے میں رسول اللہ ﷺ خیمہ میں حضرت ام سلمہ سے مشورہ کے لئے آتے ہیں، مدبر اور حقیقت شناس خاتون مشورے کے لئے زبان کھولتی ہیں اور ام المومنین (مومنوں کی ماں کی حیثیت سے اپنے فرزندوں کو خوب پہچانتی ہیں) کی حیثیت سے فرماتی ہیں: یارسول اللہ! یہ لوگ تو آپ کے دیوانے اور آپ کی پیروی کے منتظر ہیں، آپ حلق کرائیے، احرام کھولئے اور حلال ہونے کی مراحل طے کیجئے پھر دیکھیے یہ کیا کرتے ہیں؟ جونہی رسول اللہ ﷺ نے ام المومنین کے مشورہ پر عمل کیا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلا چون وچرا سنت نبوی کی پیروی کے لئے تیار ہو گئے اور سب نے احرام کھول دیئے!(1)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا چوراسی سال کی عمر میں سنہ انسٹھ ہجری میں فوت ہو کر جنت

1۔ الروض الانف، جلد 2، صفحہ 232

Marfat.com

البقیع میں دفن ہوئیں، آپ کی نماز جنازہ مشہور راوی حدیث اور صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تدفین کے وقت آپ کے تین بیٹے (تینوں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے) آپ کو قبر میں اتارنے کے لئے موجود تھے (1)۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہماری تاریخ کی ایک ناقابل فراموش شخصیت ہیں، لیکن وہ سیرت طیبہ، علی صاحبہا الصلوات والسلامات سے تعلق رکھنے والا ایک نہایت ہی اہم، بہت ہی پیارا اور انتہائی محترم کردار بھی ہیں، مگر یہ شخصیت اور یہ کردار بے حد دلچسپ اور بے اندازہ قیمتی معلومات کا خزینہ بھی ہے، اس شخصیت و کردار کا ہمہ پہلو مطالعہ ہمارے لئے خیر و برکت کا وسیلہ اور سعادت و نیک بختی کا سر چشمہ بھی ہے، یہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں سیرت پاک کی خوبصورت و پر کشش جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں، سیدہ ہند بنت ابی امیہ مخزومی رضی اللہ عنہا کی نگاہ صائب وژرف بین اور آپ کے ذہن نے ہادی اکرم ﷺ کی راحت رساں شخصیت اور پاک سیرت کے بعض ایسے پہلو ہمارے لئے ضبط فرمائے اور پھر انہیں اپنی زبان مبارک سے الفاظ کا جامہ پہنا کر زندۂ جاوید بنا دیا ہے کہ اگر یہ ضبط میں نہ آتے اور صفحہ قرطاس پر نقش ہو کر ہم تک نہ پہنچتے تو ہم بہت سارے ایسے مناظر سیرت اور حقائق تاریخ سے محروم و نا آشنا رہ جاتے جن سے ہمارے ایمان و عمل کی بہت سی صورتیں وابستہ ہیں!

لیکن اہم ترین بات یہ ہے کہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا حضور کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا سرکار ﷺ کی کثرت و تعدد ازواج کا مشکل عقدہ حل کر دیتا ہے، اس شادی کے حقیقی پس منظر سے آگاہی اور ان احوال و واقعات پر نظر سے ان بدخواہوں کی زبانیں بند ہو جاتی ہیں جو اس کثرت و تعدد کو محض دل لگی یا بہلاوا اور دنیاوی لذت کی تسکین قرار دیتے ہیں، سیدہ کا پس منظر ایسا ہے کہ اگر حضور ﷺ معاذ اللہ ان سے ہمدردی ظاہر نہ فرماتے تو ہمیں ام سلمہ کی قسمت پر افسوس ہوتا، جن تاریخی، معاشی اور معاشرتی حالات سے بنو مخزوم کی یہ باہمت خاتون گزریں اگر انہیں سرکار کی زوجیت نصیب نہ ہوتی تو ہمیں معاذ اللہ اس اسلامی معاشرہ کے ہمدرد اور ذمہ دار معاشرہ ہونے میں شک

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 96

Marfat.com

ہوتا جس کی بنیاد محسن انسانیت ﷺ نے مکہ مکرمہ کے دارارقم میں رکھی تھی اور پھر اسے صفہ مسجد نبوی کے سائبان کے زیر سایہ پروان چڑھایا تھا!

یہ ام سلمہ کون تھیں! وہی جو اپنے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایمان لاکر سابقین اولین میں شامل ہونے کا شرف حاصل کرگئیں، ان کے شوہر اسلام لانے میں گیارہویں نمبر پر ہیں، ان کے شوہر سرکار کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب سلام اللہ علیہما کے سگے بھانجے تھے (ان کی والدہ برہ بنت عبدالمطلب تھیں جو حضرت عبداللہ اور حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہما کی سگی بہن تھیں) اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ اور سید ولد آدم حضرت مصطفیٰ ﷺ نے حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا اس لئے تینوں رضاعی بھائی تھے، ابوسلمہ ہجرت حبشہ اولیٰ میں اول المہاجرین تھے، دوسری ہجرت حبشہ میں بھی شریک تھے، دین اور جان بچانے کے اس سفر ہجرت میں سیدہ ام سلمہ بھی ہمراہ تھیں اور دونوں نے اس راہ میں بڑی تکالیف اور صبر آزما مشقتیں اٹھائی تھیں مگر نہ تو میاں بیوی کا ایمان متزلزل ہوا اور نہ پائے استقامت میں لغزش آئی، پھر یہی ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ کے موقع پر بھی اول المہاجرین تھے، غزوہ ذات العشیرہ کے موقع پر انہیں سرکار ﷺ نے مدینہ منورہ کے لئے اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا، انہیں بدری واحدی ہونے کا بھی شرف حاصل تھا اور غزوہ احد ہی میں انہیں زخم آیا جو مندمل ہو کر پھر خراب ہو گیا اور یوں ابوسلمہ رضی اللہ عنہ احد کے شہداء میں بھی شامل ہو گئے تھے، حضرت ابوسلمہ تو اپنے رضاعی بھائی اپنے حبیب پاک ﷺ کے لائے ہوئے دین حق کی خدمات جلیلہ میں مصروف تھے اس لئے باہمت ام سلمہ نے اپنے معصوم بچوں کو لے کر تنہا ہجرت مدینہ کا شرف حاصل کیا اور سات سال سرزمین حجاز سے باہر رہنے کے باعث مدینہ میں کوئی رشتہ دار یا جان پہچان والا بھی نہ تھا اس لئے پہاڑ جیسا حوصلہ رکھنے والی ام سلمہ کو اپنی شناخت کے لئے مکہ مکرمہ میں اپنے رشتہ داروں سے تحریری تعارف منگوانا پڑا تھا، دونوں میاں بیوی اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے اور مستجاب الدعا تھے، ابوسلمہ نے کہا: ام سلمہ! میں نے اپنے پیارے رضاعی بھائی اور حبیب پاک مصطفیٰ ﷺ سے سنا ہے کہ مصیبت میں "انا للہ" پڑھ کر دعا مانگی جائے تو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نقصان کا نعم البدل عطا فرما دیتے ہیں، اس لئے میں دعا کرتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی نیک سہارا پیدا کر دے! اور پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابو سلمہ کا نعم البدل عطا فرما دیا! سیدہ نے جب حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا پیغام نکاح قبول نہ کیا تو اب بیواؤں کے سہارے اور یتیموں کے والی کے پاس اور کوئی چارہ نہ تھا کہ اپنے رضاعی بھائی کی بیوہ اور شہید احد کے معصوم اور یتیم بچوں کا سہارا بنیں پھر اس سعادت زوجیت کو بھی سیدہ نے بڑے تردد کے بعد قبول فرمایا!!(1)

ازواج مطہرات نے سیرت طیبہ کے بے شمار عملی پہلو امت کے لئے محفوظ کیے ہیں، اس میں شک نہیں کہ سیدہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا اس باب میں سب پر برتری رکھتی ہیں مگر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سیرت پاک کے بہت سے اہم اور نمایاں پہلو اجاگر کرنے میں عظیم الشان خدمت انجام دی ہے، حضرت عائشہ اگر اس باب میں پہاڑ کی چوٹی پر ہیں تو حضرت ام سلمہ اس چوٹی سے سر نکالتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بعد سنت و سیرت کو اجاگر کرنے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا درجہ ہے!!

ہر مرد و عورت کی آزادی رائے اور باہمی مشاورت میں سب کے عمومی کردار کی نبی عدل و سلامتی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی شریعت میں جو اہمیت ہے اس کا بھی واضح اور عملی ثبوت ہمیں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے کردار سے صلح حدیبیہ کے موقع پر سامنے آتا ہے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر ہجرت کی مشقتیں اور صعوبتیں کس طرح خندہ پیشانی سے برداشت کرنا ہوتی ہیں اس کا عملی نمونہ بھی ہمیں بنو مخزوم کے اس عظیم جوڑے نے پیش کیا، ایک بیوی کے لئے اپنے شوہر کی اطاعت و وفاداری کیا معنی رکھتی ہے اس کی مثالیں بھی ان کی عملی زندگی میں تلاش کی جا سکتی ہیں، رسول اکرم ﷺ کے اتباع اور اطاعت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کس مقام پر تھے اور ایک قائد و نبی کا اپنی امت سے کیا رشتہ ہوتا ہے اور امت احمد ﷺ اپنے نبی رحمت و شفقت پر کس طرح فدا تھی؟ یہ سب باتیں

1۔طبقات، جلد 1، صفحہ 104، جلد 8، صفحہ 87، الاستیعاب، جلد 2، صفحہ 9، الروض الانف، جلد 2، صفحہ 232

Marfat.com

ہمیں حضرت ام سلمہ نے بتائی ہیں مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ سرکار ﷺ کی سادہ زندگی اور قابل تقلید سنت امت کے لئے اسوۂ حسنہ کس طرح ہے اور آپ اپنے جاں نثاروں کی دیکھ بھال اور قدرشناسی کس طرح فرماتے تھے؟ سنت وسیرت کے یہ تمام عملی نمونے ہمیں اس ہستی کے طفیل میسر آتے ہیں جسے تاریخ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے عظیم نام سے یاد کرتی ہے!

تاہم سنت وسیرت کے قابل تقلید نمونے اور بصیرت افروز مثالیں اور بھی بے شمار ہیں جو کتب سیرت وتراجم میں موتیوں کی طرح سیدہ ام سلمہ کی زبان مبارک نے بکھیرے ہیں اور انہیں جمع کر کے سیرت طیبہ کا ایک ہار پرویا جاسکتا ہے جیسے یہ مثالیں ہیں:

☆ ابن سعد کے علاوہ دیگر اصحاب سیر وتراجم میں سے اکثر کو حضرت ام سلمہ کے توسط سے ہجرت حبشہ اولیٰ سے واپسی پر مسلمانوں کو پیش آنے والی مشکلات کا علم ہوا، وہ فرماتی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب حبشہ کی ہجرت اولیٰ سے مکہ مکرمہ واپس آئے تو ان کی قوم نے ان پر مظالم کی انتہا کر دی، ان کے اپنے خاندان والے ان پر ٹوٹ پڑے اور شدید ترین اذیت کا سامنا ہوا، چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے انہیں دوبارہ حبشہ جانے کی اجازت فرما دی مگر صحابہ کرام کا یہ دوسرا سفر سب سے زیادہ مشکل اور بوجھل ثابت ہوا، قریش نے ان پر بہت تشدد کیا اور سخت اذیتیں پہنچائیں!(1)

☆ حجۃ الوداع کے سفر میں تمام امہات المومنین شریک تھیں، ہر ایک اپنے اپنے ہودج میں سوار تھی، مدینہ منورہ سے نکل کر ذوالحلیفہ پہنچنے تک کی روداد بھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی ضبط تحریر میں آتی ہے، نبی پاک ﷺ پہلے پہنچ چکے تھے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمان بن عفان بطور محافظ امہات المومنین کی سواریوں کے آگے پیچھے تھے، حجۃ الوداع کی بعض تفاصیل اور شرعی مسائل محدثین وفقہاء نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی نقل کیے ہیں اور یوں وہ حضور ﷺ کے اس اہم سفر کی عینی شاہد کے طور پر سامنے آتی ہیں!!(2)

1۔طبقات، جلد 1، صفحہ 207　　2۔ایضاً

Marfat.com

☆ دوسری ہجرت حبشہ کی تفاصیل حبشہ سے مسلمانوں کی واپسی، نجاشی کے نام رسالت مآب ﷺ کے خط، اس کے قبول اسلام اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ سے نکاح کے واقعات کی راوی بھی ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں (1)۔

☆ زبان مصطفیٰ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا کلام معجز نظام کس طرح رواں ہوتا تھا یہ بھی ہمیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے معلوم ہوتا ہے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی فصاحت و بلاغت نبوی اور حسن تکلم کا نقشہ کھینچا ہے جو اپنی جگہ پر آئے گا مگر ام سلمہ رضی اللہ عنہا تلاوت نبوی کی لفظی تصویر بیان فرماتی ہیں کہ جب آپ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے تو کس طرح آغاز فرماتے، حروف کس طرح ادا ہوتے اور کس کس حسن تلفظ کا مظاہرہ ہوتا، ابن سعد لکھتے ہیں کہ ام المومنین لوگوں کو ایک ایک حرف کی ادائیگی سمجھایا کرتی تھیں۔

☆ معصومانہ مگر دلچسپ مزاح بھی سرکار دو عالم ﷺ کی امتیازی خصوصیت تھی، حضرت ام سلمہ کا بیان ہے کہ آپ نے ایک خادمہ کو کسی کام سے بھیجا مگر اس نے بہت دیر کر دی، وہ جب واپس آئی تو ''سرزنش'' کے انداز میں فرمایا کہ اگر مجھے ''قصاص'' کا ڈر نہ ہوتا تو میں اپنے اس مسواک سے تجھے ''زخمی'' کر دیتا! (2)

☆ حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین حضرت ام سلمہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ (3)

اَكَلَ رسولُ الله، صلى الله عليه وسلم، لحمًا وَصَلّى ولم يَتَوَضّأ

''سرکار ﷺ نے گوشت کھایا اور نماز پڑھی مگر دوبارہ وضو نہیں فرمایا''۔

☆ نبی پاک ﷺ کے زیر سایہ مسلمانوں کی سادہ زندگی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ:

1۔ طبقات، جلد 1، صفحہ 207، سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 250، الروض الانف، جلد 2، صفحہ 250

2۔ طبقات، جلد 1، صفحہ 376 3۔ ایضاً، صفحہ 282

Marfat.com

لَقَدْ تُوُفِّي رسولُ اللّٰهِ، صلى اللّٰه عليه وسلم، وما للمسلمينَ مِنْ مُنْخَلٍ

''رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کسی مسلمان گھرانے میں آٹا چھاننے کی چھلنی نہ تھی!!''

☆ حضرت عبداللہ بن موہب مشہور تابعی اور روات حدیث میں سے ہیں وہ روایت کرتے ہیں کہ ہم ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے پاس ایک تھیلا تھا جس میں نبی کریم ﷺ کے بال مبارک تھے، ان میں سے بعض بال حناء (مہندی) سے اور بعض کتم سے رنگے ہوئے تھے! گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح امہات المومنین بھی موہائے مبارک محفوظ فرمالیا کرتی تھیں جو اسلامی دنیا کے گوشے گوشے میں امت کے افراد کے ہاتھوں میں پہنچ گئے!

☆ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ کی خاطر آپ کی قمیص، چادر اور تہبند ورس سے رنگ دیئے جاتے جنہیں آپ پہن کر نکلتے تھے!(1)

☆ حضرت نبہان، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے، وہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ام سلمہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا وہ فرماتی تھیں کہ رسول پاک ﷺ کے ساتھ ہماری گزران زیادہ تر اونٹنی کے دودھ پر تھی، آپ ﷺ کی اونٹنیاں چراگاہ میں چرا کرتی تھیں جو آپ نے اپنی ازواج مطہرات کے درمیان بانٹ رکھی تھیں، ہمیں حسب منشا دودھ مل جاتا تھا، میرے والی اونٹنی کا نام ''عریس'' تھا، حضرت عائشہ والی اونٹنی کا نام سمراء تھا جو بہت دودھ دیتی تھی، ضحاک بن سفیان کلابی نے بردہ نامی اونٹنی مجھے تحفے میں دی تھی جو بہت خوبصورت تھی اور دودھ بھی بہت دیتی تھی، چرواہے یہ اونٹنیاں ہمارے گھروں کے قریب لے آتے، جب دودھ دوہا جاتا تو رسول اکرم ﷺ والی اونٹنی سب سے زیادہ دودھ دیتی تھی۔ (طبقات 494/1)

☆ ابن سعد (499/1) روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں مسجد

1۔طبقات، جلد 1، صفحہ 392

Marfat.com

نبوی میں توسیع کی خاطر امہات المومنین کے گھر مسمار کیے گئے تو میں نے دیکھا کہ نو گھر ہیں جن کے چھوٹے چھوٹے کمرے کھجور کے پتوں اور گارے سے بنے ہوئے تھے مگر تمام گھر پکی اینٹوں کے تھے، مجھے حضرت ام سلمہ کا گھر نظر آیا تو اس کے متعلق ان کے ایک پوتے سے باتیں کیں، اس نے بتایا کہ جب رسول اکرم ﷺ غزوۃ دومۃ الجندل کے لئے گئے تو حضرت ام سلمہ نے اپنا کمرہ بھی پکی اینٹوں کا بنوالیا۔ واپسی پر آپ ازواج مطہرات کے گھروں میں سے سب سے پہلے ام سلمہ کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا بنا دیا ہے؟ وہ فرمانے لگیں: یا رسول اللہ! میں چاہتی تھی کہ لوگوں کی نظروں سے بچاؤ کی صورت کی جائے تا کہ بے پردگی نہ ہو مگر نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

یا امَّ سلمة! اِنَّ شَرَّ مَا ذَهَبَ فِيهِ مالُ المسلمينَ الْبُنيَانُ

''کہ سنو ام سلمہ! سب سے بری چیز جس میں مسلمانوں کا سرمایہ جاتا ہے وہ پکی اینٹوں کی دیوار ہے!''۔

Marfat.com

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

آئینہ حب رسول اللہ ﷺ

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا تمام ازواج مطہرات میں ایک بات میں منفرد اور نمایاں نظر آتی ہیں اور وہ ہے عشق رسول ﷺ، وہ ذات مصطفیٰ ﷺ سے والہانہ عقیدت و محبت محض اس لئے نہیں رکھتی تھیں کہ وہ سرکار کی رفیقہ حیات تھیں بلکہ ان کی محبت اور عقیدت کی بنیاد دین توحید پر غیر متزلزل ایمان تھا، حق سے قلب وضمیر کا لگاؤ تھا، وہ شرک و بت پرستی سے اس قدر بیزار تھیں کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے عقیدہ نے گویا انہیں اطمینان و سکون قلب کی دولت سے مالا مال کر کے نئی زندگی کے قابل بنا دیا تھا، توحید حق ایک نشہ تھا جس نے قریش مکہ کی اس شہزادی کو دین توحید کے علمبردار رسول اعظم و آخر ﷺ کا گرویدہ بنا دیا تھا، اب وہ نہ تو جادہ توحید سے بھٹک سکتی تھیں خواہ ان کا شوہر انہیں کتنی ہی ترغیب دلاتا رہے اور نہ وہ شرک کا کوئی شائبہ یا اثر برداشت کر سکتی تھیں جو ان کے آقا و مولیٰ مصطفیٰ ﷺ کے پاس سے ایک وہم و گمان بن کر ہی گزر جائے خواہ اس کے لئے ان کا سگا باپ ہی اسے گوارا کر لینے کی تلقین کرتا رہے، عقیدہ توحید یا عقیدت مصطفیٰ ﷺ میں رتی بھر خلل بھی انہیں گوارا نہ تھا!

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، جن کا اصل نام رملہ تھا قریش کے قائد وسپہ سالار ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کی دختر نیک اختر تھیں اور اس لحاظ سے وہ قریش مکہ کے لئے ایک شہزادی سے کم نہ تھیں، باپ نے ان کی شادی قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ کے عبیداللہ بن جحش الاسدی سے کر دی تھی جو مکہ مکرمہ کے ایک امیر گھرانہ کا مذہبی نوجوان تھا اور اپنے شہر کے مسیحی راہبوں سے متاثر ہو کر ان کے مذہب کا گرویدہ ہو چکا تھا، چونکہ جزیرۂ عرب میں آباد دیگر احبار یہود اور رہبان نصاریٰ کی طرح مکہ کے یہ راہب بھی ''نبی منتظر) کی مسیحی خوشخبری دیتے رہتے تھے اس لئے جب آنے والا مبعوث ہو گیا تو

Marfat.com

عبید اللہ خود بھی مسلمان ہو گیا اور ابوسفیان کی بیٹی رملہ کو ام حیبیہ بنانے کے لئے دین توحید کا متوالا بنا کر سایہ مصطفیٰ ﷺ میں لے آیا، رملہ بنت ابوسفیان توحید کے رنگ میں ایسی رنگی گئیں کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دین حنیف کا احیاء کرنے والے، انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت و وحدانیت کا درس آخر دینے والے توحید حق کے علمبردار مصطفیٰ ﷺ کی سچی پیروکار اور ان کے کردار کی گرویدہ ہو گئیں۔ اب انہیں کوئی طاقت ڈرا نہیں سکتی تھی، کوئی ترغیب ڈگمگا نہیں سکتی تھی اور کوئی رکاوٹ انہیں روک نہیں سکتی تھی!

سپہ سالار قریش ابوسفیان بن حرب کی بیٹی رملہ بنت ابی سفیان۔ جو ام حیبیہ اور پھر ام المومنین بننے والی تھیں۔ کے قبول اسلام سے ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کی حویلی میں کس طرح صف ماتم بچھ گئی ہوگی، مکہ مکرمہ کے خاندان بنوامیہ میں کیا اضطراب آیا ہوگا اور لات وعزیٰ کے پجاریوں کے دلوں میں کیا ہنگامہ کھڑا ہوا ہوگا؟ اس کا اندازہ صرف وہی کر سکتے ہیں جو اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ باطل پر حق کی ضرب کاری سے کیا تلملاہٹ پیدا ہوتی ہے یا جو ان تاریخی حقائق سے آگاہ ہیں جنہوں نے عبد مناف کے دو جڑواں بیٹوں عبد شمس اور ہاشم کے درمیان عداوت اور بغض کو انتہا تک پہنچا دیا تھا یا جو ان المناک اور افسوسناک تاریخی واقعات کا شعور نہیں رکھتے جنہوں نے ہماری اسلامی تاریخ کو تلخ سے تلخ تر بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی! یہ عبد شمس اور ہاشم (اصل نام عمرو) دونوں جڑواں بھائی تھے، فرق صرف اتنا تھا کہ عبد شمس دنیا میں پہلے آگیا اور ہاشم دوسرے نمبر پر تھے، عبد شمس اپنا بیٹا امیہ (جو تاریخ میں امیہ الاکبر کہلایا) چھوڑ کر فوت ہو گیا، یہی امیہ آگے چل کر اموی حکمران خاندان کا جد امجد بنا!

مگر قدرت کے کھیل بھی عجیب ہیں، ہاشم تجارتی سفر پر شام گئے، سال سے زیادہ عرصہ کاروبار کے لئے رکے رہے، پیچھے مکہ مکرمہ میں ایسا قحط پڑا کہ لوگ بھوک سے مرنے لگے، ہاشم واپس ہونے لگا تو اس قحط کا علم ہوا، تمام مال تجارت فروخت کر کے اپنے بھائیوں کے لئے روٹی اور آٹے کا قافلہ لے کر واپس آگیا، آتے ہی قافلے کے تمام اونٹ ذبح کر کے ثرید (حلیم) تیار کروایا اور کئی ماہ تک بھوکوں کو مفت کھلایا، پوری قوم اس کی گرویدہ ہو کر ہاشم کو

Marfat.com

اپنا محبوب قائد ماننے لگی امیہ اس پر جل اٹھا اور اپنے سگے چچا سے منافرت و مفاخرت پر اتر آیا، اس مقابلے کے لئے جج بنایا گیا اور شرط یہ طے ہوئی کہ جو منافرت میں ہار گیا وہ سو کالے اونٹ جیتنے والے کو دے گا اور دس سال کے لئے مکہ مکرمہ سے جلاء وطن ہوگا، نتیجہ کے طور پر امیہ ہار گیا اور اپنے چچا ہاشم کو سو اونٹ دے کر دس سال کے لئے دمشق میں جلاوطن ہو گیا مگر اس وقت کسی کو یہ علم نہ تھا کہ آگے چل کر یہی دمشق امویوں کا دارالخلافہ بننے والا ہے!

پھر ایسا ہی مقابلہ حرب بن امیہ والد ابوسفیان اور ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب کے درمیان بھی ہوا جس کے لئے حبشہ کے بادشاہ کو جج بنانے کی کوشش کی گئی مگر اس نے انکار کر دیا پھر ایک عرب سردار کو جج بنایا گیا، اس مقابلہ میں بھی حرب بن امیہ ہار گیا، پھر ایسی ہی منافرت حضرت ابوطالب اور ابوسفیان کے درمیان بھی ہوئی جس میں حضرت ابوطالب ہی جیتے تھے یہ سیدہ رملہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس حرب بن امیہ کی پوتی اور اسی ابوسفیان بن حرب کی بیٹی تھیں، ان کے قبول اسلام پر حضرت ابوسفیان اور ان کی بیوی ہند پر کیا گزری ہو گی، اور انہوں نے اس عظیم خاتون اور ان کے شوہر کو اذیت پہنچانے کے لئے کیا کیا نہ کیا ہو گا؟ اسی لئے تو ان میاں بیوی کو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حبشہ کے لئے ہجرت کرنا پڑی تھی! پھر ابوسفیان نے آخری وقت تک اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ جاری رکھی، پھر سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے بنوامیہ کا جھگڑا اور کربلا جیسے المناک کارثات پیش آتے رہے تو اس پس منظر اور پیش منظر میں سیدہ ام حبیبہ کے قبول اسلام اور اس کے ردعمل کا اندازہ کرنا چاہیے!

عبیداللہ بن جحش اسلام کی آمد سے قبل ہی مسیحیت سے متاثر تھا مگر ''نبی منتظر'' کے متعلق مسیحی راہبوں کی باتوں پر یقین کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی شرک سے بیزار دین توحید میں خلوص دل کے ساتھ داخل ہو گئیں اور والہانہ حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا سرمایہ آخرت بنا لیا تاہم معلوم ہوتا ہے کہ عبیداللہ قریش کی مخالفت، عیسائی راہب بننے کی حسرت اور اپنی جلاوطنی کو دیکھ کر مایوسی کا شکار ہو گیا تھا اور اسلام اس کے دل میں گھر نہ کر سکا تھا اس لئے حبشہ کے عیسائی پادریوں کی باتیں سن کر پھر

Marfat.com

سے مرتد ہو کر عیسائی بن گیا، امام ابن الجوزی صاحب صفۃ الصفوۃ اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں: (1)

''سعید بن العاص کا بیان ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے شوہر عبید اللہ بن جحش نہایت بدترین اور بگڑی ہوئی شکل میں ہیں۔ میں گھبرا گئی اور دل میں کہا کہ اس کی حالت تو بالکل ہی دگرگوں ہوگئی ہے، چنانچہ صبح ہوتے ہی وہ مجھ سے کہنے لگا: دیکھو ام حبیبہ! میں نے مذہب کے معاملہ پر غور کیا تو مجھے نصرانیت سے اچھا کوئی مذہب نہیں نظر آیا، میں نے تو دراصل پہلے ہی اسے اپنا دین مان لیا تھا، پھر میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین میں داخل ہو گیا مگر اب پھر میں نے دوبارہ نصرانیت اختیار کر لی ہے، تو اس پر میں نے اس سے کہا: یہ تیرے لئے اچھا نہیں! پھر میں نے اسے اپنا رات والا خواب بھی سنایا مگر اس نے اس کی بھی پرواہ نہ کی اور شراب نوشی میں ڈوب گیا اور فوت ہو گیا!!''۔

اب یہ تو معلوم نہیں کہ عبید اللہ بن جحش نے پردیس میں ''قریش مکہ کی شہزادی'' کو کتنا ستایا ہوگا یا قائل کرنے کے لئے کیا کیا جتن کیے ہوں گے تاہم دین توحید کی متوالی اور عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دیوانی ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان نے پردیس کی تمام مشکلات برداشت کیں اور ہر قسم کی آزمائشوں سے خندہ پیشانی سے گزریں مگر دین توحید پر پختہ ایمان میں خلل نہ آنے دیا اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی ثابت قدم رہیں!

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ابوسفیان بن حرب کی بیٹی تو ہیں مگر وہ ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی نہیں جس نے سید الشہداء حضرت حمزہ شیر خدا اور رسول کا کلیجہ چبانے کی ناپاک جسارت کی تھی بلکہ وہ ابوسفیان کی پہلی بیوی سے تھیں جو صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس اور جو سیدنا عثمان بن عفان کی پھوپھی اور ابوسفیان کی عم زاد تھیں، حضرت رملہ بنت ابی سفیان

1۔ صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 43، طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 96-100، الاستیعاب، جلد صفحہ 1844-1846

Marfat.com

جب حبشہ کی ہجرت ثانیہ کے لئے مکہ سے روانہ ہو رہی تھیں۔تو ابھی تک ''ام حبیبہ''نہیں بنی تھیں بلکہ ان کی لخت جگر حبیبہ ان کے پیٹ میں تھیں ان کی پیدائش حبشہ میں ہوئی!

یہ بات ہے سنہ سات ہجری کی، صلح حدیبیہ ہو چکی اور فتح خیبر کے بعد فتح مکہ کی نوبت آنے والی تھی، سیدہ ام حبیبہ کی عدت گزر چکی ہے مگر وہ نہ تو پریشان ہیں اور نہ صبر پر اجر کے اسلامی اصول سے مایوس ہوئی ہیں، ایک رات خواب میں کوئی آتا ہے اور سیدہ کو آواز دیتا ہے:'' یاام المومنین ام حبیبہ!'' وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھتی ہیں اور توحید کی متوالی عاشقہ رسول اپنے اس خواب کی خود تعبیر نکالتی ہیں کہ قریش کی شہزادی رسول اللہ ﷺ کی رفیقہ حیات بننے والی ہیں، وہ یہ سوچ ہی رہی ہیں کہ دروازہ پر دستک ہوتی ہے اور بتایا جاتا ہے کہ نجاشی شاہ حبشہ کا ایلچی قریش کی شہزادی سپہ سالار ابوسفیان کی بیٹی کے حضور حاضری کی اجازت مانگ رہا ہے! پھر نجاشی کی ابرھہ نامی لونڈی اندر آتی ہے، جو نجاشی کے لباس اور تیل کنگھی کرنے کی ذمہ دار تھی، ام حبیبہ سے عرض کرتی ہے: (1)

> ''بادشاہ سلامت کا پیغام ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خط لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ میں ان سے آپ کا نکاح کر دوں! سیدہ کی زبان سے بے ساختہ ادا ہوتا ہے: بَشَّرَكِ اللّٰهُ بِخَيْرٍ ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھے خیر کی بشارت ہو''۔ بادشاہ سلامت کا فرمان ہے کہ آپ نکاح کے لئے اپنا وکیل مقرر فرمایئے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا خالد بن سعید بن العاص کو بلا بھیجتی ہیں اور انہیں اپنا وکیل مقرر کر دیتی ہیں اور اس خوشخبری پر اس لونڈی کو اپنے دو چاندی کے کنگن، دو جھانجریں اور چاندی کی انگوٹھیاں اتار کر دے دیتی ہیں!!''

اسی شام تقریب نکاح میں شرکت کے لئے نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب اور دیگر مسلمان مہاجرین کو بلا بھیجا، بادشاہ (جو بچپن اور جوانی میں عرب میں رہ کر عربوں کی طرح عربی سیکھ چکا تھا اور اسلام کا حلقہ بگوش ہو کر تلاوت قرآن بھی کرتا تھا) نے خود خطبہ

1۔صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 43، طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 96-100، الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 1844-1846

Marfat.com

نکاح پڑھا! آخر کیوں نہ ہوتا؟ بوریا نشین شہنشاہ مدینہ ﷺ اور ابوسفیان کی بیٹی قریش کی شہزادی کا نکاح تھا! نجاشی سردار وسپہ سالار قریش کو بھی بخوبی جانتا تھا اور شاہ مدینہ ﷺ کی نبوت پر ایمان لا چکا تھا، خطبہ کے الفاظ تھے:(1)

الحمدُ لِلّٰهِ الملكِ القدوسِ السلام المؤمنِ المهيمنِ العزيزِ الجبارِ اَشهدُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وان مَحمداً عبدُهٗ ورسولهٗ، وأنه الذى بَشَّرَ بِهٖ عيسى ابن مريمَ صلى اللّٰه عليهما وسلم...... اما بعد...... فَاِنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى اللّٰه عليه وسلم كتب اِلَىَّ اَن اُزَوِّجَهٗ اُمَّ حبيبةَ بنت ابى سفيانَ فأجبتُ اِلٰى ما دَعَا اِلَيْهِ رسولُ اللّٰهِ صلى اللّٰه عليه وسلم وَقَد أصدقتُها أربعمائةِ دينارٍ!

''تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو بادشاہ ہے، قدوس ہے، سراپا سلامتی ہے، سراپا امن دینے والا ہے، غالب قدرت والا ہے، طاقتور ہے زور آور ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور وہ وہی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام دے چکے ہیں، بات یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خط لکھا ہے کہ میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان کا ان سے نکاح پڑھا دوں چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی بات مان لی ہے اور میں نے چار سو دینار مہر کی رقم بھی انہیں ادا کر دی ہے''۔

اس کے ساتھ ہی نجاشی نے حاضرین کی موجودگی میں رقم پیش کر دی، تب حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے حمد وثنا اور درود کے بعد فرمایا کہ ''میں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے کر دیا ہے

1۔صفة الصفوة، جلد 2، صفحہ 43، طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 96-100، الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 1844-1846، سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 248، الروض الانف، جلد 2، صفحہ 248

Marfat.com

فبارک اللہ لرسول اللہ ﷺ تو اللہ تعالیٰ یہ نکاح رسول اللہ ﷺ کے لئے مبارک کرے" (1)۔

رسول اعظم و آخر ﷺ نہ صرف یہ کہ سامنے موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فرداً فرداً دیکھ بھال، اصلاح احوال اور ضروریات پوری فرماتے تھے بلکہ آنکھوں سے اوجھل خواتین و حضرات پر بھی نگاہ نبوت کی شفقت و رحمت کسی طرح کم نہ ہوتی تھی، حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان کے ساتھ جو کچھ شوہر کی وجہ سے ہوا یا بیوگی کے بعد ان پر جو بیتی، اس کا شاہ حبشہ کو بھی علم تھا اور قریش مکہ کے سردار و سپہ سالار ابوسفیان سے بھی پوشیدہ نہ تھا مگر بوریا نشین شہنشاہ مدینہ ﷺ کی نظر کرم سب سے آگے، سب سے بلند اور سب سے زیادہ پر اثر تھی، اس سے پہلے کہ "قریش مکہ کی شہزادی" کسی قسم کی پریشانی یا کمی کا احساس کریں سرکار ﷺ کا ایلچی حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ توحید کی متوالی اور رسول اللہ ﷺ کی عقیدت و محبت میں ثابت قدم رہنے والی رملہ بنت ابی سفیان کی خبر گیری کے لئے حبشہ پہنچ گیا اور نجاشی شاہ حبشہ کو خط پہنچا دیا تا کہ وہ اپنی طرف سے سرکار ﷺ کا پیغام نکاح پہنچا دے اور دلہن کو عمرو بن امیہ کے ہمراہ سوار کرا دے، نجاشی نے نکاح کے بعد حضرت شرحبیل بن حسنہ سمیت دیگر مہاجرین حبشہ کو بھی اپنی نیک تمناؤں کے ساتھ بحری جہاز پر سوار کرا دیا جو آرام و حفاظت سے مدینہ منورہ کے نیک اور باہمت و پرعزم مسافروں کو قریب ترین بندرگاہ پر لے کر لنگر انداز ہو گیا، وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ سرکار مدینہ ﷺ جیش اسلامی کے ساتھ فتح خیبر کے معرکہ میں مشغول ہیں، باہمت و پرعزم مہاجرین حبشہ بھی محاذ پر پہنچ گئے، خیبر اگرچہ فتح ہو چکا تھا مگر "امرہم شوریٰ بینہم" کے مطابق فیصلہ ہوا کہ تاخیر سے آنے والے پرعزم مہاجرین حبشہ کو بھی مال غنیمت میں شریک کیا جاتا ہے (2)۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسم نکاح کے بعد جب لوگ منتشر

1۔صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 43، طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 96-100، الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 1844-1846، سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 248، الروض الانف، جلد 2، صفحہ 248

2۔ایضاً

Marfat.com

ہونے لگے تو نجاشی نے سب کو بیٹھنے کے لئے کہا اور فرمایا کہ انبیاء کرام کی سنت یہ رہی ہے کہ شادی کے موقع پر شرکاء کو کھانا بھی پیش کیا جاتا ہے چنانچہ شاہی خدام کھانا لے آئے، سب نے کھایا اور پھر رخصت ہو گئے، خالد بن سعیدؓ نے مہر کی رقم مجھ تک پہنچادی تو میں نے بشارت لانے والی ابرہہ کو بلا بھیجا اور کہا کہ اس روز میرے پاس جو کچھ تھا تجھے دے دیا تھا مگر آج میرے پاس بہت کچھ ہے۔ لے یہ پچاس دینار تو لے لے اور اپنی ضرورت پوری کر لینا، مگر اس نے لینے سے انکار کرتے ہوئے پہلے والے زیورات بھی واپس کر دیئے کہ بادشاہ کا حکم یہ ہے کہ میں آپ پر کسی قسم کا مالی بوجھ نہ ڈالوں، میں تو شاہی خادمہ ہوں، میں نے بھی اپنے بادشاہ کی طرح حضرت محمد ﷺ کا دین اپنا لیا ہے اور مسلمان ہو چکی ہوں، میرے بادشاہ نے اپنی بیگمات کو حکم دیا ہے کہ جو عطریات ان کے پاس ہیں وہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر کریں چنانچہ اگلے دن عود، خوشبو اور مشک کے میرے پاس ڈھیر لگ گئے، یہ تمام چیزیں لے کر سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ نے سب کچھ پسند فرمایا، میں نے حضور ﷺ کو اس لونڈی ابرہہ کے قبول اسلام کی خبر سنائی اور اس کا ہدیہ سلام بھی عرض کیا جس کے جواب میں سرکار ﷺ نے فرمایا: وعلیہا السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!(1)

ام المومنین ام حبیبہ رملہ رضی اللہ عنہا شاہ مدینہ ﷺ کے حرم وقناعت میں فروکش ہو چکی ہیں، اب یہاں ایک ایسا واقعہ سامنے آتا ہے جو شرک و بت پرستی سے بیزار توحید حق کی پرستار اور عشق رسول میں گرفتار شہزادی رملہ بنت ابی سفیان کا امتحان بھی ہے، یہاں پتہ چلتا ہے کہ وہ ہجرت حبشہ کے دوران میں کیونکر ثابت قدم رہیں اور وہ کیا قوتیں تھیں جن کے طفیل ان کے پائے ہمت و استقامت میں کبھی لغزش نہ آسکی! یہ قوتیں تھیں توحید ربانی اور عشق رسول کا نشہ! وہ رتی بھر شرک کا شائبہ بھی برداشت نہ کر سکتی تھیں اور اپنے محبوب ہادی برحق کی شان میں ذراسی گستاخی اور بے ادبی بھی برداشت نہیں کرتی تھیں!

حدیبیہ میں جو صلح کا معاہدہ ہوا تھا اسے قریش کے حلیف قبیلے نے بری طرح پامال کرتے ہوئے مسلمانوں کے حلیف قبیلے پر بے پناہ ظلم کیا تھا اور اس قبیلے کے آدمی فریادی

1۔ صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 45

Marfat.com

بن کر سرکار مدینہ ﷺ کے دربار بیکس پناہ میں حاضر ہوئے تھے، آپ نے صلح حدیبیہ منسوخ ہونے کا اعلان فرمادیا اور مظلوموں کی فریاد رسی کا پختہ وعدہ فرمایا، اگر صلح حدیبیہ نے اسلامی ریاست کو قریش سے تسلیم کروایا تھا تو غزوۂ خندق نے قریش مکہ کے سالار اعظم ابو سفیان کے غرور کو خاک میں ملا دیا تھا، اب جزیرۂ عرب کے کسی قبیلے میں بشمول قبائل یہود و نصاریٰ کسی میں قریش کا ساتھ دینے کی ہمت نہ تھی، رسول اعظم و آخر ﷺ کی نگاہ دوررس قریش مکہ کے انجام کو دیکھ رہی تھی! سرکار ﷺ نے فتح مکہ کے لئے لشکر جرار کی تیاری کا حکم دے دیا تھا مگر اپنے مقصد و منزل کو مخفی رکھا تھا۔ اب رسول اعظم و آخر ﷺ کے رعب و دبدبہ اور عظمت و جلال کا عملی مظاہرہ ہونے والا تھا اور شاید حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ شعر اسی موقع کی مناسبت سے کہا تھا کہ:

لَہٗ ھِمَمٌ لَا مُنْتَھٰی لِکِبَارِھَا وھِمتُہُ الصغریٰ اَجَلُّ مِنَ الدَّھرِ

''آپ کے عزائم بے شمار ہیں، ان میں سے بڑے عزائم کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں، البتہ آپ کا چھوٹے سے چھوٹا عزم زمانے بھر کے تمام عزائم سے بھی بڑا ہے!''۔

قریش مکہ کا سالار اعظم ابوسفیان، سیدہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مشرک باپ سر ذلت و ندامت جھکائے مدینہ منورہ میں حاضر ہوتا ہے کہ کسی طرح جلال نبوی کا یہ چھوٹا سا عزم ملتوی ہو جائے، صلح کی مدت میں توسیع ہو جائے مگر اٹل عزم نبوی ہے، اب متکبر ابو سفیان کی کون سنتا ہے اب تو اس تکبر کا جواب آنا ہے کیونکہ خود سرکار ﷺ کا فرمان ہے کہ متکبر کے ساتھ تکبر سے پیش آنا بھی صدقہ ہے! ابوسفیان کو کوئی جواب نہیں ملتا پھر وہ کبھی ابوبکر رضی اللہ عنہ، کبھی عمر رضی اللہ عنہ اور کبھی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے بات کی کوشش کرتا ہے مگر سب کی طرف سے متکبر کو ایک ہی جواب ہے: خاموشی!

اب آخر میں بیٹی یاد آتی ہے جسے اذیت کے ساتھ مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا تھا اور پردیس میں کبھی حال پوچھنا بھی گوارا نہ کیا تھا، شکوے کی زبان میں کہتا ہے: بیٹی! میری کوئی نہیں سن رہا، میں مدت صلح و امن میں توسیع چاہتا ہوں! مگر فرمان نبوی ہے کہ ابوسفیان کے ہر سوال کا جواب خاموشی ہے، لیکن قریش کا سالار اعظم اب تھک چکا ہے، دربار فقر و قناعت

Marfat.com

میں کوئی صوفہ کوئی کرسی یا کوئی بنچ بھی نظر نہیں آتا، بالآخر ایک بستر پر بیٹھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ادھر سے توحید کی متوالی اور عشق مصطفیٰ میں ڈوبی ہوئی آواز گرجتی ہے؟

''آپ اس چارپائی پر نہیں بیٹھ سکتے!!''۔

حرب کے بیٹے اور امیہ کے پوتے قریش کے سالار اعظم ابوسفیان کو یہ آواز دنگ کر دیتی ہے مگر وہ ہوش میں آتے ہوئے بڑی دھیمی آواز میں پوچھتا ہے:

''بیٹی! یہ بستر میرے قابل نہیں یا میں اس پر بیٹھنے کے قابل نہیں؟''

''تو مشرک اور ناپاک ہے اور یہ میرے مصطفیٰ ﷺ کا پاک بچھونا ہے''۔

''بیٹی! تو مجھ سے دور رہ کر کتنی بدل گئی ہے؟''

مگر توحید کی متوالی اور عشق مصطفیٰ ﷺ کی دیوانی ام حبیبہ چپ چاپ دوسری طرف منہ پھیر لیتی ہے کہ مبادا مشرک باپ پر ترس آ جائے یا اسے بچھڑی ہوئی بیٹی پر پیار آ جائے اور توحید والی عشق مصطفیٰ والی نے مشرک کو تو چھونے بھی نہیں دینا!

مگر یہ تو ستائی ہوئی شرک سے بیزار اور حب رسول کے نشے میں چور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے جذبات ہیں اور بالکل حق بجانب جذبات ہیں، انہیں کیا پتہ کہ ان کے مصطفیٰ ﷺ تاریخ کے ایک انوکھے اور منفرد فاتح کی تاریخ لکھنے جا رہے ہیں! ستا کر وطن چھڑانے والوں کو عام معافی ملنے والی ہے اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد کو رحمت للعالمین ﷺ کے دربار سے عزت کی خیرات ملنے والی ہے اور یہ اعلان ہونے والا ہے کہ ''جو اپنا دروازہ بند کر لے اسے بھی امان ہے جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے اسے بھی امان ہے اور جو اصل جائے پناہ بیت اللہ میں آ جائے اسے بھی امان ہے!''(1)۔

یہ خبر ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی سنیں گی، مگر اس سے توحید پر ان کا ایمان مزید پختہ ہو گا، شرک سے اور بھی بیزار ہوں گی، عشق مصطفیٰ ﷺ اور بھی دو چند ہو گا بلکہ مقام مصطفیٰ ﷺ اور بھی بلند ہو جائے گا! فتح مکہ کے موقع پر جو سلوک اہل مکہ کے ساتھ ہوا

1۔ الروض الانف، جلد 2، صفحہ 274، صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 43، طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 96-99، الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 1844-1846، سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 274

Marfat.com

وہ اسلامی تاریخ کا تو قابل فخر روشن باب ہے ہی یہ انسانی تاریخ کے لئے مفتوحین کے ساتھ سلوک کا درس اول بھی ہے جس کی پہلے مثال نہیں ملتی، اس روشن باب اور درس اول نے سرکار ﷺ کی رحمۃ للعالمینی پر مہر تصدیق ثبت کر دی اس لئے یہ یقینی ہے کہ ام المومنین ام حبیبہ کے کلیجے میں بھی ٹھنڈک پڑی ہوگی اور آپ کی خوشیوں میں بھی اضافہ ہوا ہوگا!!

مجسم حسن ظاہر و باطن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا علم و معرفت اور عقل و فراست میں بھی باکمال ہستی تھیں، آپ سے کبار صحابہ و اہل علم نے احادیث روایت کی ہیں، آپ کی مرویات کی تعداد ساٹھ سے متجاوز ہے، باوجودیکہ انہیں سرکار ﷺ کی رفاقت بہت مختصر نصیب ہوئی مگر آپ نہ صرف یہ کہ سنت نبوی پر عمل پیرا تھیں بلکہ آپ کی مرویات کی ایک تعداد معرکہ آرا دینی مسائل سے تعلق رکھتی ہیں۔

44 ہجری میں وفات سے پہلے آپ نے اپنی ساتھی ازواج مطہرات سے، خصوصاً حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگی تو سب نے باری باری ان کی معذرت قبول فرمائی اور دعائے مغفرت بھی فرمائی، آپ ہر ایک سے کہتی جاتی تھیں: سررتنی سرک اللہ ''تو نے مجھے خوشی دی اللہ تعالیٰ تجھے بھی خوش کریں!'' وفات کے وقت آپ کی عمر 73 برس تھی پہلے شوہر سے ان کی ایک بیٹی اور ایک بیٹے کا ذکر ملتا ہے(1)۔

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل نکاح خالد بن سعید کی بجائے حضرت عثمان بن عفان تھے اور یہ امکان رد بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور ابوسفیان صخر بن حرب ان کے پھوپھا تھے(2)، اور یہ بھی ثابت ہے کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شریک تھے، سورۃ الممتحنہ کی آیت (3)

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً

1۔ الروض الانف، جلد 2، صفحہ 274، صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 43، طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 96-99، الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 1844-1846، سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 274

2۔ ایضاً　　3۔ القرآن سورت الممتحنہ آیت 7

Marfat.com

وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

''ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان دوستی اور محبت کی فضا بنا دے، اللہ تعالیٰ تو قدرت رکھنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم بھی ہیں''۔

میں ابوسفیان کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی شادی کی طرف اشارہ ہے جس کے ذریعے رحمۃ للعالمین ﷺ نے بنوامیہ اور بنو ہاشم کی بے معنی قدیم عداوت کو دوستی اور محبت میں بدلنے کی مصالحانہ کوشش فرمائی اور اس کے فوری اثرات بھی سامنے آئے، چنانچہ جب ابوسفیان کو کسی نے اس نکاح کی خبر پہنچائی تو اس نے بلا تامل اس شادی کو گوارا کرتے ہوئے کہا تھا کہ: ذلک الفحل لا یقرع انفہ ''یعنی حضرت محمد ﷺ ایسی ہستی ہیں کہ جن کا رشتہ ٹھکرایا نہیں جاسکتا اور وہ اس شرف و عزت افزائی کے حق دار ہیں''۔ ممکن ہے کہ ابوسفیان کا فتح مکہ سے قبل معاہدہ حدیبیہ کو بچانے اور اس میں مزید توسیع کی امید لے کر مدینہ منورہ اکیلے چلا آنا بھی اسی شادی کا نتیجہ ہو، انہیں خیال آیا ہو گا کہ اب تو حضرت محمد ﷺ ان کے داماد بن چکے ہیں اس لئے ان کا لحاظ کیا جائے گا مگر ان کی یہ آرزو حسرت میں بدل گئی کیونکہ داماد نے تو بات کرنا بھی گوارا نہ کی اور بیٹی نے ڈانٹ پلاتے ہوئے انہیں اپنے داماد کے پاکیزہ بچھونے پر بیٹھنے بھی نہ دیا لیکن فتح مکہ کے موقع پر قبول اسلام کے بعد ان کی تالیف قلب کے لئے ان کے گھر کو بھی امن اور پناہ کی جگہ قرار دے دیا گیا، ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا جو قول نقل کیا ہے اس سے بھی اس نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے (1)۔

یوں لگتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ہادی اور شوہر ﷺ سے جو گہری عقیدت اور والہانہ محبت تھی اسے انہوں نے وصال نبوی کے بعد آپ کے اہل بیت کے لئے وقف کر چھوڑا تھا اور شاید اپنے سوتیلے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے فوائد حاصل کرنے کے بجائے آل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے درا ویش امت کی

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 99

Marfat.com

صحبت اور تائید کو ترجیح دی تھی، ان کی وفات عہد معاویہ میں ہوئی مگر وہ دفن سادات بنی ہاشم کے ایک مکان میں ہوئیں، چنانچہ امام زین العابدین علی بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ میں جب اپنی قیام گاہ واقع حویلی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میں آیا تو ہم نے حویلی کے ایک کونہ میں کھدائی کی تو وہاں سے ایک پتھر نمودار ہوا۔ جس پر لکھا تھا کہ: هٰذَا قَبْرُ رَمْلَةَ بِنْتِ صَخْرٍ "یہ رملہ بنت ابی سفیان کی قبر ہے" چنانچہ ہم نے یہ پتھر وہیں بحال رکھ دیا تھا!

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آل رسول کو اس موحدہ عاشقہ رسول اللہ ﷺ کی قدر و منزلت اور اہل بیت سے عقیدت و محبت کا بھی یقیناً اندازہ تھا! (1)

1۔ الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 1846

Marfat.com

حضرت زینب بنت جحش الاسدیہ رضی اللہ عنہا
محور آیات قرآنی

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا تعلق بنو اسد بن خزیمہ سے ہے اور وہ رسالت مآب ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم کی بیٹی ہیں، وہ واحد ام المومنین ہیں جو بیوی ہونے کے علاوہ آپ کی بہت قریبی رشتہ دار بھی تھیں، ان کی ایک بہن تھی جس کا نام حمنہ تھا اور تین بھائی تھے، عبداللہ، ابو احمد اور عبیداللہ، عبداللہ بدری صحابی ہیں جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے اور بقول حافظ ابن عبدالبر ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ حضور ﷺ کے نکاح میں آنے سے قبل انہی کے نکاح میں تھیں، ابو احمد نابینا تھے اور شاعر، ان کی شادی بھی ان کے بھائی عبیداللہ بن جحش شوہر ام حبیبہ بنت ابی سفیان صخر بن حرب کی طرح ابوسفیان ہی کی بیٹی فارعہ سے ہوئی تھی (1)۔

سیدہ زینب بنت جحش حسن و جمال کے ساتھ ساتھ ذہانت اور تقویٰ میں بھی ایک کامل خاتون تھیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر ازواج مطہرات کی شخصیت کو جاننے سمجھنے والی اور تبصرہ کرنے والی کوئی صحابیہ نہیں دیکھی گئی، حضرت زینب کے متعلق وہ فرمایا کرتی تھیں: (2)

> ''دین کے معاملہ میں ان سے بہتر کوئی اور عورت میں نے نہیں دیکھی، تقویٰ اللہ میں سب سے بڑھ کر، بات چیت میں سب سے سچی، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی، سب سے زیادہ صدقہ خیرات کرنے والی، حصول ثواب کے لئے کیے جانے والے ہر کام میں سب سے زیادہ محنت مشقت کرنے والی تھیں!''

بنو جحش کے ایک بزرگ عمر بن عثمان الجحشی اپنے والد کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ حضرت

1۔ جمہرۃ انساب العرب، صفحہ 191، سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 167، الاستیعاب ترجمہ نمبر 3355، طبقات، جلد 8، صفحہ 101-114، صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 46-49

2۔ الاستیعاب ترجمہ نمبر 3355، طبقات، جلد 8، صفحہ 101-114

Marfat.com

زینب نے نبی پاک ﷺ کے ساتھ ہی ہجرت کی تھی، وہ ایک حسین وجمیل خاتون تھیں، نبی ﷺ نے زید بن حارثہ سے ان کی شادی طے کی اور پھر حضرت زینب کو بتایا تو وہ کہنے لگیں: یارسول اللہ! **لا ارضی لنفسی وانا ایم قریش** ''یعنی اے اللہ کے رسول! میں یہ اپنے لئے پسند نہیں کروں گی کیونکہ میں تو ایک بیوہ قریشی عورت ہوں! جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا: مگر میں نے یہ رشتہ تیرے لئے پسند کیا ہے!

عدل ومساوات کا داعی اور رنگ ونسل یا آزاد وغلام کے فرق وامتیاز کو مسترد کرنے والے رسول اعظم وآخر ﷺ کے سامنے اپنے خاندان میں اسلامی مساوات پرعمل کی ایک صورت سامنے تھی، اگر آپ امت کے کسی اور گھرانے میں بھی مساوات کا یہ اصول عملی طور پر نافذ کرتے تو کافی تھا مگر اس کا آغاز وہ اپنی سگی پھوپھی کی بیٹی اور اپنے آزاد کردہ غلام کے بیٹے اور متبنیٰ کے نکاح سے کرنا چاہتے تھے، جب آپ نے زینب کو سمجھایا کہ یہ رشتہ میں نے پسند کیا ہے تو وہ مان گئیں اور زید بن حارثہ جو زید بن محمد (ﷺ) کہلاتے تھے، سے ان کی شادی ہوگئی!

یہ فیصلہ تو نظام مصطفیٰ ﷺ اور اسلامی مساوات کا تھا مگر دلوں کا نظام تو دلوں پر تصرف رکھنے والے مصرف القلوب جل شانہ کا ہے۔ حضرت زینب اور حضرت زید اس شادی کو نبھا نہ سکے اور بہت جلد انہیں معلوم ہوگیا کہ ہم ایک ساتھ نہیں رہ سکیں گے۔ حضرت زید بار بار عرض کرتے رہے کہ میں زینب کو طلاق دینا چاہتا ہوں اور وہ بھی اس پر راضی ہیں مگر پھر بھی آپ انہیں صبر وہمت کی تلقین فرماتے رہے مگر بالآخر جو ہونا تھا وہی ہوا، دراصل آپ چاہتے تھے کہ مساوات محمدی ﷺ کی جو عملی مثال آپ نے خود قائم کی ہے اسے دوام مل جائے مگر اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں کچھ اور تھیں، غلام زادے سے شادی پر راضی ہونے والی زینب بنت جحش کے لئے کچھ آیات ربانی کا محور اور سبب نزول بننا مقدر ہو چکا تھا، اس عظیم خاتون کے ذریعے قدرت کچھ اور معاشرتی زنجیریں بھی توڑنا چاہتی تھی۔

ادھر قدرت ربانی اپنے ظہور کے لئے آمادہ ہو رہی تھی اور ادھر انسانیت دوستی اور مکارم اخلاق کے علمبردار خاتم الانبیاء ﷺ کو یہ فکر لاحق تھی کہ سگی پھوپھی کی بیوہ لخت جگر کو اس

Marfat.com

قربانی کے لئے آمادہ کیا تھا مگر بات نہ بن سکی، آخری کوشش کے طور پر زید اور زینب رضی اللہ عنہا کو بٹھا کر سمجھانے کے لئے ان کے گھر گئے۔ زید متبنی بیٹا تھا اور زینب اس لحاظ سے آپ کی بہو بھی تھیں اندر چلے جاتے تو جواز تھا مگر معاشرت کے مکارم اخلاق سکھانے والے نے یہ پسند نہ فرمایا، آواز دی تو اندر سے زینب نے بتایا کہ زید تو گھر میں نہیں ہیں، انہیں قدموں پر واپس ہونے لگے۔ زبان پر دعائیں تھیں، زید واپس آئے تو پوچھا کیا سرکار ﷺ تشریف لائے تھے؟ اثبات میں جواب سن کر کہا: کیا کچھ فرمایا بھی؟ حضرت زینب نے بتایا کہ میں نے تو اندر آنے کو کہا تھا مگر کچھ دعائیں پڑھتے ہوئے واپس تشریف لے گئے، پوچھا: کوئی الفاظ سنائی بھی دیئے؟ جواب تھا کہ اور تو صحیح طور پر نہیں سن پائی البتہ یہ دو دعائیہ الفاظ سنائی دیئے: (1)

سبحانَ اللّٰہِ العظیم سبحان مُصرّفِ القلوب

"پاک ہے وہ ذات جو عظمت والی ہے، پاک ہے وہ جو دلوں کو پھیرنے والا ہے"۔

زید رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ یہ دعائیں تھیں جو دو دلوں کو نباہ کرنے کے لئے تھیں!۔

پھر زید رضی اللہ عنہ سرکار ﷺ کے گھر حاضر ہوئے اور بتایا کہ ہمارا نباہ اب ممکن نہیں رہا، آپ علیحدگی کی اجازت دے دیجئے، یہ درخواست کئی دن ہوتی رہی مگر آگے سے ایک جواب تھا: امسک علیک زوجک "اپنی بیوی کو اپنے لئے روکے رکھو" آخری بار یہ بھی فرمایا کہ احبس علیک زوجک "اپنی بیوی کو اپنے لئے قید میں رکھو! مگر وہی ہوا جو قدرت کو منظور تھا، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے ڈالی!! (2)

اب ایک طرف پھوپھی کی بیٹی ہے جو بیوہ ہونے کے بعد اب مطلقہ بھی ہے، کیا کریں پھر یاد آیا کہ جس دن زینب سے زید کے رشتہ کی بات چھیڑی تھی تو زینب نے یہ سمجھا تھا کہ آپ اپنے لئے رشتہ مانگنا چاہتے ہیں اس لئے خوشی سے جواب دیا تھا کہ مجھے دوسری شادی پر کوئی اعتراض نہیں مگر جب زید کا نام آیا تو ان کی امیدوں پر جیسے اوس سی پڑ گئی ہو، اس نے

1۔ الاستیعاب ترجمہ نمبر 3355، طبقات، جلد 8، صفحہ 101-114

2۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 102

Marfat.com

کہا تھا کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں میرے ماموں کے فرزند ہیں اس لئے آپ کو میرا رشتہ طے کرنے کا حق ہے مگر میں تو ایک بیوہ قریشی خاتون ہوں اگر کنواری ہوتی تو الگ بات تھی مگر بیوہ یا مطلقہ کی مرضی کے بغیر اس کی شادی نہیں کی جا سکتی، مگر وہ بات چیت سے مان گئی تھیں! اب زینب کی تیسری شادی کہاں کروں، اپنے نکاح میں تو لے نہیں سکتے کہ متبنی بیٹے کی بیوی بھی تو آخر بہو ہی سمجھی جاتی ہے، مانا کہ اس کی کوئی بنیاد یا حیثیت نہیں ہے مگر معاشرہ کی ایک قدیم روایت تو ہے کہ اگر یہ بے بنیاد روایت بھی توڑ دی گئی تو بھی لوگ تو معاف نہیں کریں گے!!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ہم انہی باتوں میں مصروف تھے، آپ بہت فکر مند تھے، اسی ماحول میں تھے کہ حضور ﷺ کی حالت دگرگوں ہوگئی، نزول وحی والی کیفیت طاری ہوگئی، جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ مسکرا رہے تھے اور فرمانے لگے: کون ہے جو زینب کو یہ خوشخبری سنائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان سے میرا نکاح کر دیا ہے اور پھر سورت احزاب کی یہ آیات کریمہ آپ تلاوت فرماتے ہیں: (1)

''اے نبی: اللہ کا تقویٰ اختیار کیجئے، کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانیے کہ اللہ تعالیٰ تو علم والے اور حکمت والے ہیں، اپنے رب کی وحی پر عمل کیجئے، جو آپ پر نازل ہوتی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی آگاہ ہیں، آپ اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے کارساز کے طور پر اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے لئے اس کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اور نہ تمہاری ان بیویوں کو تمہاری مائیں بنایا ہے جن سے تم ظہار (طلاق کے بہانے کہنا کہ تیری کمر تو میری ماں کی کمر جیسی ہے) کرتے ہو اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا، یہ تو تمہاری اپنی زبانی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ حق بات کہتے ہیں اور وہ تو سیدھا رستہ دکھاتے ہیں، ان (لے پالکوں) کو ان کے اپنے باپوں کی نسبت سے پکارو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی بات زیادہ قرین انصاف ہے، سو اگر تمہیں

1۔ سورت الاحزاب، آیات، 1-5-37-40

Marfat.com

ان کے باپوں کا بھی پتہ نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست تو ہیں، اگر تم سے اس سلسلے میں بھول چوک ہو جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں، ہاں اگر تم جان بوجھ کر کرو گے تو یہ حرج کی بات ہوگی! اللہ تعالیٰ تو بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں''

''جس پر اللہ تعالیٰ نے اور آپ نے بھی احسان کیا، اسے (زید کو) جب آپ یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کر، اور آپ وہ بات اپنے دل میں چھپائے رکھنا چاہتے تھے جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والے تھے، اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ اس سے ڈرتے، سو جب زید نے اس (زینب) سے تعلق توڑ لیا ہے تو اب اسے ہم ہی تیرے نکاح میں دیئے دیتے ہیں تا کہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹیوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی حرج نہ ہو، جب وہ ان سے اپنے تعلقات توڑ لیں اور اللہ کا مقدر حکم ہو تو پورا ہو کر ہی رہتا ہے''

''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے تو کسی کے والد نہیں ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں میں سے سب سے آخر میں آنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کو بخوبی جاننے والے ہیں''۔

یہ سورت احزاب کی سات آیات ہیں جو سیدہ زینب بنت جحش سے رسول اکرم ﷺ کے نکاح کا فیصلہ سناتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول صادق و امین ﷺ کو اس فکر مندی سے نکالتی ہیں کہ آپ کے حکم کی تعمیل میں غلام زادے سے شادی پر رضا مند ہونے والی کی اس قربانی کا انعام کیا ہو اور کیسے دیا جائے اور ان کے مستقبل کے متعلق کیا قدم اٹھایا جائے کہ انہیں خوشی اور سکون قلب میسر آ جائے، اس کے علاوہ ختم نبوت کے اعلان کے ساتھ ساتھ مسلم معاشرے کو ایک قدیم عرب روایت سے بھی نجات مل گئی کہ منہ بولے رشتے کوئی شی نہیں ہوتے بلکہ وفادارانہ دوستی اور دکھ سکھ میں شرکت کا عہد ہوتے ہیں جن کی جگہ اسلامی اخوت نے لے لی ہے، اسلامی اخوت ہر مسلمان مرد کو ہر مسلمان عورت پر حرام

Marfat.com

نہیں کرتی، اگرچہ یہ اسلامی اخوت جاں نثاری اور مسلمان بھائی اور بہن کی خاطر جاں سپاری تک تو جاسکتی ہے لیکن وہ ایک دوسرے سے بیاہ شادی کے لئے حرام نہیں ہوجاتے، متبنیٰ یا لے پالک بچے کے لئے اتنا کچھ تو روا ہے مگر وہ سگے بیٹے اور بیٹی کے خونی رشتہ کی جگہ نہیں لے سکتا، اس سے کئی ایک سماجی خرابیاں اور مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں، اصل رشتے وہی ہیں جو قدرت کے ربانی نظام نے بنائے ہیں، یہاں سے غلط رسم و رواج کو نابود کرنے کا اسوۂ حسنہ بھی سامنے آتا ہے!

آخری بات یہ ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت و خوشنودی کے لئے قربانی دینے والوں کا اجر ضائع نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے قربانی دینے والی زینب کو انعام یوں عطا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب ترین بندے اور رسول کے ساتھ ان کا نکاح خود باندھ دیتے ہیں اور یہ بہت بڑا قابل فخر انعام ہے اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اس شرف و اعزاز پر بجا طور پر فخر کیا کرتی تھیں (1)۔

لیکن اصل فخر کی بات یہ ہے کہ حضرت زینب نزول آیات ربانی کا محور تھیں۔ اتنے اہم مسائل کے متعلق آیات ربانی کا نزول ان کے سبب سے ہوا مگر اسلامی معاشرہ کے ایک اور نہایت ہی اہم مسئلے کے متعلق جو احکام نازل ہوئے وہ بھی انہی کے حوالے سے ہیں اور یہ ان کی دعوت ولیمہ کے موقع پر ہوا، مرد و زن کا آزادانہ اختلاط بھٹکنے پھسلنے اور گڑھے میں جا گرنے کی کھلی دعوت ہے، ''گر روشن خیال'' اور ''ترقی یافتہ'' مخلوق علم و تہذیب کے نام پر کتنے ہی بہانے کرلے، دعوے لئے پھرے اور مضبوط کردار کا ڈھنڈورا پیٹ لے مرد سے اس کی مردانگی اور عورت سے اس کی نسوانیت نکال کر چھین نہیں سکتی، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کسی کے پاس جواب نہیں کہ ''جہاں بھی ایک مرد اکیلی عورت سے تنہائی میں ملا وہاں تیسرا شیطان ہوگا!'' جب بھی گھی کو تپش ملے گی اسے پگھلنے سے کوئی نہیں روک سکتا! اگر بدکاری بری چیز ہے اور بری چیز کو روکنا ہے تو پھر اکیلے مرد اور عورت کو شیطان کے حملے سے بچانا ہوگا اور مرد و زن کے اختلاط کی حد مقرر کرنا ہوگی کوئی نہ کوئی رکاوٹ لانا پڑے گی!!

1۔ الاستیعاب ترجمہ نمبر 3355، طبقات، جلد 8، صفحہ 101-114 صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 46-49

Marfat.com

تمام سوانح نگار بتاتے ہیں کہ متبنیٰ کی مطلقہ سے شادی کی خبر نے پورے عرب میں تہلکہ مچا دیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر جو ولیمہ کیا وہ بہت اچھا تھا، کھانا بہت عمدہ اور لذیذ تھا، لوگوں نے خوب کھایا اور کھانے کے بعد مرد وزن کے اختلاط میں کوئی رکاوٹ نہ ہونے کے باعث خوب محفل گرم ہوئی، لوگ جانے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے، منافقین تو باتیں چبا رہے تھے، طبیعت نبوی پر یہ روش بہت شاق اور ناگوار گزری، بہت اشارے دیئے گئے مگر "دلچسپ باتوں" سے جدائی ناممکن سی ہوگئی، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ محفل سے ایک دو دفعہ اٹھ کر بھی چلے گئے مگر واپس تشریف لائے تو ایک گروہ اسی طرح "دلچسپ باتوں میں مست تھا" اس صورت حال نے رسول اکرم ﷺ اور آپ کے خیر خواہ کبار صحابہ کو بہت پریشان کیا۔ جس پر آیت (1) حجاب نازل ہوئی لیکن اپنے نبی کی ایذا رسانی والوں کے لئے مزید تنبیہ آئی اور ازواج مطہرات سے سوال جواب کے آداب بھی نازل فرمائے گئے (2)۔

حافظ ابن عبد البر اور ابن سعد کے علاوہ دیگر اہل علم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کیا ہے، وہ فرمایا کرتی تھیں کہ حضرت زینب بنت جحش کے سوا اور کوئی ام المومنین قدر و منزلت میں رسول اللہ ﷺ کی نظر میں مجھ سے بڑھ کر نہ تھیں وہ تمام ازواج مطہرات کے مقابلے میں اس بات پر فخر کرتی تھیں کہ تمہاری شادیاں اور نکاح تو تمہارے سرپرستوں نے کرائے مگر میرا نکاح میرے اللہ نے ساتویں آسمان سے بھی برتر مقام سے کر دیا، آپ صرف ایک بار ان سے ناراض ہوئے اور دو ماہ سے زائد عرصہ تک ان سے بولے نہ ان کے پاس گئے اور یہ تب ہوا جب انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ کہہ دیا تھا کہ **تلک الیہودیۃ** وہ یہودن!" (3)۔

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو نزول آیات ربانی کا محور یونہی نہیں کہا گیا، کلام ربانی کی کئی آیات ان کی شان میں یا ان کے سبب نازل ہوئیں، بنو اسد بن خزیمہ کے لوگ

1۔ سورت الاحزاب، آیت 59　　2۔ ایضاً، آیت 53

3۔ الاستیعاب ترجمہ نمبر 3355، طبقات، جلد 8، صفحہ 101-114

Marfat.com

جزیرۂ عرب کے دور دور کے علاقوں تک رسائی رکھتے تھے اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کے لئے خالص شہد کے تحفے آتے تھے، شہد اور دودھ سرکار ﷺ کی پسندیدہ غذا تھی، زینب آپ کے لئے شہد کا شربت بناتی تھیں جسے آپ ذوق وشوق سے پیتے اور خوش ہوتے تھے، امہات المومنین بھی آخر بشر تھیں اور بشریت کے تقاضوں میں ہنسی مزاح اور چھیڑ چھاڑ یا نوک جھونک گوارا اور قدرتی بات ہے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کا جوڑ تھا، انہیں یہ مزاح سوجھی کہ کچھ دن کے لئے ہی سہی حضور ﷺ زینب کے ہاں سے شہد پینا چھوڑ دیں، طے یہ ہوا کہ جب آپ زینب کے گھر سے نکل کر جس کے پاس جائیں۔ یہی کہے کہ آپ کے منہ سے چیڑھ کی بو آتی ہے اس خیال سے کہ شاید شہد کی مکھی یہ چیڑھ بھی چوستی ہوگی اسی لئے آپ نے اپنے لئے شہد حرام قرار دے لیا، اس پر سورہ تحریم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اپنی ازواج کی دل جوئی میں اس حد تک بھی چلے جاتے ہیں کہ شہد جیسی چیز بھی اپنے آپ پر حرام قرار دے لیتے ہیں، قسم کا کفارہ موجود ہے، شہد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جو سراپا شفا ہے!(1)۔

بیماری کے موقع پر مزاج پرسی اور بات چیت کے لئے تمام ازواج مطہرات جمع تھیں، ہر ایک دل و جان سے فدائے رسول تھی، کسی نے رسول صادق وامین ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کون جنت میں سب سے پہلے آپ سے آن ملے گی؟ نبی کریم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: جو تم میں سب سے زیادہ لمبے ہاتھ والی ہے!! اس وقت زبان وحی کا یہ استعارہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا، سب نے یہی خیال کیا کہ جس کا ہاتھ واقعی لمبا ہے یا لمبے قد کاٹھ والی ہے تقدم زمانی کا یہ شرف اسی کو نصیب ہوگا، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اسے حقیقت پر محمول کرتے ہوئے ہم نے ایک دوسری کی باہوں کا ناپ لینا شروع کر دیا، جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو ہم اکثر یہ جانچنے میں لگی رہتیں کہ ہم میں لمبے ہاتھ والی کون ہے، مگر یہ حقیقت تب کھلی جب سیدہ زینب بنت جحش کا انتقال ہوگیا، وہ ہم میں سب سے زیادہ سخی، صدقہ وخیرات کرنے والی اور اللہ کی راہ

1۔ سورت تحریم، آیت 1 تا 5

Marfat.com

میں سب سے زیادہ خرچ کرنے والی تھیں، سرکار ﷺ کا یہ فرمان حقیقت نہیں بلکہ مجاز لغوی تھا، لمبے ہاتھ والی دراصل کھلے ہاتھ والی تھی، جو کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دینے والی (1) زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا تھیں ایسی کوئی اور نہ تھی۔

حضرت زینب بنت جحش ایک ہنر مند خاتون تھیں، خوب محنت سے کام کرتی تھیں اور جو حاصل ہوتا تھا وہ ضرورت مندوں اور محتاجوں پر خرچ کر دیتی تھیں، خلفا کی طرف سے جو سرکاری خرچ ملتا تھا وہ بھی انفاق فی سبیل اللہ کے لئے وقف تھا، ایک دفعہ حضرت عمر نے ڈھیر سارا پیسہ بھیج دیا، دیکھ کر یہ سمجھیں کہ شاید یہ تمام ازواج مطہرات پر تقسیم کرنا ہے۔ فرمانے لگیں: اللہ کی رحمت ہو عمر پر! میں یہ کیسے بانٹوں گی؟ کسی نے کہا: یہ تو سب آپ کی نذر ہے! بہت پریشانی اور حیرت میں پڑ گئیں اور پھر فرمایا: اری فلانہ تو فلاں قبیلے کو بلا لا تا کہ اپنا اپنا حصہ لے لیں! اری تو دوسرے قبیلے کو بلا لا، کچھ تھوڑا سا پیسہ چادر کے نیچے کر دیا، جب سب تقسیم ہو گیا تو بانٹنے والیوں نے حسرت سے کہا: اماں جی! ہمارے لئے تو کچھ بھی نہیں بچا؟ آپ نے وہ چادر اٹھائی تو اس کے نیچے پچاسی درہم پڑے ہوئے تھے، فرمایا تو لو یہ تم لے لو!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھیجا ہوا سرکاری خرچہ جب اس طرح راہ خدا میں لٹایا جا چکا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا انہیں دعائیں دینے لگیں اور ساتھ ہی یہ بھی دعا فرمائی کہ آئندہ سال خدا کرے میں عمر کا بھیجا ہوا خرچہ نہ وصول کر سکوں!! (2)

محمد بن کعب کا بیان ہے کہ حضرت زینب بنت جحش کا سالانہ خرچہ بارہ ہزار درہم مقرر ہوا تھا مگر یہ رقم وہ صرف ایک سال ہی وصول کر پائیں، یہ بارہ ہزار درہم جب انہیں مل گئے تو یہ دعا کرنے لگیں کہ اے اللہ! یہ مال مجھے آئندہ سال نہ مل سکے کیونکہ یہ تو ایک فتنہ اور امتحان ہے، پھر انہوں نے یہ تمام رقم اپنے مستحق رشتہ داروں اور دوسرے محتاجوں میں بانٹ دی، حضرت عمر کو جب پتہ چلا تو فرمانے لگے: یہ ایک ایسی خاتون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا کام لینا چاہتا ہے، وہ ان کے دروازہ پر آئے اور سلام بھجوانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہلا بھیجا

1۔ طبقات جلد 8، صفحہ 101-114، صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 46-49، سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 167

2۔ ایضاً

Marfat.com

کہ جس طرح آپ نے اپنے تمام اخراجات کا پیسہ بانٹ دیا ہے اس کا ہمیں علم ہو گیا ہے، پھر انہوں نے مزید ایک ہزار درہم اضافی بھجوائے تا کہ گزارہ کر سکیں مگر یہ رقم بھی انہوں نے اسی طرح غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دی!(1)۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت آیا تو کہنے لگیں: ''میں نے اپنا کفن خود تیار کر رکھا ہے، میرا خیال ہے عمر رضی اللہ عنہ بھی میرے لئے کفن کا کپڑا بھیجیں گے، اگر انہوں نے بھی بھیج دیا تو ایک میں مجھے دفن کر دینا اور دوسرا کفن صدقہ کر دینا، ہاں اگر ہو سکے تو مجھے قبر میں اتارنے کے بعد میت کے اوپر والی چادر بھی صدقہ کر دینا!!، حضرت عائشہ صدیقہ نے ان کے متعلق فرمایا: ذَهَبَتْ حَمِيْدَةً فَقِيْدَةً مُفَرِّعَ اليتامى و الأرامل ''کہ وہ دنیا سے اس حال میں گئیں کہ لوگ ان کی ستائش کرتے تھے، ان کا خلا محسوس کرتے تھے وہ یتیموں اور بیواؤں کی حالت سدھارنے والی تھیں!!(2)''۔

دیگر ازواج مطہرات کی طرح انہیں بھی خیبر سے اسی وسق کھجوریں اور بیس وسق جو یا گندم ملتی تھی، سنہ پانچ ہجری میں 35 سال کی عمر میں وہ رسول اکرم ﷺ کے نکاح میں آئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق یہ نکاح غزوہ مریسیع سے واپسی پر یا تھوڑا عرصہ بعد ہوا تھا، وہ سنہ بیس ہجری میں 53 سال کی عمر میں فوت ہوئیں، ان کی قبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تیار کروائی اور جنازہ بھی انہوں نے ہی پڑھا، جنازہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان کروا کر جنازہ میں شرکت کی عام دعوت دی، مدینہ شریف کے لوگ جوق در جوق ام المومنین کے جنازہ میں شریک ہوئے، اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مفصل خطبہ بھی ارشاد فرمایا جس میں ازواج مطہرات کو خراج تحسین پیش کیا گیا اور حضرت زینب بنت جحش کے مرتبہ و مقام اور فضائل و محامد کا ذکر کیا گیا!(3)۔

1۔طبقات جلد 8، صفحہ 101-114، صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 46-49، سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 167

2۔ایضاً 3۔ایضاً

Marfat.com

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

ام المساکین

ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ الہلالیہ رضی اللہ عنہا کا تعلق عرب کے معروف قبیلہ بنو ہلال بن عامر بن صعصعہ سے ہے جو قیس عیلان بن مضر کی اہم شاخوں میں بہت نمایاں حیثیت رکھتا ہے(1)، اس قبیلہ سے اسلامی تاریخ کی بہت سی عظیم شخصیات ہو گزری ہیں، ان میں ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث بن حزن الہلالیہ بھی ہیں، ان کے متعلق حافظ ابن عبد البر نے نقل کیا ہے کہ ان دو ہلالی ازواج مطہرات کے باپ تو الگ الگ تھے مگر والدہ ایک ہی تھیں(2)، حضرت عبداللہ بن العباس کی والدہ ماجدہ لبابہ الصغری ام الفضل الہلالیہ اور لبابہ الکبری الہلالیہ والدہ ماجدہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہم کا تعلق بھی اسی قبیلہ بنو ہلال بن عامر سے ہے، مشہور صاحب دیوان شاعر اور صحابی حضرت حمید بن ثور الارقط الہلالی بھی اسی قبیلے سے تھے(3)۔

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی بقول ابن ہشام، ان کے اپنے عم زاد جہم بن عمرو الہلالی سے ہوئی، ابن سعد کے مطابق پھر ان کی شادی الطفیل بن الحارث بن المطلب بن عبد مناف سے ہوئی مگر طلاق ہو گئی، پھر بقول ابن سعد اور ابن ہشام ان کی شادی عبیدہ بن الحارث بن المطلب بن عبد مناف سے ہوئی جو جنگ بدر میں شہید ہو گئے، اس کے بعد حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آتی ہیں(4)، اس طرح گویا آپ سے حضرت زینب کا یہ نکاح تیسرا یا چوتھا بنتا ہے، بظاہر رسول اعظم و آخر ﷺ کی یہ شادی تحریک اسلامی کی ترقی اور تقویت کے لئے تھی کیونکہ بنو ہلال

1۔ جمہرۃ انساب العرب، صفحہ 274، الاستیعاب ترجمہ 3359، طبقات، جلد 1، صفحہ 115-117، سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 151-368، الوفا با حوال المصطفیٰ، صفحہ 647

2۔ ایضاً　　3۔ ایضاً　　4۔ ایضاً

Marfat.com

بن عامر علاقہ نجد کا بہت بڑا اور طاقتور قبیلہ تھا، ام المومنین حضرت میمونہ الہلالیہ (جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی ام الفضل کی بہن تھیں) کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے جو نکاح کرایا تھا اس میں بھی خاندان نبوت کے ساتھ عباسی خانوادہ کے رشتے مضبوط کرنے کے علاوہ اسلام کا مفاد بھی یقیناً پیش نظر ہوگا۔

یہاں پر دو توضیحات ضروری ہیں، ایک یہ کہ ابن ہشام نے اپنی کتاب سیرت میں ذکر کیا ہے کہ ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ کی دوسری شادی عبیدہ بن الحارث بن المطلب بن عبدمناف سے ہوئی تھی لیکن ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ ان کا پہلا نکاح الطفیل بن الحارث بن المطلب بن عبدمناف سے ہوا تھا اور طلاق ہوگئی تھی اس کے بعد دوسری شادی عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی اور وہ بدر میں شہید ہو گئے تھے، حافظ ابن عبدالبر نے مشہور علامہ انساب العرب ابوالحسن علی بن عبدالعزیز جرجانی کے حوالے سے ابن سعد کی مذکورہ روایت کی تائید کی ہے مگر اس نے یہ نہیں بتایا کہ عبیدہ بدر میں شہید ہوئے تھے یا نہیں مزید دلچسپ بات یہ ہے کہ ابن ہشام نے شہدائے بدر میں حضرت عبیدہ بن الحارث بن المطلب کا ذکر کر کے ابن سعد کی اس رائے کو تقویت دے دی ہے کہ حضرت زینب کے شوہر غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے (1)۔ تاہم اس اختلاف اور تضاد کا سبب اللہ ہی کے علم میں ہے۔

دوسری ضروری توضیح یہ ہے کہ حافظ ابن عبدالبر نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں، اگر یہ درست مان لیا جائے تو پھر حافظ ابن عبدالبر کی اپنے والی پہلی روایت جس کی تائید ابن سعد اور ابن ہشام کی روایت سے بھی ہوتی ہے، وہ غلط ٹھہرے گی، ابن ہشام نے شہداء احد میں حضرت عبداللہ بن جحش کا نام دیا ہے، یہ عبداللہ بن جحش بنو اسد بن خزیمہ سے ہیں، ام المومنین حضرت زینب بنت جحش، حضور ﷺ کی پھوپھی زاد تھیں۔ ام

1۔ جمہرۃ انساب العرب، صفحہ 274، الاستیعاب ترجمہ 3359، طبقات، جلد 1، صفحہ 115-117، سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 151-368، الوفا باحوال المصطفیٰ، صفحہ 647۔ اس کا سبب بظاہر عبداللہ اور عبیداللہ کا اقتباس ہے، شہید اور مؤخر الذکر ہی ہیں۔

Marfat.com

المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حبشہ میں مرتد ہو جانے والے شوہر عبید اللہ بن جحش الاسدی بھی ان کا بھائی تھا، لیکن یہ کہ وہ حضرت زینب بنت خزیمہ الہلالیہ کے بھی شوہر ہیں، یہ صرف حافظ ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے(1)۔

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا زمانہ جاہلیت یا قبل اسلام کے زمانے میں بھی بے کسوں، محتاجوں اور غریبوں کی مدد کے لئے مشہور تھیں اور لوگ آپ کو ''ام المساکین'' (بیکسوں کی ماں) کہہ کر پکارتے تھے، اسلام قبول کرنے اور پھر حضرت سخی الاسخیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی زوجیت میں آنے کے بعد اس وصف سخاوت میں اضافہ ہو گیا بلکہ چار چاند لگ گئے، ان کے پاس ایک حبشی لونڈی تھی، ایک روز اسے آزاد کرنے کا خیال ظاہر کیا تو سرکار ﷺ نے فرمایا(2)

''زینب! کیا آپ یہ لونڈی اپنے کسی بھائی یا بہن کے لئے وقف نہیں کرسکتیں تا کہ ان کی بھیڑ بکریاں ہی چراتی رہے!!''۔

اور انہوں نے اس ارشاد نبوی کی تعمیل فرمائی!

ابن ہشام نے حضرت زینب کے اس لقب پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہوئے خراج تحسین پیش کیا ہے:

وکانت تسمی ام المساکین لرحمتها اياهم ورقتها عليهم

''کہ لوگ آپ کو ام المساکین اس لئے کہتے ہیں کہ آپ ان پر شفقت کرتی تھیں اور ان پر ترس کھاتی تھیں''۔

9 ماہ رمضان سنہ تین ہجری میں حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں اور اگلے سال ربیع الآخر میں تیس سال کی عمر میں فوت ہوگئیں، اس طرح گویا تقریباً آٹھ ماہ یہ مختصر رفاقت نبوی

1۔ جمہرۃ انساب العرب، صفحہ 274، الاستیعاب ترجمہ 3359، طبقات، جلد 1، صفحہ 115-117، سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 151-368، الوفا باحوال المصطفیٰ، صفحہ 647۔ اس کا سبب بظاہر عبداللہ اور عبید اللہ کا التباس ہے، شہید اور مؤخر الذکر ہی ہیں۔

2۔ ایضاً

Marfat.com

نصیب ہوئی (1)۔

رسول اللہ ﷺ کی اس شادی اور اس کے پس منظر کو دیکھ کر کوئی بدبخت ہی کثرت ازواج کی وجہ سے کیچڑ اچھالنے کی جسارت کرے گا؟ خصوصاً نکاح وطلاق کے حوالے سے عربوں کی قدیم اور موجودہ روایات اور اس زمانے کے دستور کو سامنے رکھتے ہوئے یہ مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے!

حضرت زینب بنت خزیمہ الہلالیہ کو رسول اکرم ﷺ کے اپنے نکاح میں لانے کا شرف بخشنے کے بظاہر دو سبب نظر آتے ہیں، ایک یہ کہ وہ مطلقہ تھیں پھر شہید کی بیوہ بن گئیں، چھوٹی سی عمر میں اتنے دو بڑے حوادث اور صدمات سہنے پڑے، ان کے بعد وہ غمزدہ تھیں اور اسی لئے آپ نے انہیں نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے اسے باعث شرف و عزت تصور کرتے ہوئے خود کو بلا مہر پیش کر دیا، دوسری وجہ یہ تھی کہ اس سے قبیلہ بنو ہلال بن عامر بن صعصعہ کی تالیف قلب بھی مقصود تھی اور اس سے اسلام اور اہل اسلام کو تقویت واشاعت بھی ملی (2)۔

1۔ جمہرۃ انساب العرب، صفحہ 274، الاستیعاب ترجمہ 3359، طبقات، جلد 1، صفحہ 115-117، سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 151-368، الوفا باحوال المصطفیٰ، صفحہ 647۔ اس کا سبب بظاہر عبداللہ اور عبیداللہ کا اقتباس ہے، شہید اور مؤخر الذکر ہی ہیں۔

2۔ سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 368

Marfat.com

جویریہ بن الحارث رضی اللہ عنہا
غلامی سے چھڑانے والی

جزیرۃ العرب کے خانہ بدوش بدو قبائل منظم سیاسی زندگی سے نہ تو آشنا تھے اور نہ کسی قسم کے نظام کو پسند کرتے تھے، اس لئے سب کے سب مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست سے بدکتے تھے اور اس پر ہر حملہ آور کا ساتھ دیتے تھے، یہود کی طرح ان کی بھی آخری امید قریش مکہ تھے لیکن غزوہ خندق میں جزیرۃ العرب کے تمام گروہوں کی مشترکہ یلغار کی شکست فاش نے مکہ والوں کی عسکری قوت کی کمر توڑ دی، تاہم شریر قبائل شر پسندی کے منصوبے بنا کر ریاست مدینہ کو ختم کرنے کے خواب دیکھتے رہتے تھے انہی قبائل میں سے بنو مصطلق بھی تھے جو قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ تھی (1)۔

مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر قدید ایک جگہ ہے یہاں سے ساحل سمندر کی طرف جائیں تو رستے میں مریسیع نامی نخلستان ہے جس پر خزاعہ کی ایک شاخ بنو جذیمہ بن کعب کا تسلط تھا، جذیمہ کا لقب مصطلق (بلند آواز والا) ہے اس لئے بنو جذیمہ ہی بنو مصطلق کہلاتے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ اس قبیلے کا سردار حارث بن ابی ضرار مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے منظم ہو رہا ہے، یہی حارث بن ابی ضرار ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں، جب یقین ہو گیا کہ واقعی شریروں کا یہ شرارہ جنگ کی آگ بھڑکا سکتا ہے تو بنو مصطلق کی سرکوبی کا فیصلہ ہوا اور یوں غزوہ بنو مصطلق یا غزوہ مریسیع پیش آیا جو ماہ شعبان سنہ چھ ہجری کی بات ہے! (2)

اسلامی لشکر نے جب حملہ کیا تو بنو مصطلق اس کی تاب نہ لا سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے بھگوڑوں میں سردار قبیلہ الحارث بن ابی ضرار بھی تھا، تاہم بچ نکلنے میں بہت کم لوگ

1۔ جمہرۃ انساب العرب، صفحہ 239

2۔ صفۃ الصفوۃ جلد 2، صفحہ 249، طبقات، جلد 8، صفحہ 116-119

Marfat.com

کامیاب ہوئے، اکثر قیدی بنا لئے گئے اور بہت سے مارے گئے، مقتولین میں جویریہ کا شوہر مسافع بن صفوان بھی تھا، قید کیے جانے والے لونڈیاں اور غلام بنا لئے گئے، جویریہ ایک انصاری حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے حصے میں آئیں(1)، چونکہ سردار قبیلہ کی بیٹی تھیں اس لئے منت سماجت کر کے انصاری سے آزاد ہونے کی کوشش کی، وہ معاوضہ لے کر آزاد کرنے پر راضی ہو گئے جسے مکاتبت کہتے ہیں، جویریہ جن کا اصل نام برہ تھا، لوگوں سے مکاتبت کی رقم مانگنے نکلیں تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں آج اگرچہ ایک لونڈی ہوں مگر اصل میں سردار قبیلہ الحارث بن حبیب ابی ضرار کی بیٹی ہوں، رشتہ کرنے سے چونکہ عرب قبائل اپنے داماد سردار یا حکمران کے مطیع ہو جاتے تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:(2)

''مکاتبت کی رقم کتنی ہے؟''

''صرف نو اوقیہ!'' برہ نے جواب دیا۔

اگر تجھے مکاتبت سے بہتر درجہ مل جائے تو؟ سرکار ﷺ نے فرمایا۔

مگر وہ کیسے؟ برہ کا سوال تھا۔

میں تجھے ثابت انصاری سے خرید لیتا ہوں، پھر تجھے آزاد کر کے تجھ سے نکاح کر لوں گا''۔

یہ تو اور بھی اچھا ہے! برہ نے جواب دیا۔

بات پکی ہو گئی، برہ ثابت بن قیس انصاری سے حضور ﷺ کی ملکیت میں آ گئیں، برہ اس وقت تیس چالیس کے پیٹے میں تھیں، حضرت عائشہ صدیقہ اس سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھیں، وہ فرماتی ہیں کہ برہ کے چہرے پر بیک وقت حلاوت (شیرینی) اور ملاحت (نمکینی) تھی اور میرا خیال تھا کہ یہ لونڈی تو ہر مرد کے لئے کشش کا باعث ہو گی، تاہم آنحضرت ﷺ کے پیش نظر اس شریر قبیلے کو قابو کرنا تھا، چنانچہ آپ نے برہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب پتہ چلا کہ آپ بنو مصطلق کے داماد بن گئے ہیں تو سب نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے سسرال کو ہم غلام کیسے دیکھ سکتے ہیں؟ اس طرح پورا

1۔صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 249، طبقات، جلد 8، صفحہ 116-119 2۔ایضاً

Marfat.com

قبیلہ غلامی سے نجات پا گیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے برہ سے بڑھ کر کوئی بابرکت خاتون نظر نہیں آئی جس نے شادی کر کے اپنی قوم کو آزادی دلا دی!(1) بنو مصطلق جو کل تک اسلام کے دشمن تھے اس کے بعد اسلام کے فدا کار بن گئے، برہ کے ایک بھائی عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ کو صحابی رسول ہونے کا شرف حاصل ہوا، ان کے والد الحارث بن ابی ضرار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ میں ایک باعزت سردار قبیلہ ہوں، میری بیٹی کو آزاد کر دیجئے، آپ نے فرمایا: حارث بھائی! مجھے کوئی اعتراض نہیں اپنی بیٹی سے پوچھ لو، اسے آزاد ہونے یا میرے ساتھ رہنے کا اختیار دیتا ہوں!

باپ نے بیٹی سے کہا: بیٹی ہماری لاج رکھ لو، چلو میرے ساتھ!

بیٹی کا جواب تھا: میں آزادی پر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی کو ترجیح دیتی ہوں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول تھا کہ اسلام کے بعد اچھے نام رکھتے تھے، نامناسب معنی والا یا الجھن والا نام پسند نہیں کرتے تھے، برہ کے معنی نیک بھی ہیں مگر عربی زبان میں باہر، یا باہر والی چیز کو بھی برہ کہتے ہیں، آپ کو یہ اچھا نہ لگا کہ لوگ کہتے پھریں: خرج من عند برۃ ''یعنی وہ باہر والی کے پاس سے باہر آ گیا'' چنانچہ آپ نے برہ کو جویریہ سے بدل دیا جو جاریہ بمعنی لڑکی اور لونڈی کی تصغیر ہے اس کے معنی چھوٹی سی لونڈیا یا چھوٹی سی لڑکی! اس طرح ایک بدو سردار کی بیٹی برہ کو اللہ تعالیٰ نے ام المومنین جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بنا دیا اور ان کی برکت سے ان کا پورا قبیلہ غلامی سے نجات پا کر اسلام کا فدائی قبیلہ بن گیا جس پر حضرت جویریہ ہمیشہ خوش ہوتی اور فخر کرتی تھیں (2)۔

ایک مرتبہ حضرت جویریہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھے بغیر جمعہ کے دن نفلی روزہ رکھ لیا، آپ جب ان کے پاس آئے تو پوچھا: جویریہ! تمہارا کل بھی روزہ تھا؟ کہا: نہیں، تو کیا کل بھی روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ! تب آپ نے فرمایا کہ یہ نفلی روزہ بھی افطار کر لو؟ (3) اس میں شرعی اور فقہی مسئلہ یہ ہے کہ بیوی کو نفلی روزہ اپنے شوہر سے

1۔صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 249، طبقات، جلد 8، صفحہ 116-119

2۔ایضاً　　3۔ایضاً

Marfat.com

پوچھ کر رکھنا چاہیے اور اگر وہ نفلی روزہ افطار کرنے کو کہے تو بیوی کو روزہ افطار کر لینا چاہیے! یہ ایک اہم معاشرتی مسئلہ ہے جو اکثر پیش آتا رہتا ہے اس کا حل امت کو سنت نبوی سے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے توسط سے میسر آیا، اس کے علاوہ بھی کئی ایک مسائل کے متعلق ام المومنین جویریہ بنت الحارث کی احادیث مروی اور متداول ہیں۔

قبول اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی رفیقہ حیات بننے کے بعد وہ اکثر اوقات تلاوت، عبادت اور ذکر اللہ میں مصروف رہتی تھیں، ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صبح کی نماز حضرت جویریہ کے ساتھ ادا کی اور باہر چلے گئے۔ پھر چاشت کے وقت جب واپس تشریف لائے تو وہ اسی طرح عبادت میں مشغول تھیں اور بتایا کہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد سے اب تک اسی طرح یاد خدا میں مصروف ہوں، آپ نے فرمایا: جویریہ! میں نے اس عرصہ میں صرف چند کلمات پڑھے ہیں مگر درجہ اور ثواب کے لحاظ سے یہ تمہارے نوافل سے افضل ہوں گے، اس لئے تم بھی یہی کلمات تین تین بار دہرا لیا کرو تو اتنا ہی اجر و ثواب عطا ہو جائے گا: (1)

> سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ "اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہے اس کی پیدا کردہ مخلوق کے برابر!" سُبْحَانَ اللّٰہِ زِنَۃَ عَرْشِہٖ "اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہے اس کے عرش معلیٰ کے برابر" سُبْحَانَ اللّٰہِ رِضَا نَفْسِہٖ "اللہ تعالیٰ کے لئے تسبیح ہے اس کی اپنی رضا جتنی!" سُبْحَانَ اللّٰہِ مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ "تسبیح ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اس کے کلمات کی روشنائی کے برابر"۔

یہ دعائیہ کلمات ماثورہ اولیاء اللہ اور اسلاف کی پسندیدہ دعاؤں میں سے ہیں اور اتنے جامع، پر معنی اور پر اثر ہیں کہ ذکر و عبادت کی بہترین شکل ہے، یہ بھی امت مسلمہ کو ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے طفیل زبان نبوت سے عطا ہوئے ہیں!

دیگر امہات المومنین کی طرح حضرت جویریہ کو بھی باغات خیبر سے اسی وسق کھجور اور بیس وسق جو یا گندم ملتی تھی جو 56 ہجری میں پچاس سال کی عمر میں وفات تک انہیں ملتے رہے!

1۔ صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 249، طبقات، جلد 8، صفحہ 116-119

Marfat.com

حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

حق گو و حق شناس

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ایک ایسے باپ کی بیٹی ہیں جو نہ صرف یہ کہ یہود خیبر کا لیڈر تھا بلکہ اس وقت کے تمام یہود حجاز کا بھی سرکردہ لیڈر تھا لیکن وہ رسول اکرم ﷺ کا بھی شدید ترین دشمن تھا اور ہجرت نبوی سے لے کر فتح خیبر تک اسلام مخالف ہونے والی تقریباً ہر سازش اور ہر جنگی منصوبہ بندی میں شریک رہا تھا، تاہم آنحضرت ﷺ سے حسد، بغض اور عداوت رکھنے والے یہودی سرداروں میں وہ ہمیشہ نمایاں رہا اور تاریخ اسے حُیی بن اخطب کے نام سے یاد کرتی ہے (1)۔

غزوۂ احزاب (غزوہ الخندق) میں قریش مکہ اور یہود حجاز کی مشترکہ سازش سے پورا جزیرۂ عرب مسلمانوں کے خلاف امڈ آیا تھا اور اس یلغار کی ناکامی اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم اور رسول اعظم و آخر ﷺ کی مدبرانہ جنگی حکمت عملی تھی، اس کے نتیجے میں یہود بنو نضیر و بنو قریظہ اپنے انجام بد کو پہنچ گئے، ان کے بعد قدرتی طور پر یہود خیبر کا حساب ہونا تھا جو خود کو اپنے مضبوط قلعوں میں محفوظ سمجھتے تھے (2) یہ تمام قلعے اور ان سے ملحق باغات و اراضی اسلامی لشکر کے سامنے ریت کے گھروندے ثابت ہوئے انہی میں سے ایک قبیلہ یہود بنی حقیق کا قلعہ ''القموص'' بھی تھا جو کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق، شوہر صفیہ بنت حیی کی ملکیت تھا، مقتولین میں کنانہ بھی شامل تھا جب کہ گرفتار ہو کر غلام بنائے جانے والوں میں صفیہ بھی تھیں جن کا اصل نام زینب تھا!! (3)

تقسیم مال غنیمت میں صفیہ (زینب) حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں مگر جب رسول اللہ ﷺ کے علم میں آیا کہ وہ حیی بن اخطب کی بیٹی ہیں جو حضرت

1۔ سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 235، الروض الانف، جلد 2، صفحہ 239، طبقات، جلد 9، صفحہ 119-131، سورہ الحشر آیت 14   2۔ ایضاً   3۔ ایضاً

Marfat.com

ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد سے تھا اور ابن ابی الحقیق کی بیوہ ہیں جو یہود بنو نضیر کا لیڈر اور قلعہ قموص کا مالک تھا تو آپ نے زینب (صفیہ) کو خرید لیا، شاید مصلحت یہ ہو کہ ایک ''معزز دشمن'' کی بیٹی اور بیوہ کے احترام کی کوئی صورت پیدا ہو جائے اور یہود حجاز رسول اللہ ﷺ سے رشتہ داری کا ہی خیال کر لیں، چنانچہ جب وہ بحیثیت لونڈی رسالت مآب ﷺ کی ملکیت میں آگئیں تو آپ نے فرمایا: (1)

''میں تمہیں لونڈی بنا کر بھی رکھ سکتا ہوں، مگر میں ایسے نہیں کروں گا، لہٰذا تمہیں اختیار دیتا ہوں کہ چاہو تو آزاد ہو کر اپنے لوگوں کے پاس چلی جاؤ یا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت قبول کر کے میری رفیقہ حیات بن جاؤ!''۔

جو انسان بدلتے موسم پر نظر نہ رکھ سکے، رنگ بدلتے حالات کے تیور نہ پہچان سکے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دوسرے انسان کی آنکھوں کو پڑھ کر یا اس کے دل کی آواز سن کر اسے پہچان نہ سکے بھلا وہ بھی کسی کام کا انسان ہو سکتا ہے؟ مگر یہ زینب بنت حیی بن اخطب ایک اعلیٰ یہودی خاندان سے تھی جو اب حجاز کا عربی خاندان بھی بن چکا تھا، وہ خیبر کے نامور یہودی لیڈر سلام بن مشکم کے نکاح میں رہنے کے بعد ابن ابی الحقیق کی بیوہ بھی بن چکی تھیں، خداداد ذہانت کی مالک، دور اندیشی، موقع شناسی اور دل نوازی کے گر جاننے والی عظیم خاتون زینب بنت حیی نے نگاہ مصطفیٰ ﷺ کو پڑھ لیا تھا اور دل مصطفیٰ کے صدق و امانت کو بھی پہچان لیا تھا، اس لئے ام المومنین ''صفیہ'' کا شرف پانے والی زینب کا جواب بھی برمحل اور حسب حال تھا، عرض کیا: (2)

''یا رسول اللہ! میں تو اسلام کی شیدائی بن چکی ہوں! میں اس وقت سے پہلے ہی آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان لا چکی تھی کہ جب آپ نے ابھی یہ دعوت حق نہیں دی تھی بالکل اسی وقت جب آپ مجھے اپنی سواری کی طرف لے جا رہے تھے، اب یہودیت میں تو میرے لئے کچھ بھی نہیں رہا، ان لوگوں میں اب نہ میرا باپ رہا ہے نہ بھائی، آپ نے مجھے کفر اور اسلام میں کسی ایک کو چننے کا اختیار دیا،

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 123　　2۔ ایضاً

Marfat.com

تو پھر جان لیجئے کہ اب مجھے آزادی یا اپنے لوگوں کے پاس واپس جانے کی نسبت اللہ اور اس کا رسول زیادہ محبوب اور مقدم ہے!!"۔

سرکار ﷺ زینب بنت حیی کی ان باتوں سے بہت خوش ہوئے اور دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ یہ خاتون کاشانہ نبوی کے شایان شان ہے، لونڈی اور خادمہ بن کر رہے یا رفیقہ حیات، یہ اس کی مرضی ہے، مگر یہ تو اسلام میں اپنی سچی رغبت ظاہر کر چکی ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا اعلان کر چکی ہے، اس لئے آپ نے فرمایا:(1)

"میں آپ کو آزاد کرتا ہوں اور آپ کو اپنی زوجیت میں قبول کروں گا اگر آپ اس کے لئے رضا مند ہوئیں تو...... ہاں! آپ کے والدان یہودیوں میں سے تھے جو اپنی آخری سانسوں تک میرے شدید ترین دشمن اور مخالف رہے!!"۔

ذہین و حاضر جواب خاتون کا جواب ان کے اپنے الفاظ میں سننے اور سر دھننے سے تعلق رکھتا ہے اور یوں لگتا ہے کہ زینب بنت حیی کے لئے یہ مقدر ہو چکا تھا کہ وہ ام المومنین بننے کا شرف حاصل کریں اور یہ بھی کہ وہ کتاب اللہ کی آیات بینات سے واقف بلکہ پوری طرح آگاہ تھیں، اس قابل تعظیم واحترام خاتون نے کہا:(2)

یا رسول الله! ان الله یقول فی کتابه: لا تزروازرة وزراخری

"یعنی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں: کوئی بھی کسی بھی دوسرے کے اعمال کا بوجھ نہیں اٹھائے گا!"۔

پھر اس کے بعد لج پال رسول اعظم و آخر ﷺ نے زندگی بھر کبھی بھی ان کے والد کا گلہ نہ کیا، یہودیت چھوڑ کر حلقہ بگوش اسلام ہونے والی یہ زینب اپنے سلوک، روش اور انداز گفتار سے رسول اکرم ﷺ کو اتنی بھلی لگیں کہ انہیں اپنی ازواج مطہرات میں شامل کرنے کا فیصلہ تو کر ہی لیا تھا ان کا نام بھی "صفیہ" (چنی ہوئی، منتخب کی ہوئی یا چائس (Choice)) رکھ دیا

1۔صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 51-52، طبقات، جلد 1، صفحہ 122، سیرۃ، جلد 2، صفحہ 235-241

2۔ایضاً

Marfat.com

حالانکہ زینب بھی خالص عربی واسلامی نام تھا، اس انتخاب کی شاید یہ وجہ بھی ہو کہ زینب نام کی دو ازواج مطہرات پہلے ہی موجود تھیں، یا اس لئے کہ سالار لشکر کو مال غنیمت میں سے کوئی ایک چیز اپنے لئے چننے کا حق حاصل تھا، نبی کریم ﷺ کو بھی یہ اختیار حاصل تھا بہر حال یہ فیصلہ ہو گیا کہ وہ آزاد ہو چکی، اسلام قبول کر لیا اور جلد حضور سے نکاح ہو جائے گا۔

ابن سعد نے نقل کیا ہے (1) کہ حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سعیہ بن عامر کا باپ کی طرف سے سلسلہ نسب حضرت ہارون برادر موسیٰ علیہما السلام سے جا ملتا ہے جب کہ ان کی والدہ برہ (یا بردہ؟) بنت سموئل مشہور یہودی تاجر رفاعہ بن سموئل کی بہن تھیں اور وہ یہود کے قبیلہ بنو قریظہ سے تھے، ابن الجوزی کا بیان ہے (2) کہ جب وہ اسلام میں داخل ہو گئیں اور معاملہ طے ہو گیا تو رسول اکرم ﷺ نے اپنے ساتھ ناقہ پر سوار ہونے کے لئے کہا، وہ ساتھ ساتھ چل کر ناقہ تک گئیں، ہودج چونکہ اونچا تھا اس لئے سوار ہونے کی سہولت کے طور پر آنحضرت ﷺ نے اپنا ایک گھٹنا بطور سیڑھی دھرا کر لیا تا کہ وہ اس پر اپنا پاؤں رکھ کر ہودج یا کجاوے میں بیٹھ جائیں لیکن مہذب اور مؤدب زینب (صفیہ) نے گھٹنے مبارک پر پاؤں رکھنا بے ادبی خیال کیا اور پاؤں کے بجائے گھٹنے پر گھٹنا رکھنا مناسب سمجھا اور ہودج میں بیٹھ گئیں، آپ نے ہودج میں ان پر اسی طرح پردہ کرا دیا جس طرح ازواج مطہرات کو کراتے تھے، اس لئے لوگوں کو یہ یقین ہو گیا کہ صفیہ بھی ازواج مطہرات میں شامل ہو گئی ہیں!

جب قافلہ روانہ ہوا تو آنحضرت ﷺ بھی اسی اونٹنی پر آگے کی طرف سوار ہو گئے، رستہ میں حضرت صفیہ اونگھنے لگیں تو ان کا سر آپ کے جسم مبارک سے ٹکرا جاتا تھا، آپ کو یہ بھی شرعاً گوارا نہ تھا حالانکہ وہ آپ کی لونڈی رہی تھیں اور اب بیوی بنانا طے تھا۔ مگر بایں ہمہ ابھی تک آپ ان کے لئے غیر محرم تھے اور جسم کا اس طرح چھونا بھی گوارا نہ تھا۔ اس لئے فرماتے جاتے: خاتون ذرا سنبھل جایئے...... ہوش میں رہیے! ابن ہشام نے حضرت صفیہ کے یہ الفاظ من وعن نقل کیے ہیں، فرماتی ہیں: (3)

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 120 — 2۔ صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 51-52

3۔ سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 240

Marfat.com

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر اچھے کردار والا کوئی انسان نہیں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں خیبر میں فتح وغنیمت سے نوازا، وہ جب مجھے اپنے ساتھ سوار کرا کر چلے تو رستہ میں مجھے اونگھ آتی اور میرا سر ہودج یا کجاوے کے دوسرے سرے سے ٹکرا جاتا، تو آپ فرماتے: اے حیی کی بیٹی! ذرا سنبھل جاؤ ہوش میں رہو!!''۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قافلہ نبوی کے ساتھ پہلا سفر اور معرکہ خیبر میں لشکر اسلام کی فتح وغنیمت باہم لازم وملزوم بھی ہیں اور اپنے اندر بڑی عبرتیں اور دلچسپ یادیں بھی لئے ہوئے ہیں، یہ سب نہ سہی مگر بعض کا ذکر تو فائدہ سے خالی نہ ہوگا،

ایک زینب بنت الحارث نامی یہودن (جو اس وقت حضرت صفیہ کے سابق شوہر سلام بن مشکم یہودی کی بیوی تھی) نے نبی کریم ﷺ کی دعوت کے بہانے ایک بھونی ہوئی بکری میں مہلک زہر ملا دیا تھا خصوصاً دستی کے گوشت میں بہت زیادہ زہر ملایا تھا کیونکہ اس بدبخت نے یہ معلوم کرلیا تھا کہ آپ دستی کا گوشت پسند فرماتے ہیں، آپ نے اور آپ کے ساتھ حضرت بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے بھی ایک بوٹی منہ میں ڈالی، حضرت بشر تو لذیذ بوٹی سمجھ کر کھا گئے، مگر آنحضرت ﷺ نے بوٹی تھوک دی اور فرمایا کہ یہ بوٹی مجھے بتا رہی ہے کہ مجھ میں زہر ملایا گیا ہے، حضرت بشر فوراً فوت ہو کر شہادت کے مرتبے پر فائز ہو گئے، زینب یہودن نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ میرا خیال تھا کہ اگر آپ صرف کوئی فاتح بادشاہ ہیں تو جان چھوٹ جائے گی اور اگر سچے نبی ہیں تو بچ جائیں گے، آپ نے فرمایا میں اپنے ساتھ جرم تو تجھے معاف کرتا ہوں مگر تجھے قاتلہ ہونے کی سزا ضرور دوں گا! (1)

غزوۂ خیبر سے متعدد شرعی احکام کا بھی تاریخی تعلق ہے چونکہ غنیمت کے طور پر حاصل ہونے والی اشیاء تنوع اور مقدار کے لحاظ سے بہت زیادہ تھیں اور نگاہ نبوت دیکھ رہی تھی کہ کئی ایک خرابیاں اور بے اعتدالیاں سر اٹھا سکتی ہیں جن کا ہر وقت سدباب ضروری تھا، چنانچہ آپ نے اس موقع پر چار چیزیں ممنوع وحرام قرار دیں: (2)

1۔ سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 240 — 2۔ ایضاً، صفحہ 237-241

Marfat.com

(۱) مال غنیمت کی کوئی چیز تقسیم سے قبل نہ تو کوئی شخص استعمال میں لاسکتا ہے اور نہ اس امید پر فروخت کرسکتا ہے کہ یہ میرے حصے میں آئے گی یا میں ہی اسے حاصل کروں گا۔

(۲) بہت سے یہودی جنگی قیدی غلام بنائے گئے اس طرح بڑی تعداد میں یہودیوں کا مقدر لونڈیاں اور غلام بننا قرار پاچکا تھا جن میں سے کئی ایک کا حاملہ ہونا قدرتی بات تھی اس لئے آپ نے حکم دیا کہ تم میں سے جو جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ حاملہ لونڈیوں سے مجامعت نہیں کریں گے۔

(۳) اس وقت تک لوگ گدھے کا گوشت بھی کھا لیتے تھے مگر غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ نے گھریلو گدھے (حمار اہلی) کا گوشت حرام قرار دیا تاہم حمار وحشی یا جنگلی گدھے اور گھوڑے کا گوشت حرام نہیں قرار دیا گیا (بعد میں بوجہ احترام اور قلت وجود گھوڑے کا گوشت مکروہ ٹھہرایا گیا)۔

(۴) کاٹنے اور پھاڑ کھانے والے جانوروں (درندوں) کا گوشت حرام قرار دیا گیا ''کل سباع ذی ناب یعنی سامنے کے بڑے دانتوں والا ہر درندہ جس میں کتے بلیاں بھی شامل ہیں''۔ (خیبر کے یہودیوں کے ہاں ان کی کثرت تھی)

اسلامی شریعت میں مناسب رشتہ ملنے پر نکاح میں جلدی کرنا چاہیے۔ حضرت صفیہ کو پردہ کے ساتھ ہودج یا کجاوے میں بٹھانے سے لوگوں پر یہ واضح ہو گیا تھا کہ انہیں ام المومنین بننے کا شرف عطا ہونے والا ہے، اس لئے جب کاروان فتح ''تبار'' کے مقام پر پہنچا، جو خیبر سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، تو آپ نے یہاں پڑاؤ کرنے اور رسم نکاح اور ولیمہ ادا کرنے کا خیال ظاہر کیا مگر حضرت صفیہ سے اجازت لینا ضروری تھا، انہوں نے انکار میں سر ہلا دیا، یہ انکار رسالت مآب ﷺ کو ناگوار سا لگا مگر زبان سے کچھ بھی نہ فرمایا! پھر جب کاروان کافی آگے آ گیا اور ''صہبا'' کے مقام پر پہنچا تو خود فرمانے لگیں: یا رسول اللہ! یہ جگہ مناسب ہو گی، آپ نے یہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا اور حضرت ام سلیم بنت ملحان وغیرہ مسلم خواتین سے کہا: ''اپنی اس ساتھی کی تیل کنگھی میں مدد کرو!''

حضرت ام سنان اسلمیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی

Marfat.com

خواب گاہ سجائی اور جب آپ تشریف لانے لگے تو ہم خواب گاہ سے باہر آ گئیں، حضرت صفیہ آپ کے احترام میں کھڑی ہو گئیں، صبح ہوئی تو ہم پھر حاضر ہو گئیں تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں نے پوچھنے پر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ بتایا کہ تبار میں میں نے انکار میں سر اس لئے ہلایا کہ "خشیتُ عَلَیکَ قُربَ یھود" وہاں مجھے ڈر تھا کہ قریب ہونے کے باعث آپ کو یہودی کہیں گزند نہ پہنچائیں تو اس پر آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ صفیہ مجھے تمہارا رویہ اس وقت تو ناگوار لگا تھا مگر اب میری نظر میں تمہاری قدر اور بھی بڑھ گئی ہے! آپ اس قدر خوش تھے کہ تمام رات مجھ سے باتیں کرتے رہے اور دکھ سکھ کی اسی گفتگو میں نماز تہجد اور فجر کا وقت ہو گیا!۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خوابگاہ سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک جان نثار صحابی حضرت ابو ایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ تلوار لئے پہرہ دے رہے ہیں، آپ نے پوچھا:

"ابو ایوب کیا بات ہے؟" (1)۔

"یا رسول اللہ! اس عورت کی وجہ سے مجھے آپ کی فکر تھی، کیونکہ اس کا باپ، شوہر اور اس کی قوم کے لوگ ہمارے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں، پھر یہ تو نو مسلم ہے" ابو ایوب نے بتایا

آپ مسکرائے اور فرمایا: اچھی بات ہے! پھر فرمایا:

اَللّٰھُمَّ احفَظْ ابا ایوبَ کَمَا بَاتَ یَحْفَظُنِیْ

"اے اللہ تو ابو ایوب کی ایسی ہی حفاظت فرمانا جس طرح یہ تمام رات میرا پہرہ دیتا رہا"۔

ابن سعد اور ابن الجوزی وغیرہ نے اس موقع پر آپ کی طرف سے دعوت ولیمہ کا بھی ذکر کیا ہے، عرب کے لوگ کھجور اور پنیر کو گھی میں ملا کر ایک چوری بناتے ہیں جسے "حیس" (حا پر زبر کے ساتھ) کہتے ہیں جس طرح کہ گوشت کے گاڑھے شوربہ میں روٹی کے باریک ٹکڑے ملاتے ہیں تو اسے ثرید کہتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس موقع پر حیس نامی چوری پیش کی گئی تھی، ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے شام کو ہی کھجوروں کے

1۔ سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 237-241

Marfat.com

باریک ٹکڑے بھگو دیئے تھے جو صبح تک ایک ذائقہ دار نبیذ کی شکل اختیار کر چکے تھے، یہ نبیذ ام المومنین اپنے دست مبارک سے لوگوں کو ڈال ڈال کر دیتی گئیں(1)۔

ابن سعد وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ کو حضرت صفیہ کے چہرہ پر ایک تازہ داغ نظر آیا تو انہوں نے پوچھنے پر بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مدینہ سے ایک چاند آیا اور میری گود میں آن پڑا ہے، میں نے یہ خواب اپنے شوہر کنانہ بن ابی الحقیق کو سنایا تو وہ غصہ میں آ گیا اور یہ کہہ کر میرے منہ پر مکا مارا کہ تو یثرب کے اس بادشاہ کو اپنا شوہر بنانے کے خواب دیکھ رہی ہے!(2)۔

ازواج مطہرات کا امت کے نام ایک پیغام اور سبق یہ بھی ہے کہ تعدد ازواج کو اللہ کے کرم سے ایک رعایت، ایک گنجائش اور حالات کا جبر ہی سمجھا جائے، یہ کوئی کھیل تماشا نہیں، سوتن اپنی سوتن سے ہر حال میں جلتی ہے، عورت کے دل میں یہ آگ برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، کسی نبی کی بیویوں میں بھی نہیں!! چنانچہ مدینہ پہنچنے کے بعد ازواج مطہرات اور مدینہ کی خواتین حضرت صفیہ کو دیکھنے کے لئے آ رہی تھیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ جب دیکھ کر نکل رہی تھیں تو سامنے سے سرکار ﷺ تشریف لا رہے تھے، پوچھا: ”عائشہ تم نے صفیہ کو دیکھا؟“ انہوں نے کہا: ”ہاں دیکھ لیا ہے یہودن کو!!“ اس پر آپ نے فرمایا: ”عائشہ! ایسے مت کہا کرو! وہ تو اسلام قبول کر چکی ہے اور اسلام کے رنگ میں رنگی جا چکی ہے!“(3)۔

آپ ایک سفر میں تھے، حضرت صفیہ کا اونٹ بیمار ہو گیا، حضرت ام سلمہ کے پاس اونٹ زیادہ تھے آپ ﷺ نے چاہا کہ وہ اپنا ایک اونٹ صفیہ کو عارضی طور پر دے دیں، مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں اس یہودن کو اپنا اونٹ دوں! اس پر نبی کریم ﷺ حضرت ام سلمہ سے ناراض ہو گئے اور دو تین ماہ تک ان کے پاس باری پر بھی نہ گئے!!

حضرت صفیہ نے اللہ کے حکم بسر و چشم مانتے ہوئے پردہ کرنا شروع کر دیا، ازواج

1۔ طبقات، جلد 1، صفحہ 119-131، صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 52

2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

Marfat.com

مطہرات کی طرح باری بھی مقرر ہوگئی، خیبر کے باغات میں سے دیگر امہات المومنین کی طرح ان کے لئے بھی اسی وسق کھجور اور بیس وسق جو یا گندم کا ماہانہ خرچہ بھی مقرر کر دیا گیا۔

مرض الوفات میں تمام ازواج مطہرات آپ کے گرد جمع تھیں، حضرت صفیہ کہنے لگیں: اے اللہ کے نبی! آپ کو جو درد ہے کاش وہ آپ کی جگہ مجھے ہو جائے، اس پر سب نے ایک دوسری کو طنزیہ نظر سے دیکھا اس پر نبی پاک نے فرمایا: ''جاؤ سب کلی کر کے آؤ! تم نے اپنی ساتھی پر طنز کیا ہے واللہ انہا لصادقۃ اللہ کی قسم یہ صفیہ کے دل کی آواز ہے!!'' (1)۔

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا باون ہجری میں فوت ہوئیں اور جنت البقیع میں ہوئیں!(2)۔

1۔ طبقات، جلد 1، صفحہ 119-131، صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 52 2۔ ایضاً

Marfat.com

حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا

انتخاب نبوی

حضرت ریحانہ بنت زید بن عمرو بن خنافہ بن سمعون رضی اللہ عنہا کا تعلق اصل میں یہود حجاز کے معروف قبیلہ بنونضیر سے تھا مگر ان کے پہلے شوہر کا تعلق بنو قریظہ سے تھا یہ بنو قریظہ کے عبرتناک انجام کے بعد قیدیوں میں شامل تھیں۔ مال غنیمت کی تقسیم کے وقت رسول اللہ ﷺ نے اپنا حق انتخاب استعمال کرتے ہوئے ریحانہ بنت زید کو اپنے لئے پسند کر لیا، کچھ عرصہ انہوں نے لونڈی کی حیثیت سے گزارا اور وہ حضرت ام المنذر سلمی بنت قیس کی حفاظت میں ان کے گھر میں مقیم رہیں پھر اسلام قبول کر لیا تو حضور ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا، بعد میں انہیں رفیقہ حیات بننے کی پیشکش کی جسے انہوں نے بخوشی قبول کر لیا اور آپ کی زوجیت میں آگئیں اور وفات تک رفاقت نبوی اور ام المومنین ہونے کا شرف حاصل رہا(1)۔

عرب کے قبائل یہود میں بنو قریظہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی، ایک تو اس لئے کہ یثرب (طیبہ) کی اصل طاقت انہیں کے پاس تھی، دوسرے نہ صرف یہ کہ عرب ویمن کے یہودی ان کی رائے اور مشورہ پر چلتے تھے بلکہ خطے کے عرب قبائلی سردار بھی ان سے رہنمائی لیتے تھ، چنانچہ میثاق مدینہ، جیسے جمہوری دستور کی دھجیاں بکھیرنے والے اور مسلمانوں سے تمام عہد و پیمان توڑ کر قریش مکہ سمیت جزیرۃ العرب کے تمام جنگجو اکٹھے کر کے غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق کی شکل میں مدینۃ النبی ﷺ پر یلغار کروانے والے بھی یہی یہود بنو قریظہ ہی تھے، تعداد اور اسلحی طاقت کے لحاظ سے لشکر احزاب مسلمانوں سے بیس گنا زیادہ تھا مگر رسول اعظم و آخر ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید سے اور اپنی جنگی حکمت عملی سے اتنے بڑے لشکر کو شکست فاش سے دوچار کر دیا(2)۔

سپہ سالار قریش ابوسفیان، بنوغطفان اور دیگر قبائل عرب کے میدان چھوڑ کر بھاگ جانے کے باوجود بھی یہ یہودی خبیثانہ شرارتوں سے باز آنے اور نادم ہونے کا نام ہی نہیں

1۔ سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 190-203، طبقات، جلد 1، صفحہ 129-131　　2۔ ایضاً

Marfat.com

لے رہے تھے۔ اس لئے احزاب کے میدان خالی کر جانے کے فوراً بعد مسلمانوں نے بنو قریظہ کا قصہ پاک کرنے کا فیصلہ کیا، دو تین دن کے محاصرے کے بعد غداران بنو قریظہ نے ہتھیار پھینک کر خود کو مسلمانوں کے ہاتھ میں دے دیا اور حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کو حکم یا ثالث تسلیم کر لیا، حضرت سعد نے ان پر تورات میں غداروں کے متعلق وارد ہونے والا حکم لاگو فرما دیا کہ عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور مردوں کے سر قلم کر دیئے جائیں، اس طرح غلام بنائی جانے والی یہودی خواتین میں حضرت ریحانہ بنت زید بھی تھیں۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وقت کے مروج قانون کے مطابق چننے کا حق حاصل تھا، اسی حق کی بنیاد پر آپ نے ریحانہ کو بطور لونڈی منتخب کیا مگر آپ نے کبھی کسی عورت کو لونڈی بنا کر رکھنا پسند نہیں کیا یا تو اسے اسلام قبول کر لینے پر آزاد کر دیتے اور یا کسی صحابی کو تحفہ میں دے دیتے تھے (1)۔

عدت گزارنے تک ریحانہ حضرت ام المنذر کے گھر رہیں، حضرت ریحانہ خود بتاتی ہیں کہ میرے شوہر الحکم مجھ سے بہت پیار کرتے تھے اور عزت سے پیش آتے تھے، شوہر کی موت کے بعد میں نے طے کر لیا تھا کہ اب کسی اور سے شادی نہیں کروں گی، مگر کچھ دنوں بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام المنذر کے گھر تشریف لائے تو میں حیاء اور جھجک کے مارے ایک طرف ہوگئی لیکن آپ نے مجھے پیار سے بلایا اور کہا کہ آؤ میرے سامنے بیٹھو، میں آپ کے سامنے فرش پر بیٹھ گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بڑے پیار سے اسلام سمجھایا اور فرمایا کہ دیکھو تم اس وقت میری ملکیت اور میری ذمہ داری ہو، میں تمہاری بھلائی چاہتا ہوں، اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا دین پسند کر لو تو تم آزاد ہو گی اور میں تمہیں اپنے نکاح میں بھی لے سکتا ہوں!(2)۔

حضرت ریحانہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں میرے دل میں اتر گئیں اور آپ کی پیاری اور محترم شخصیت سے بھی میں بہت متاثر ہوئی، میں نے کہا: یارسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول کا دین پسند کرتی ہوں، اگر مجھے آپ کی رفاقت نصیب ہو جائے تو یہ بھی میرے لئے سعادت اور سکون قلب کا باعث ہوگا، تب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد کر

1۔ مقدمہ دیوان حسان شرح برقوقی

2۔ سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 190-203، طبقات، جلد 1 صفحہ 129-131

Marfat.com

اور میں سرکار ﷺ کے نکاح میں بھی آ گئی، بارہ اوقیہ سونا میرا مہر مقرر فرمایا، میری باری مقرر ہو گئی اور ازواج مطہرات کے برابر مجھے خرچہ بھی ملتا تھا(1)۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ ریحانہ رضی اللہ عنہ کو بہت پسند کرتے تھے، ان کے پاس بہت دیر تک رہتے اور باتیں کرتے رہتے تھے، جو مانگتی تھیں عطا فرما دیتے تھے، حتی کہ کسی نے کہا کہ ریحانہ! تم تو اگر بنو قریظہ کی معافی طلب کرتیں تو وہ بھی آپ دے دیتے، وہ ایک آہ بھر کے کہنے لگیں: کاش قیدیوں کا فیصلہ ہونے سے پہلے ہی آپ میرے پاس تشریف لے آئے ہوتے!!(2) (بنو قریظہ کے تمام قیدی غلام اور لونڈیاں نجد و احسا وغیرہ میں فروخت کر دی گئی تھیں اور مسلمان اس پیسے سے اپنے لئے اسلحہ خرید لائے تھے!!)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں پردہ کی پابندی کا حکم دیا تو وہ بہت غصے میں آ گئیں اور انکار کر دیا، اس پر آپ نے انہیں وہیں پر طلاق دے دی، مگر یہ رویہ ان پر بہت گراں گزرا اور وہیں رونے بیٹھ گئیں، اس قدر زیادہ روئیں کہ آپ کو ان پر بہت ترس آیا، فرمایا ریحانہ تم جو چاہو وہی ہوگا، پس چپ ہو جاؤ، حضرت ریحانہ نے کہا: آپ طلاق سے نہ رجوع کیجئے، میں آپ کا ہر حکم مانوں گی!(3)۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ وہ اپنے یہودی مذہب کے لئے بے حد متعصب تھیں اور اسلام کو ناپسند کرتی تھیں مگر ایک نومسلم ثعلبہ بن سعیہ تھے جو کسی زمانے میں یہود بنی قینقاع سے تعلق رکھتے تھے مگر اچھے مسلمان واعظ و مبلغ بن چکے تھے، ریحانہ کا معاملہ ان کے سپرد کیا گیا، تب کہیں جا کر ان کے دل میں اسلام نے گھر کیا اور پھر وہ حضور ﷺ کے دست مبارک پر حلقہ بگوش اسلام ہوئی تھیں (4)، مگر ایسا سکون ملا کہ باقی تمام عمر اللہ تعالیٰ کا ذکر و عبادت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت و خدمت ہی ان کی زندگی کا مقصد رہا، جب آپ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تو ام المومنین حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا آپ نے جنازہ پڑھا اور جنت البقیع میں دفن کیا(5)۔

1۔ سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 190-203، طبقات، جلد 1، صفحہ 129-131 2۔ ایضاً

3۔ ایضاً 4۔ سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 200-201 5۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 129-131

Marfat.com

حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

فقہی مسائل کا ایک باب!

ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا آخری خاتون ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ کا عمرۃ القضاء کے موقع پر سنہ سات ہجری میں ''سرف'' (جو مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلے پر واقع ہے) کے مقام پر نکاح انجام پایا اور وفات کے لحاظ سے بھی وہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں آخری ہیں جو اکیاسی برس کی عمر میں سنہ اکسٹھ ہجری میں مکہ مکرمہ میں فوت ہوئیں اور سرف کے مقام پر ہی دفن ہوئیں (1)۔

ابن حزم نے تصریح کی ہے کہ عرب کے مضری قبائل میں سے بنوعبداللہ بن ہلال بن عامر سے حضرت میمونہ کا تعلق ہے، ان کی لبابہ نام کی دو بہنیں ہیں جن میں سے ایک لبابہ الصغری ہیں جو حضرت عبداللہ بن العباس رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ تھیں اور دوسری لبابہ الکبری کہلاتی تھیں جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں اس طرح حضرت میمونہ حضرت ابن عباس اور حضرت خالد کی سگی خالہ ہوتی ہیں، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ایک پھوپھی تھیں صفیہ بنت حزن، یہ ابوسفیان بن حرب بن امیہ کی ماں تھیں، گویا وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے سگے پھوپھی زاد تھے (2)۔

اقوام عالم میں یہ رواج آج بھی مسلم اور متداول ہے کہ رشتے ناطے سے نہ صرف باہمی تعلقات قائم ہوتے ہیں بلکہ مضبوط تر بھی ہوتے ہیں، عرب تو ان تعلقات کو قدیم زمانوں سے لے کر آج تک بھی بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں، جزیرۃ العرب کے بڑے بڑے قبائل کو آل سعود کے قریب تر لانے کے لئے مملکت سعودی عرب کے بانی شاہ عبدالعزیز ابن سعود کو سو سے زائد شادیاں کرنا پڑیں (3)، بیٹی والوں کو ایسے تعلقات قائم

1۔طبقات، جلد 8، صفحہ 192-141　　2۔جمہورۃ انساب العرب، صفحہ 274

3۔الامام العادل، جلد 2، صفحہ 232

Marfat.com

رنے میں زیادہ دلچسپی ہوتی ہے، اس سے نہ صرف بیٹی اونچے گھر میں جا کر سکھی رہتی ہے ۔اس کے خاندان کے لئے فخر و اعزاز کی بات سمجھی جاتی ہے، حضرت میمونہ بنت الحارث ہلالیہ المضر یہ رضی اللہ عنہا کا رسول اکرم ﷺ سے یہ نکاح بھی اسی زمرے میں آتا ہے! اس رشتے کے پیچھے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی آرزو اور کوشش صاف لمر آتی ہے، ابن سعد نے صراحت سے لکھا ہے کہ

زَوَّجَهُ اِيَّاهَا العباسُ بنُ عبدالمطلبِ وَكَانَ يَلِيْ اَمْرَهَا وَهِيَ اختُ اُمِّ وَلَدِهٖ اُمِّ الْفَضْلِ بنت الحارثِ الهلاليةِ

"آنحضرت ﷺ سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کرائی تھی وہی ان کے ولی اور سرپرست تھے کیونکہ وہ ان کے بیٹے کی والدہ ام الفضل بنت الحارث الہلالیہ کی بہن تھیں" (1)۔

حضرت میمونہ بنت الحارث کی والدہ کا نام ہند بنت عوف تھا، زمانہ جاہلیت میں ان کی پہلی شادی مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوئی تھی، اس سے علیحدگی کے بعد ابو رہم بن عبدالعزی سے ہوئی، اس کی وفات کے بعد حضرت میمونہ کی شادی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے کرائی، یوں گویا حضرت میمونہ کی یہ تیسری شادی تھی چونکہ حضرت عباس خاندان نبوت سے قریب تر اور مضبوط تر رشتہ قائم رکھنا چاہتے تھے اس لئے خصوصی اہتمام اور بڑے اصرار سے یہ رشتہ طے کروایا گیا! (2)۔

طبقات میں ابن سعد نے حضرت عبداللہ ابن العباس رضی اللہ عنہما کی زبانی نقل کیا ہے کہ عمرۃ القضاء والے سال جب رسول اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کے لئے روانگی کا فیصلہ کیا تو آپ نے اوس بن خولی اور ابو رافع رضی اللہ عنہما کو اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت میمونہ کے رشتہ کے لئے بھیجا، رستہ میں ان کے دونوں اونٹ گم ہو گئے اور وہ وادی رابغ میں کئی دن رکے رہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے قدید کے مقام پر انہیں آلیا، ان دونوں کے اونٹ بھی مل گئے تھے اس لئے وہ بھی ان کے ساتھ ہو لئے اور مکہ مکرمہ چلے

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 132-141　　2۔ ایضا

Marfat.com

گئے، یہاں آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یاد دہانی کے لئے اطلاع دی۔ حضرت میمونہ نے اپنا معاملہ نبی کریم ﷺ کو سونپ دیا تھا، چنانچہ آپ حضرت عباس کے ہاں تشریف لائے جہاں میمونہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا انہوں نے نکاح کر دیا، بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آپ کی مدینہ سے روانگی سے قبل ہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ نکاح کر دیا تھا(1)۔

اس نکاح کے حوالے سے ایک فقہی مسئلہ بھی وابستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا حالت احرام میں پیغام نکاح اور انعقاد نکاح جائز ہے؟ اور اس اختلاف کی وجہ وہ متناقض روایات ہیں جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کے اس نکاح کے حوالے سے پائی جاتی ہیں، ایک بات تو طے ہے کہ حالت احرام میں بیوی سے خلوت یا مجامعت ممنوع اور ناقض احرام و باعث دم ہے، اس لئے ایسی تو کوئی روایت نہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت میمونہ کی رخصتی یا خلوت و مجامعت کی نوبت آئی ہو۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ جو مدینہ سے پیغام نکاح لے کر مکہ آئے تھے وہ روایت کرتے ہیں کہ یہ شادی بھی احرام کی حالت میں نہیں ہوئی اور رخصتی بھی احرام کھولنے کے بعد سرف کے مقام پر ہوئی، حضرت میمونہ کی اپنی روایت میں بھی یہی آیا ہے، یزید بن اصم (جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھانجے ہوتے ہیں) کی روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے، لیکن ابن سعد نے پندرہ سولہ روایات ایسی بھی نقل کی ہیں جن میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ رسم نکاح آپ نے حالت احرام میں مکمل کی (2)۔

حضرت جویریہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کا اصل نام ''برہ'' تھا اور دونوں کا نام خود رسول اکرم ﷺ نے بدل دیا تھا کیونکہ برہ کا ایک معنی نیک کے ہیں مگر یہ لفظ بیرونی یا باہر والی کے معنی میں بھی عرب بکثرت استعمال کرتے ہیں، اس نام میں خرابی یہ تھی کہ بات کرتے ہوئے لوگ یوں کہتے کہ آپ باہر والی کے پاس گئے یا باہر والی کے پاس سے باہر آئے!

دیگر ازواج مطہرات کی طرح حضرت میمونہ کا مہر بھی پانچ سو درہم تھا، خیبر کے باغات

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 132-141 2۔ ایضاً

Marfat.com

اور کھیتوں سے انہیں بھی اسی وسق کھجور اور بیس وسق جو یا گندم ملتی تھی۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ہمیں متعدد فقہی مسائل کا حل بھی ملتا ہے جو ہماری روزمرہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں، مثلاً ایک روایت یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ سے نکاح بھی کیا اور حجام سے خون بھی نکلوایا، یہاں سے احرام کی حالت میں نکاح کر لینے اور ہر قسم کا علاج کرانے کا جواز بھی ملتا ہے(1)۔

یہودی شریعت میں حیض کی حالت میں عورت کا کھانا پینا الگ، اسے چھونا بھی گویا نجاست کو چھونا ہے، اسلام میں صرف یہ ہے کہ اس حالت میں مجامعت ممنوع اور صحت کے لئے مضر ہے، حیض سے عورت خدانخواستہ اچھوت نہیں بن جاتی چنانچہ حضرت میمونہ روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی سجدہ گاہ میں جانماز پر نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور میں ان کے پاس ہی سو رہی ہوتی تھی، کبھی کبھار میں حیض کی حالت میں بھی ہوتی تھی، آپ کا لباس مجھ سے چھو جاتا تھا اور آپ نماز جاری رکھتے تھے، حضور ﷺ کے اس معمول سے حواء کی بیٹی کی ایک طبعی ضرورت کو اتنا بڑھ چڑھ کر پیش کرنے کی روش کا قلع قمع ہوتا ہے، اسی طرح وہ یہ بھی بتاتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ بیک وقت ایک ہی ٹب سے نہاتے ہوئے پانی لیتے تھے ازواج مطہرات کا امت پر یہ احسان ہے کہ وہ اس طرح آپ کی تمام ذاتی باتیں بیان فرما کر ہمارے لئے آسانی کا سامان کرتی تھیں اور شرعی ضروریات کے ان اہم مسائل سے ایک گونہ تسلی اور اطمینان کا سامان ہوتا ہے!(2)۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حج اور عمرہ کے موقع پر قصر (بال تراشنے) کے بجائے حلق (سر کے تمام بال استرے سے منڈوا دینا) کو ترجیح دیتی تھیں، وہ جب فوت ہوئیں تو اس وقت بھی حلق کرایا ہوا تھا!

حضرت عبید اللہ الخولانی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پلے بڑھے تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میری موجودگی میں حضرت میمونہ تہبند کے بغیر درع (زنانہ لمبی قمیص) اور دوپٹے میں نماز ادا کر لیا کرتی تھیں، گویا بزرگ خواتین کو اپنے محرم نوجوانوں کی موجودگی میں

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 132-141

2۔ ایضاً

Marfat.com

اپنی سہولت کا ستر پوش لباس کافی ہے۔

دین کے معاملات میں وہ بہت سخت گیر تھیں، ان کے بھانجے یزید بن اصم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ان کا کوئی رشتہ دار نوجوان شراب پی کر ان کے گھر آ گیا، انہیں جب شراب کی بو آئی تو غصے میں آ گئیں اور کہا کہ اسی وقت دفع ہو جا تا کہ باہر مسلمان تیرے منہ سے شراب کی بو سونگھ کر تجھے شرعی سزا دے سکیں اور آئندہ میرے گھر میں کبھی مت آنا!(1) ایک مرتبہ انار کا ایک دانہ زمین پر گرا ہوا دیکھا تو اٹھا لیا اور فرمایا: **ان الله لا یحب الفساد** (اللہ تعالیٰ فساد اور بگاڑ پسند نہیں کرتے)

شک عورت کی کمزوری نہیں فطرتی حق ہے اسے مان لینا چاہیے مگر عورتوں کو بھی جب صفائی مل جائے تو اپنے مردوں پر یقین کر لینا چاہیے، حضرت ام ذر خود حضرت میمونہ سے روایت کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے باہر گئے جب دیر سے واپس آئے تو میں نے دروازہ بند کر لیا، آپ نے کھولنے کو کہا مگر میں نے انکار کر دیا، آپ نے قسم دے کر کھولنے کو کہا تو میں نے اندر سے کہا: آج رات میری باری میں آپ دوسری بیویوں کے پاس جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں ایسے نہیں ہوا، مجھے پیشاب کی تکلیف تھی اس لئے کچھ دیر ٹہلتا رہا! تب میں نے دروازہ کھول دیا!(2)

یزید بن اصم حضرت میمونہ کے بھانجے تھے اور طلحہ بن عبید اللہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد طلحہ اور یزید نے مدینہ کے کسی باغ میں سے پھل توڑ لئے، حضرت عائشہ کو اس کا پتہ چلا وہ مکہ مکرمہ سے واپس آ رہی تھیں، پہلے اپنے بھانجے طلحہ کی کھچائی کی پھر یزید کو سمجھانے لگیں کہ تجھے پتہ ہونا چاہیے کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے گھر میں رہنے کا موقع عطا کیا مگر میمونہ کے چلے جانے کے بعد تو بالکل آزاد ہو گیا ہے، وہ اللہ کی بندی تو ہم سب سے زیادہ تقویٰ رکھنے والی اور ہم سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی خواتین میں سے تھیں! تجھے اس کا کوئی بھی پاس نہیں ہے؟۔

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 132-141　　2۔ ایضاً

Marfat.com

ام شریک غزیۃ بنت جابر رضی اللہ عنہا

داعیۃ الاسلام

تحریکات کے قائدین اور بانیان ادیان کی زندگیوں میں ایک ایسا مرحلہ بھی آتا ہے جب ان کے پیروکاروں کی یہ آرزو بن جاتی ہے کہ اپنے قائدومرشد کے ساتھ وہ کسی طرح سے رشتے میں منسلک ہو جائیں اور ان کی خوشنودی اور تقرب حاصل کریں، تاہم تاریخ انسانی میں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ سے پہلے ایسی کوئی مثال نہیں ملتی، اس لئے کہ آپ سے پہلے اتنی پروقار ومحترم، اتنی محبوب وپسندیدہ اور انسانیت کے لئے بالعموم اور اہل اسلام کے لئے بالخصوص ایسا کوئی غمخوار ودردمند، کوئی خیرخواہ ونیک اندیش اور اپنا سب کچھ انسانوں کو دے دینے والا کوئی اور رہا ہی نہیں حتیٰ کہ ان کی سیرت وشخصیت کے اس اہم پہلو کے حوالے سے اللہ جل شانہ کا یہ پیغام بھی آ گیا (1) کہ:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝

''اے حبیب پاک شاید اگر یہ انسان اللہ کو نہیں مانیں گے تو آپ ان کی خاطر خود کو ہلکان کر لیں گے''

اور یوں بھی ارشاد ہوا (2) کہ:

''صحیح بات ہے کہ تمہارے پاس (اے ایمان والو) ایک ایسا رسول (ﷺ) آ گیا ہے کہ جسے یہ گوارا ہی نہیں کہ تم تکلیف میں رہو، وہ تمہارا بہت خیال رکھنے والے ہیں، ایمان والوں کے لئے سراپا شفقت ورحمت ہیں''۔

قرآن کریم کی متعدد آیات (3) میں جاں نثار مومنات کے لئے گنجائش رکھی گئی کہ وہ آپ کی ازواج مطہرات میں شامل ہونے کے لئے خود کو پیش کر سکتی ہیں بشرطیکہ آپ انہیں

1۔ سورت الشعراء، آیت 3 — 2۔ سورت التوبہ، آیت 128

3۔ مثلاً سورت احزاب کی آیات 49-52 میں

Marfat.com

اپنے نکاح کے لئے قبول فرمالیں، ابن سعد نے ایسی صحابیات مومنات کی فہرست دی ہے جنہوں نے اپنی زندگیاں مصطفیٰ ﷺ کے لئے وقف کرنا چاہیں مگر آپ نے ان کی قدر و عزت کرتے ہوئے قبول نہیں فرمایا، ایسی ہی ایک عظیم خاتون صحابیہ ام شریک رضی اللہ عنہا بھی تھیں! ابن سعد نے حضرت عکرمہ کا قول نقل کیا ہے کہ سورہ احزاب کی آیت باون میں "**امراۃ مومنة**" سے مراد ام شریک ہی ہیں! (1)

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کا اصل نام غزیہ بنت جابر بن حکیم الدوسیہ ہے جو بنو دوس بن عدثان الازدی سے تعلق رکھتی ہیں، یہ قبیلہ یمن، عرب اور عمان وغیرہ میں دور دور تک پھیلا ہوا تھا اور اس کی بے شمار چھوٹی بڑی شاخیں پائی جاتی تھیں، بنو دوس بن عدثان سے بڑے بڑے اہل علم و ادب اور حکومت و سیاست پیدا ہوئے ہیں، مشہور محدث ولغت دان ابن درید اور خلیل بن احمد الفراہیدی بھی اسی قبیلے کی مختلف شاخوں سے ہیں (2)۔

ابن الجوزی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی نقل کیا ہے کہ ام شریک نے اسلام قبول کیا تو دین حق ان کے دل میں اتر گیا اور خود کو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے تن من دھن قربان کر دینے کے لئے وقف کر دیا حتی کہ وہ ہجرت کے بعد بھی مکہ مکرمہ میں خواتین قریش کو دعوت اسلام دیتی رہیں، جب لوگوں کو اس کا پتہ چلا تو بہت غصے میں آ گئے اور ام شریک کو پکڑ کر مارنا چاہا مگر ان کے قبیلے سے ڈر گئے اور انہیں ان کے قبیلہ کے پاس بھجوا دیا۔

عبداللہ الدوسی الازدی ام شریک کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں، ابن سعد اور ابن الجوزی وغیرہ نے ان کی زبانی نقل کیا ہے کہ ان کے شوہر اسلم ابو العکر بھی مسلمان ہو گئے تھے، یہ لوگ حضرت ابو ہریرہ الدوسی کے ہمراہ ہجرت کی نیت سے جا رہے تھے، ام شریک خود بتاتی ہیں کہ ابو العکر کے قبیلے کے لوگوں نے ہمیں رستہ میں آلیا اور پوچھنے لگے کہ تم نے محمد ﷺ کا دین اختیار کر رکھا ہے ہم نے کہا ہاں! انہوں نے ہمیں کڑی سزاؤں کی دھمکیاں دیں، ابو العکر کا انجام تو معلوم نہیں مگر حضرت ام شریک کو انہوں نے ایک شریر قسم

1۔طبقات، جلد 8، صفحہ 155　　2۔جمھرۃ انساب العرب، صفحہ 474,381,379

Marfat.com

کے اونٹ پر رسیوں سے کس دیا، وہ انہیں شہد کے ساتھ روٹی تو دیتے مگر پینے کے لئے پانی نہ دیتے، تپتی دوپہر میں اونٹ کو دھوپ میں کھڑا کر دیتے، حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا خود بیان کرتی ہیں کہ رستے میں ایک جگہ ان لوگوں نے پڑاؤ ڈالا اور مجھے یونہی دھوپ میں بطور سزا چھوڑ دیا، میری عقل، سماعت اور بینائی جاتی رہی، یہ سلسلہ تین دن تک جاری رہا، تیسرے دن مجھے انہوں نے دین چھوڑنے کے لئے کہا، ان کی باتیں پوری طرح میری سمجھ میں بھی نہیں آ رہی تھیں، میں ان کی ہر دھمکی اور سوال پر انگلی سے آسمان کی طرف توحید پر اپنے پختہ ایمان کا اشارہ کرتی رہی، ایک دوپہر کو وہ اسی طرح اونٹ کے سائے میں بیٹھے بیٹھے سو گئے، پیاس اور گرمی سے میں نڈھال اور پاگل ہو رہی تھی، نیم بے ہوشی کے عالم میں مجھے یوں لگا جیسے کسی نے میرے سینے پر ٹھنڈے پانی کا ڈول رکھ دیا ہے، میں نے یہ پانی کا ڈول ایک ہی سانس میں پی لیا، یہ بات تین مرتبہ دہرائی گئی، مجھے یوں لگتا تھا کہ یہ ڈول زمین اور آسمان کے درمیان معلق ہے، تیسری مرتبہ میں نے غنودگی کے عالم میں یہ پانی سر پر انڈیل لیا، پھر وہ لوگ اٹھے اور مجھے کہنے لگے: اے دشمن خدا یہ پانی تو نے کہاں سے لیا ہے؟ میں نے کہا اللہ کا دشمن تو وہ ہے جو اس کے دین کا مخالف ہے، رہا یہ پانی تو یہ مجھے میرے اللہ نے پلایا ہے، وہ لوگ فوراً اپنے مشکیزوں کی طرف لپکے، دیکھا کہ وہ تو اسی طرح سر بند پڑے ہیں! وہ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور پھر کہا کہ یہ تو حق پر ہے ہم غلط تھے!(1)

اسی طرح میرے قبیلے کے سب دوسی لوگ قبول اسلام کے لئے آمادہ ہو گئے، ہم جب سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان لوگوں نے خود ہی ساری کہانی سنا دی، اور یہ سب برضا و رغبت اسلام میں داخل ہو گئے!(2)

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا اگرچہ اس وقت عمر رسیدہ تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں حسن و جمال اور اعلیٰ کردار و اخلاق سے نوازا تھا، آپ کی خدمت میں عرض پرداز ہوئیں:

''یارسول اللہ! میں خود کو آپ کی نذر کرتی ہوں اور آپ پر قربان ہوتی ہوں''۔

نبی پاک ﷺ نے شرف قبولیت بخشا اور یوں غزیہ بنت جابر ام شریک رضی اللہ عنہا

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 156، صف الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 53 2۔ ایضاً

Marfat.com

ام المومنین بننے کا شرف (1) پا گئیں! حافظ ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ مشہور مورخ ومحدث علامہ احمد بن صالح المصری نے حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ کی ازواج مطہرات میں شمار کیا ہے (2)، ابن الجوزی نے بھی صراحت کی ہے کہ ام شریک نے خود کو بلا مہر حضور ﷺ کو ہبہ کیا: **فقبلها و دخل عليها** " تو آپ نے اسے قبول فرمایا اور ان کے ساتھ خلوت بھی ہوئی" (3)۔

ام شریک مستجاب الدعوات اولیاء اللہ میں سے تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب اس موقع پر فرمایا

ما في المرأة حين تهب نفسها لرجل خير

" کہ بھلا اس عورت کو کیا ملتا ہے جو خود کو کسی مرد کو ہبہ کر دیتی ہے"۔

تو ام شریک نے کہا تھا کہ: **فانا تلك** " پھر میں تو ایک ایسی ہی عورت ہوں" تب اللہ نے اپنے کلام منزل میں انہیں " امرأة مومنة " قرار دیا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عائشہ نے کہا، ام شریک تیری دعا کتنی جلدی سنی جاتی ہے!! (4)۔

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 156، صف الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 53

2۔ الاستیعاب ترجمہ نمبر 4168

3۔ صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 54

4۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 157

Marfat.com

حضرت ماریہ مصریہ ام ابراہیم رضی اللہ عنہا

مصر کی خوش نصیبی اور عزو شرف کا سرمایہ حضرت ماریہ مصریہ رضی اللہ عنہا (جنہیں آج تک ہم ماریہ قبطیہ ہی لکھتے چلے آ رہے ہیں مگر قبول اسلام کے بعد وہ ''مصری مسیحی'' یعنی قبطیہ نہیں رہی تھیں بلکہ ''مصری مسلمان'' کہلانے کی مستحق ہو گئی تھیں مگر لکیر کے فقیر آج تک انہیں ماریہ قبطیہ یعنی ''ماریہ مصریہ مسیحیہ'' ہی لکھنے پر مصر ہیں) کے والد کا نام شمعون لکھا ہے جو قبطی یعنی مصری مسیحی تھے کیونکہ اس زمانے کی عربی زبان میں قبطی مصر کے مسیحیوں کو ہی کہتے تھے اور آج بھی کہتے ہیں!

سیدہ ماریہ مصریہ رضی اللہ عنہا ''ہبہ شدہ مملوکہ'' کی حیثیت سے رسول اکرم ﷺ کے حرم میں شامل ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ کے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہونے کا شرف (1) پانے کے بعد ''ام ولد'' قرار پا کر آزاد ہو گئی تھیں، جیسے ہی ابراہیم پیدا ہوئے حضرت مصطفیٰ ﷺ کی زبان صدق بیان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے:

اَعْتَقَهَا وَلَدُهَا '' اسے اس کے فرزند کے طفیل آزادی نصیب ہو گئی'' (2)۔

قانون شریعت کی رو سے کوئی ''ام ولد'' لونڈی نہیں رہتی، اسے لونڈی سمجھ کر فروخت کرنا ناجائز ہے، ام ولد ایک لحاظ سے اپنے مالک کی ''منکوحہ'' کا درجہ رکھتی ہے بلکہ عورت کا نکاح میں آنا بھی ایک قسم کی ''ملکیت'' ہی ہوتی ہے، اسی لئے تو عربی زبان میں نکاح بھی رق (غلام ہونا) کے مترادف ہے، یوں سرکار ﷺ کی ''ام ولد'' بھی امہات المومنین کے زمرے میں آتی ہے اور وہ مومنوں کی ماں بن گئی ہیں، اس لئے سیدہ ماریہ مصریہ رضی اللہ عنہا کو قبطیہ کہنا اور لونڈی سمجھنا اب درست نہیں رہتا کیونکہ وہ تو فرمان مصطفوی کی رو سے حضرت ابراہیم کی والدہ ماجدہ کا شرف پاتے ہی آزاد ہو چکی ہیں!

1۔طبقات، جلد 8، صفحہ 212-216، الاستیعاب ترجمہ 4091، الوفا باحوال المصطفیٰ، صفحہ 668

2۔ایضاً

Marfat.com

حضرت ماریہ مصریہ کے علاوہ بعض دیگر ازواج مطہرات کو سوانح نگار امہات المومنین میں شمار کرتے ہیں حالانکہ ان کے زوجہ کے بجائے لونڈی ہونے کے اقوال و روایات بھی موجود ہیں جیسے حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا جو بعد از جنگ گرفتار ہو کر آئی تھیں، سرکار ﷺ کو یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی ان کے ہاں غلام یا لونڈی بن کر رہے، فوراً آزاد فرما دیا جاتا تھا، حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا جو بعد از جنگ گرفتار ہو کر آئی تھیں، امہات المومنین میں شامل ہو سکتی ہیں تو پھر حضرت ماریہ مصریہ تو بدرجہ اولیٰ یہ حق رکھتی ہیں، خصوصاً اس لئے بھی کہ وہ تو شاہ مصر کی طرف سے بطور ہدیہ اور ہبہ حرم نبوی میں شامل ہوئیں اور رسول اعظم و آخر ﷺ کی ''ام ولد'' اور حضرت ابراہیم کی والدہ ماجدہ ہیں!

تمام مہاجرین و انصار حضرت ماریہ مصریہ کا بے حد احترام کرتے تھے، صرف اس لئے کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ حضرت ماریہ کو بہت چاہتے تھے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے اپنے دور خلافت میں انہیں امہات المومنین جیسا احترام اور مقام دیا، وصال نبوی کے بعد انہیں بھی تین حیض تک عدت گزارنے کو کہا گیا تھا، دیگر امہات المومنین اور آزاد عورتوں کے لئے بھی یہی حکم تھا، ہم حضرت ماریہ مصریہ کو حب مصطفیٰ ﷺ، آپ کے پیارے فرزند حضرت ابراہیم کی والدہ ماجدہ ہونے اور آپ کی ''ام ولد'' ہونے کے باعث امہات المومنین میں شمار کرتے ہیں!

عرب کے لوگ اس زمانہ میں اہل مصر کو قبط، قبطی یا اقباط کہتے تھے کیونکہ اس وقت اہل مصر کی اکثریت عیسائی تھی، بالکل ایسے ہی جیسے اس وقت کے شاہ مصر مقوقس کو ''حاکم اسکندریہ'' کہتے تھے حالانکہ وہ اس وقت پورے ملک مصر کا بادشاہ یا حکمران تھا، بس دار الحکومت اس وقت قاہرہ کے بجائے اسکندریہ تھا! رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (1) استوصوا بالقبط خیرا'' کہ میں تمہیں قبطیوں یعنی مصر کے عیسائیوں کے متعلق حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں'' اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل مصر کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کے سسرال ہونے کا شرف حاصل ہے، حضرت

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 212-216، الاستیعاب ترجمہ 4091، الوفا باحوال المصطفیٰ، صفحہ 668

Marfat.com

اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ماریہ مصریہ کا تعلق مصر سے ہے، بلکہ تورات سے تو یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا نے اپنے لخت جگر اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی دلہن بھی مصر سے حاصل کی تھی، اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت شعیب علیہ السلام والا چشمہ آب (ماء مدین) بھی قدیم مصری سرزمین کا حصہ تھا تو پھر قوم بنی اسرائیل کے نجات دہندہ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی بیوی بھی مصری قرار پاتی ہیں اور اس طرح اہل مصر چاروں اولو العزم پیغمبروں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت موسیٰ اور حضرت مصطفیٰ علیہم الصلوٰت والسلام کے اصہار یا سسرال ہونے کا شرف رکھتے ہیں! چنانچہ ہمارے مصری دوست جب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم تو نبی ﷺ کے سسرال ہیں تو ہم ان سے کہتے ہیں کہ بھائی آپ تو چاروں عظیم پیغمبروں کے سسرال ہیں۔

يقول المصريون نحن اصهار النبي صلى الله عليه وسلم فنقول لهم ايها الاخوة انتم اصهار اربعة من الرسل اولي العزم

سرزمین مصر کو اللہ تعالیٰ نے دین حق سے وابستگی کے حوالے سے بہت عزت و سرفرازی سے نواز ہے فراعنہ کی یہ مشہور زمین سیدنا یوسف اور ان کے والد یعقوب علیہما السلام کے قدوم میمنت لزوم سے بھی مشرف ہوئی، موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے یہاں کلمہ حق بلند کر کے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے آزاد کرایا، چار عظیم و جلیل اور یوں مصریوں کو اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کی دامادی کا شرف بھی حاصل ہوا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے مصری بھائیوں کا یہ فخر و اعزاز بھی بجا ہے کہ وہ سیدنا مصطفیٰ ﷺ کے سسرال ہیں!!۔

رسول اعظم و آخر ﷺ نے جب ملوک عالم کو دعوت اسلام کے لئے خطوط ارسال فرمائے تو والی مصر مقوقس کو بھی خط بھیجا تھا، یہ خط حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ لے کر گئے تھے، شاہ مقوقس نے سفیر نبوی کا بہت احترام کیا اور جواب میں بہت سے تحائف سرکار مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں بھجوائے تھے جن میں دو مصری لونڈیاں حضرت ماریہ اور

Marfat.com

حضرت شیرین رضی اللہ عنہا بھی تھیں، سفیر نبوی حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے ان دونوں مصری بہنوں کو دعوت حق دی جو انہوں نے قبول کر لی، ساتھ ہی اسلامی تعلیمات اور آداب نبوی بھی سکھلا دیئے تھے، ان کے ہمراہ مابور نامی خصی یا خواجہ سرا بطور خادم بھی بادشاہ نے بھیجا تھا، سرکار ﷺ نے ماریہ کو اپنے پاس رکھ لیا اور شیرین حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو دے دی، عبدالرحمٰن بن حسان رضی اللہ عنہما اسی شیرین کے بطن سے تھے، حضرت ماریہ کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو بڑی مدت کے بعد اولاد نرینہ سے نوازا اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جیسا خوبصورت بیٹا عطا فرمایا جس سے خانہ نبوی کے لئے بے حد خوشیوں کا سامان ہوا! (1)

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سرخ و سفید رنگ حسین و جمیل مصری خاتون تھیں، اس لئے رسول اللہ ﷺ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ماں کو بہت پسند کرتے تھے، آپ نے ان کے لئے مدینہ شریف کے بالائی علاقہ میں ایک حویلی (جو آج بھی موجود ہے، لوگ زیارت کرتے ہیں اور راقم کو بھی اس کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کو اس نیک دل پاک سیرت مصری خاتون کا کوئی عمل پسند آ گیا کہ ان کی یادگار ساڑھے چودہ سو سال کے بعد آج بھی زندہ و باقی ہے) مختص کر دی تھی جو مشربۃ ماریہ (ماریہ کا پنگھٹ) کہلاتی تھی اور آج بھی اہل مدینہ منورہ اسے یہی نام دیتے ہیں، ان کے پاس آپ تشریف لے جایا کرتے تھے اور آپ نے انہیں پردہ کرنے کا حکم دے رکھا تھا، انہوں نے مدت حمل بھی اسی حویلی میں گزاری اور یہیں پر ابراہیم کی ولادت بھی ہوئی، حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا، آپ کی آزاد کردہ لونڈی، ان کی خادمہ اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی بیوی نے دائی کا فریضہ انجام دیا، انہوں نے ہی اپنے شوہر ابورافع کو خوشخبری سنانے کے لئے نبی پاک ﷺ کے پاس بھیجا، آپ نے ابورافع کو خوشخبری سنانے پر خدمت کے لئے ایک غلام عطا فرمایا، یہ ماہ ذی الحجہ سنہ آٹھ ہجری کا واقعہ ہے، انصار مدینہ کی بچیاں اور خواتین دوڑ دوڑ کر حضرت ابراہیم کو سنبھالتیں اور کھلاتی تھیں تا کہ ان کی والدہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا ہمہ تن

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 212-216، الاستیعاب ترجمہ 4091، الوفا باحوال المصطفیٰ، صفحہ 668

Marfat.com

مصطفیٰ ﷺ کی خدمت خاطر کے لئے وقف رہیں (1)۔

صاحب طبقات نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان نقل کیا ہے کہ مجھے کسی عورت پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا ماریہ پر آتا تھا۔ وہ گھنگھریالے بالوں والی ایک خوبصورت خاتون تھیں، رسول اللہ ﷺ بھی انہیں بہت چاہتے تھے، شروع میں انہیں حارثہ بن نعمان کے مکان میں رکھا گیا جو ہمارے پڑوس میں تھا، دن رات زیادہ وقت آپ ان کے پاس رہتے، اس لئے ہم سب ماریہ کے پیچھے پڑ گئیں اور وہ گھبرا گئیں، تب آپ نے انہیں شہر کے بالائی علاقے میں منتقل کر دیا چنانچہ اب آپ ان کے پاس وہاں جانے لگے، یہ ہمارے لئے اور بھی نا قابل برداشت تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے جیسی نعمت سے بھی نوازا جس سے ہم سب محروم تھیں! (2)۔

ایک مرتبہ حضرت ماریہ ازواج مطہرات کے گھروں میں کسی کام سے آئیں، وہ حضرت حفصہ کا حجرہ خالی دیکھ کر اس میں بیٹھ گئیں، اسی اثنا میں رسول اکرم ﷺ بھی وہاں تشریف فرما ہوئے اور ان کے پاس بیٹھ گئے، حضرت حفصہ واپس آئیں تو معلوم کر کے کہ آپ ماریہ کے پاس ہیں، آداب معاشرت پر عمل کرتے ہوئے باہر دروازہ پر ہی بیٹھ گئیں، جب سرکار ﷺ باہر نکلے تو اس ملاقات کو اپنی حق تلفی تصور کرتے ہوئے کہنے لگیں: یا رسول اللہ! آپ میری باری والے دن میرے ہی گھر میں اس سے ملے ہیں؟ دل مصطفیٰ ﷺ پر حضرت حفصہ کی یہ ناراضگی ناگوار گزری کہ بات کرنا بھی گوارا نہیں، آپ نے فرمایا: تو آج سے یہ عورت مجھ پر حرام ہے، اب خوش ہو جاؤ اور مجھ سے مت الجھو!! حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ کا عذر تب قبول ہوگا جب آپ قسم اٹھائیں گے، مصطفیٰ ﷺ کو اپنی ازواج مطہرات کی برہمی بھی گوارا نہ تھی اور ان کی دل جوئی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے اس لئے فرمایا: واللہ! اب میں اسے کبھی چھوؤں گا بھی نہیں! (3)

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 212

2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

Marfat.com

چونکہ ''ایلاء'' (بیوی کو نہ چھونے کی قسم) کا تعلق آزاد عورت سے ہے، لونڈی سے قطع تعلق کی یہ قسم اس حد تک ہے کہ اس کا صرف کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے، لونڈی تو ملکیت ہی میں رہتی ہے، اس لئے اگر قسم کھا بھی لے اور چار ماہ دس دن گزر بھی جائیں تو بھی لونڈی آزاد نہیں ہو سکتی، البتہ چھونے سے پہلے کفارہ یمین ادا کرنا ہوگا، **قد فرض الله لکم تحلة ایمانکم** ''تم پر قسموں کا کفارہ متعین کر دیا گیا ہے'' چنانچہ ابن سعد نے الضحاک کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لونڈی کو اپنے آپ پر حرام قرار دینے کی قسم کھائی مگر اللہ جل شانہ نے یہ قسم نہ مانی اور اس کا کفارا ادا فرمایا گیا (1)۔

حافظ ابن عبد البر اور ابن سعد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ منافقین کا شانہ نبوی کی خوشیوں کو برداشت نہیں کرتے تھے، رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی بن سلول نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف بھی بہتان طرازی کا طوفان اٹھایا تھا مگر اس کے جھوٹ کو اللہ تعالیٰ نے کھول دیا تھا، حضرت ماریہ کے خلاف بھی ایسی ہی جسارت کر کے ایذا رسانی کی کوشش کی گئی، کہا یہ گیا کہ ایک مصری مرد اکثر اوقات ان کی حویلی کے چکر لگاتا رہتا ہے، پتہ چلا کہ یہ تو وہی خواجہ سرا ہے جو شاہ مصر کے تحائف میں شامل تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے چھان بین کے بعد آقا ﷺ کے لئے تسلی واطمینان کا سامان فرما دیا تھا (2)۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد خلفائے راشدین نے حضرت ماریہ کے ساتھ ازواج مطہرات کا سا سلوک جاری رکھا، دیگر امہات المومنین کی طرح ان کی عدت بھی تین حیض ٹھہرائی گئی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ماریہ کا خرچہ مقرر فرما دیا تھا یہ سلسلہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی قائم اور جاری رہا (3)، ان کی وفات بھی عہد فاروقی میں ہوئی اور ان کے جنازے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان کروائے، خود جنازہ پڑھایا اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا (4)۔

1۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 212 — 2۔ طبقات، جلد 8، صفحہ 215، الاستیعاب ترجمہ 4091

3۔ ایضاً — 4۔ ایضاً

Marfat.com

سرکار دو عالم ﷺ کی نبوت و رسالت کا ایک پیغام انسانی اخوت و مساوات کا قیام اور غلامی کا خاتمہ بھی ہے، حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ کی والدہ ماجدہ بھی اس آزادی و مساوات کی حق دار ہیں، وہ ہمارے آقا ﷺ کے لئے خوشی اور تسکین کا باعث تھیں، اس لئے ہم نے بھی سرکار ﷺ کی رضا کے لئے حضرت ماریہ مصریہ رضی اللہ عنہا کو یہاں امہات المومنین میں جگہ دی ہے!

Marfat.com

کتابِ رشد و ہدایت کی ہمہ گیر آفاقی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے

نور و سرور اور جذبہ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مبنی آیات احکام کی مفصل وضاحت

اردو زبان میں پہلی مرتبہ

تفسیر احکام القرآن

مفسر قرآن، علامہ مفتی محمد جلال الدین قادری

آیات احکام کا مفصل لغوی و تفسیری حل امہات کتب تفسیر کی روشنی میں

مفسرین کی تصریحات کے مطابق پیش کیا گیا۔

اس لئے یہ کتاب طلباء، علماء، وکلاء، ججز

اور عوام و خواص کے لئے قیمتی سرمایہ

آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی۔ پاکستان

Marfat.com